کشمیر

عبدالرافع رسول

محاذِ کشمیر پبلی کیشنز، جموں کشمیر

انتساب

کشمیر کے عظیم ہیرو

ملت اسلامیہ کے فخر

اور

مجاہد صف شکن

عادل احمد شہید کے نام

جس نے

قاتل اور سفاک بھارتی فوج

کے

کانوائے پر فدائی حملہ کر کے

اسلامیان کشمیر کے دلوں کو تشفی بخشی۔

کشمیر
پلوامہ حملے سے
دفعہ 370 کے خاتمے تک
عبدالرافع رسولؔ
محاذِ کشمیر پبلی کیشنز جموں کشمیر

نام کتاب

تالیف

عبد الرافع رسول
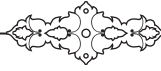
کمپوزنگ .... رانا محمود احمد

ایڈیشن .... اکتوبر 2020

قیمت ....

پبلشر اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

00923005629888

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

جدید انسانی تاریخ جو خلافت عثمانیہ کے زوال سے شروع ہوئی ہے ٹھیک ایک سو سال گزرنے کے بعد اس کے چہرے پر سرخی نظر آتی ہے وہ مسلمانوں کے خون سے رنگین ہے۔ تاریخ کا یہ پہیہ عین اس وقت مسلمانوں کے مخالف گھومنا شروع ہوا جس وقت کی خبر سیدالانبیاء ﷺ نے تیرہ سوسال قبل دے دی تھی۔ حضرت ابوامامہ باہلی رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی کڑیاں ضرور ایک ایک کرٹوٹیں گی، چنانچہ ایک کڑی جب ٹوٹے گی تو لوگ اس کے بعد والی کڑی کو پکڑ لیں گے۔ ان میں سب سے پہلی جو کڑی ٹوٹے گی وہ اسلامی نظام عدالت کی کڑی ہوگی اور سب سے آخر میں ٹوٹنے والی کڑی نماز کی ہوگی۔ (شعب الایمان المعجم الکبیر)

جنگ عظیم اول کے خاتمے اور خلافت عثمانیہ کے زوال کے بعد عالمی طاقتوں نے دنیا کو بالعموم اور مسلم امہ کو بالخصوص قومی ریاستوں میں تبدیل کرنا شروع کیا، دنیا کے نقشوں کو میز پر رکھ کر رنگ، نسل، زبان اور علاقے کی بنیاد پر ایسے کاٹا گیا جیسے میز پر رکھا ہوا کیک کاٹا جاتا ہے۔ اس تقسیم کو عالمی قبولیت دینے کے لیے اقوام متحدہ کی پیشرو تنظیم ''لیگ آف نیشنز'' بنائی گئی جس کے اجلاسوں میں 1920 میں پاسپورٹ کا ڈیزائن منظور ہوا، پھر ویزا ریگولیشن بنائے گئے اور آخر کار عالمی سرحدوں کو تقدس کا درجہ دے کران پر بارڈر سیکورٹی فورسز کھڑی کردی گئیں۔ یوں دنیا میں بسنے والے انسانوں کو چڑیا گھر میں آباد جانوروں کی طرح قومی ریاستوں کے پنجروں میں بند کردیا گیا۔ اسی تقسیم پر اقبال نے کہا تھا ؎

تفریق ملل حکمت افرنگ کا مقصود

اسلام کا مقصود فقط ملت آدم

مکے نے دیا خاک جینوا کو یہ پیغام

جمعیت اقوام کہ جمعیت آدم

یہ تقسیم اس لیے کی گئی کہ اقوام مسلسل ایک دوسرے سے دست وگریبان رہیں اور دنیا امن وسکون کو ترستی رہے۔ دنیا کی ان بدترین اور غیر منصفانہ تقسیم کا رستا ہوا ناسور ''کشمیر'' ہے جو گزشتہ ایک صدی سے سے بھی زائد عرصے حریت، آزادی، حمیت اور بحیثیت مسلمان اپنے تشخص کے لیے تاریخ انسانی میں اپنے خون سے مشعلیں روشن کررہا ہے۔ برصغیر کے تقسیم کے وقت یہ زخم خاص طور پر تازہ کیا گیا تاکہ کشمیری مسلمان اس قافلے میں شریک نہ ہوسکیں جو آزاد مسلمان ریاست پاکستان کی منزلوں کا امین تھا۔ تاریخ جس خطے کے بارے میں گواہی دیتی ہے کہ اس کے باسیوں نے سید علی ہمدانی جنہیں اسلامیان کشمیر ''امیر کبیر'' کے نام سے یاد کرتے ہیں جیسے عظیم بزرگ اور مبلغ دین کی دعوت اسلام کو لبیک کہا۔ آج یہ خطہ دنیا بھر میں حریت وآزادی اور شہادت وسعادت اور جہاد کا سرخیل ہے۔

یوں تو بھارت کے قیام کے ساتھ ہی کشمیری مسلمانوں پر ظلم کی داستان رقم ہونا شروع ہو گئی تھی، مگر 1920 کی دہائی میں جنم لینے والی ''شدھی اور سنگھٹن'' کی تحریکوں سے جنم لینے والی ہندوتوا کی زہریلی نفرت انگیز شاخوں راشٹریہ سیوک سنگھ، بجرنگ دل اور وشوا ہندو پریشد نے جس نظریئے کو جنم دیا اس کی سیاسی شکل جب بھارتیہ جنتا پارٹی کی صورت میں اقتدار کے ایوانوں تک جا پہنچی تو کشمیری مسلمانوں پر ظلم، جبر، استبداد اور بربریت کے ایک نئے باب کا اضافہ ہوا۔

عبد الرافع رسول صاحب کی کتاب ''کشمیر پلوامہ حملے سے دفعہ 370 کے خاتمے تک'' اس باب کی لمحہ بہ لمحہ کہانی ہے جو قلم کو آنسوؤں میں بھگو کر لکھی گئی ہے۔ انھوں نے ایک ایسی دستاویز مرتب کر دی ہے جس کا تذکرہ آنے والے دنوں میں حریت کی نئی شمعیں دلوں میں

روشن کرے گا۔ عبدالرافع رسول صاحب خوبصورت اور دردمند نثر لکھنے والوں میں سے ہیں۔ ان کی تحریر آپ کو درد کی کسک بھی دیتی ہے اور مقابلے کا حوصلہ بھی۔ میں ایک طویل عرصے سے ان کا مستقل قاری ہوں اور میں نے یہ دونوں کیفیات اس وقت محسوس کی ہیں جب میں ان کے قلم کی کاٹ، جملوں کی ترتیب اور دردمند لفظوں والے کالم پڑھ رہا ہوتا ہوں۔ کشمیر ایک ایسا موضوع ہے جس پر دنیا کے نہ کسی ترقی پسند کیمونسٹ نے قلم اٹھایا اور نہ ہی کسی سیکولر لبرل جمہوریت پسند نے۔ کشمیر صرف مسلمان کی تڑپ اور لگن سے زندہ ہے اور عبدالرافع رسول جیسے قلمکاروں کی تحریریں اسے زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

اوریا مقبول جان
18اکتوبر2020

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اگرچہ بنیادی طور پر انسان ایک معاشرتی زندگی بسر کرتا ہے، مظلومین پر رحم کھانا اس کی سرشت ہے۔ لیکن اکیسویں صدی کے بادِ صرصر نے سب ختم کر دیا ظلم و جبر کا دور دورہ ہے اورانسانیت دم توڑتی نظر آتی ہے۔ تعصب، نفرت، گھمنڈ، تکبر اور برتری کا عجب سانحہ موجود ہے جس سے پوری دنیا کثیرالنوع سانحات کی لپیٹ میں آچکی ہے۔ عصر حاضر میں انسانوں کے جمگھٹے میں انسانیت تلاش کرنا اور ظلم کی اس اندھیر نگری میں انصاف طلب کرنا گویا نمک کی کان سے مٹھاس تلاش کرنے کے مترادف ہے، کشمیر سے فلسطین تک نظر دوڑائیے تو لگ پتا جاتا ہے کہ یہ دنیا اب انسانیت سے خالی، غمگساری سے عاری اور ہمدردی سے بے نیاز ہے، درد دل اس کے پاس نہیں، غمخواری کا جذبہ کافور ہے، جگر سوزی مر چکی ہے اور جگر کاوی کا فقدان ہے۔ کرفیو لگا کر اسلامیان کشمیر کو گھروں میں بند رکھنا کوئی معمولی سا المیہ نہیں جو اس المیے پر مجرمانہ خاموشی اختیار کر بیٹھے ہیں انھیں اس صورتحال کا سامنا ہو تو لگ پتہ جائے گا کہ اکیسوں صدی میں رہ کر (Dark Ages) کی طرح گزر بسر کرنا کیسی حیوانیت ہے؟ اور اپنوں کے درمیان رہ کر بھی اپنوں کے حال احوال سے آگہی اور میل ملاپ نہ ہونا کیسا کرب ہوتا ہے؟ صرف لفظ درد کو پڑھ پڑھ کر درد کا احساس نہیں ہوتا درد کا احساس تب ہوتا ہے کہ جب خود کے زخم بھی ہرے ہوں۔

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

دوسروں کے سانحات کا احساس اسی کو ہوتا ہے کہ جو خود کسی سانحے کا شکار ہو۔ انسان

جب تک خود زخم رسیدہ نہ ہو، خود درد میں مبتلا نہ ہو تو اسے دوسروں کے درد کا احساس نہیں ہوتا، اپنا درد اور اپنے دل یا جسم پر لگا زخم تکلیف دیتا ہے، مضطرب بنائے رکھتا ہے، جگر پر آرا چل جاتا ہے، سینہ چھلنی کرتا ہے، وہ زخم دراصل ایک کھلا ہوا دروازہ بن جاتا ہے جسے دل کا دروازہ کہا جاتا ہے۔اس دوروازے کے کھل جانے سے دل کی دنیا منور جاتی ہے اور پھر یہ دل جذبہ ترحم اور انسانیت سے لبالب ہو جاتا ہے، تبھی کسی اور کا زخم بھی اس کی نگاہ قلب دیکھ پاتی ہے، اپنا غم ہلکا کرتے ہوئے وہ دوسروں کے لیے مداوا بن سکتا ہے، وہ خود دوا اور تشفی کا ذریعہ ہوجاتا ہے، زخم رسیدہ لوگ اس سے تسکین پاتے ہیں، اس کی زبان میں اپنے درد کا بیان پاتے ہیں، اس کے دل میں اپنا سوز دل پاتے ہیں، یوں گونگے کو بھی زبان مل جاتی ہے، زخم اور گھاؤ کے دہانے کھل کر سامنے آجاتے ہیں، پھر یہی اس کا سامان، سرمایہ اور اثاثہ کل بن جاتا ہے، اس کی دولت دوسروں کا درد ہوتا ہے، بلکہ وہ خود کے درد کا پھایہ ہی ان ناشنیدہ درد اور زخم کو بنالیتا ہے اور دوسروں کے غم و نم مل جانے سے ہی وہ ایک ہمدردی کا پیکر بن جاتا ہے۔

عصر حاضر میں انسانیت کے سارے اقدار بدل چکے ہیں، جس طرح سانپ ایک مدت پر اپنی کیچلی چھوڑ دیتا ہے اور نئی کیچلی کے ساتھ رونما ہوتا ہے، اسی طرح انسان بھی اپنی کیچلی چھوڑ کر کسی اور ہی کھال میں ظاہر ہو چکا ہے۔چاردانگ عالم مادیت کے بت پوری طرح پرستش جاری ہے، چہارسو بس خودغرضی اور ظلم کا راج ہے۔انصاف کی قندیلوں سے روشنیاں بجھ رہی ہیں، جہاں کو منور کرنے والے آفتاب ڈوب رہے ہیں، تلاش راہ میں ممد ثابت ہونے والے ستاروں کی جگمگاہٹ کافور ہو رہی ہیں، رات کے سناٹوں کی مشعلیں ماند پڑ رہی ہیں، اندھیرا گہراتا جارہا ہے، تاریکی پر تاریکی کا منظر اس قدر گھنا اور ہولناک ہوتا جاتا ہے کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا، دل و دماغ صدمے میں ہیں۔انسانیت کے سمندر نے مدوجزر کی حرکیات ترک کردیں اور اس میں اب ایسی موجوں کی تلاطم ناپید ہیں کہ جو طوفان برپا کرسکے، اس کی لہروں پر ایسا جمود طاری ہو چکا ہے جس نے اپنی فطرت بھی بدل ڈالی ہے۔

اس صورتحال نے ایک ایسے المیے کوجنم دیا کہ جس کی انتہا نہیں، مظلومین کے حال بد کی کوئی پرواہ نہیں، حقوق انسانی کا رونا دھونا بس ایک ڈھونگ اور ڈرامہ ہے اوراس ڈھونگ اور ڈرامہ کے رچانے سے اصل اور بنیادی حق دلانے کے فریضے سے منحرف ہونا مطلوب ومقصود ہے۔فریب ،دجل اورعہد شکنی کے لیے زمین وآسمان کی قلابیں ملائی جارہی ہیں،کشمیر کے دل دوز اور جاں سوز مظالم بدیہہ حقیقت بن کر سامنے آرہے ہیں۔ عالمی ذرائع ابلاغ کی طرف سے شوراٹھانے کے باوجودبھی عالمی چوہدریوں میں سے صاف گوئی کے ساتھ کوئی بول نہیں رہاہے ۔دراصل عہدوں اورمسندوں پر بیٹھے خودسفاک ہیں وہ کیابولیں۔یہی وجہ ہے کہ عالمی سطح پرکوئی دردمحسوس ہو پارہاہے اورنہ ہی کسی عالمی فورم پرکوئی گرجدارصدا بلندہورہی ہے۔ بی بی سی اور الجزیرہ کیمرے کے ذریعے ایسی اندوہناک صورتحال سامنے لارہے ہیں کہ جن سے روح کانپ جاتی ہے، اورتاریخ انسانیت کاعظیم سانحہ سامنے آتا ہے کہ کس طرح ارض کشمیر کو جیل خانہ بنا دیا گیا ،جس میں80لاکھ سے زائد انسانی آبادی کومقید کردیا گیا، 80 لاکھ لوگوں پر جن میں خواتین ، بچے اور بوڑھے شامل ہے10 لاکھ فوجی اہلکاروں کے پہرے بٹھادئے گئے ہیں، جہاں عام آبادی نظر آئے یا نہ آئے خاکی رنگ ضرورنظر آجاتاہے، بچوں کے کھلونے دکھے یا نہ دکھیں لیکن ہتھیار کی نکیلیں ،فوجی بوٹوں کی دھمک اوربے حدوحساب جارحیت دیکھے جاسکتے ہیں۔

جونگاہیں ظلم کوظلم کے طور پرنہیں دیکھ پاتیں،جنھیں لٹی پٹی انسانیت نہیں دکھائی دیتی،جن کی زبانیں بڑی بڑی باتیں بولتی ہیں مظلومین کی صورتحال پروہ اس قدرگنگ ہوجاتی ہیں کہ ان کے حق میں ایک لفظ بھی بول نہیں سکتی ۔ بلکہ اس کے علیٰ الرغم مظلومین کے رقص بسمل پربغلیں بجارہے ہیں، منطقی دلیلیں دے رہے ہیں، ستم رسیدگان کی آہیں کچل رہے ہیں یہ کھلی تو فرعونیت ہے۔اسی فرعونیت کی کرشمہ سازی ہے کہ زخم پر زخم لگتے گئے اور زخم سلنے کے بجائے کھلتے اوررستے چلے گئے۔

عجب حال ہے کہ عالمی قوتوں میں سے آج تک کشمیر مسلمانوں کے صدائے درد پرکوئی

کان نہ دھر سکا، اپنے سینے میں غم اور آنکھوں کا اشک کوئی محسوس بھی نہ کر سکا،اس کی وجہ ان کا خاص مزاج اوردورخی پالیسی ہے ؛ کشمیر میں بہتے ہوئے خون کے دھارا روکنے کے لیے کوئی سامنے نہیں آرہااور زیاں ہوتے انسانوں کو بچانے کے لیے کوئی کھڑا نہیں ہورہا یہ اس بات کو الم نشرح بناتا ہے کہ عالمی چوہدریوں میں انسانیت کو سمجھنے والا کوئی موجود نہیں؟

اے دل تمام نفع ہے ڈالر کا، کاروبار
جانوں کا زیاں ہو سو ایسا زیاں نہیں

یقین کر لیں کہ مسئلہ کشمیر کی حیثیت آئن سٹائن اور نیوٹن کے فلسفے کے جیسی ہے کہ ایک نقطہ تلاش کر لیا گیا تو سارا مسئلہ حل ہوجائے گا، لیکن بھارت کی ہٹ دھرمی اورظالم دنیا کے بڑے بڑے چوہدیوں اور مسلم حکمرانوں کی مجرمانہ خاموشی نے اس مسئلے کی پرت اوراس کی تہہ اس قدر دبیز بنادی کہ اجمالی نظرڈالنے سے عام ذہن اس مسئلے کوپیچیدہ تر سمجھ رہا ہے۔

کشمیر سے فلسطین اورافغانستان تک پوری ملت اسلامیہ کے اردگرد اغیار کا ایک محاصرہ ہے، جواپنی پائیداری پرنازاں ہیں اوراسے ہمیشگی سمجھتے ہیں۔منشا و مرضی کے وہی مالک بنے بیٹھے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ انھی کے پاس پوری دنیا کے انسانوں کی خوشی وغمی کی کنجی ہے، ورلڈ بینک کے نام پرخزانے پرقبضہ ان کا ہے اور وہی کل سرمایہ کے مالک بن بیٹھے ہیں،وہ اپنے آپ کوعزت و ذلت، حکمرانی اور تابع فرمانی بانٹنے کے مالک سمجھتے ہیں۔مگر دنیا بھر میں پائی جانے والی بےبسی، بےکسی اور بےچینی کے ذمہ دار بھی وہی ہیں۔انھوں نے خودی کے خوگر مسلمانوں کے خلاف شدید قسم کی اصطلاحیں گڑلیں ہیں اور انھی اصطلاحوں کے بہانے انھیں تختۂ مشق بنا رہے ہیں۔

مظلومین کی صورتحال پر چپ رہنا بھی ظلم کی تائید میں شامل ہے اوراسے تائید سکوتی کہا جاتا ہے۔ اغیار تواغیار تھے ہی لیکن اپنے بھی اپنوں کو اب بھول رہے ہیں۔ اسلام کا یہ طغرائے امتیاز ہے کہ اس نے رنگ ونسل اورقوم و وطن عربی اورعجمی کے خودتراشیدہ تمام بتان کو یک قلم توڑ کر مسلمانوں کوجسدواحد قرار دیااور فضیلت فوقیت کا معیار صرف اورصرف تقویٰ

ٹھہرایا۔ ہمارے اسلاف جب صریر آرائے اقتدار ہوتے تھے تو وہ بلند آہنگی اور رعد آسائی رکھتے تھے،ان کے عمل میں بھی واضح طور پر اسی قدر بلند پیمائی نظر آرہی تھی ،انکی زبانیں جس قدر تیز تھیں، شر وفساد، ظلم اور جبر کومٹانے اور مظلوموں کے ساتھ کھڑا ہونے کے لیے قدم بھی ان کے اتنی تیزی کے ساتھ آگے بڑھتے جارہے تھے۔

لیکن آج مسند اقتدار پر براجماں مسلمان حکمرانوں نے اسلاف کی تابناک تاریخ پر موٹا غلاف چڑھا کر طاق نسیان میں رکھ دیا اور وہ ڈالر کی پوجا میں مگن ہیں ، اس لیے ارض کشمیر سے سرزمین فلسطین تک دونوں مقبوضہ علاقوں سے اٹھنے والی مسلمانوں کی چیخ و پکار، عفت مآب خواتین اسلام کے نالے اور یتیم بچوں کی آہیں ان کے دلوں کو نہیں پسیج سکتی۔ ان کا خمار ذرا اتر سکتا ہے اور نہ ہی یہ خفتگان بستر کروٹ بدل سکتے ہیں ۔کھلی منافقت ،مصلحت کیشی ، حیلہ جوئی اور بہانہ سازی سے انھیں بس اپنے اقتدار اور اپنی سیال دولت بچانے کی فکر دامن گیر ہے۔ ان کے منہ میں گھنگھنیاں پڑیں ہیں جس کے باعث مظلوم مسلمانوں کے ساتھ کھیلی جارہی خون کی ہولی پر وہ مطلق افسردہ نہیں ہوتے حتیٰ کہ دکھاوے کی حدتک بھی ان کا منہ بھی نہیں بسورتا۔ جب مسلمان حکمرانوں میں ضمیر کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جاتی ہے تو سب سے پہلے آنکھوں کی بینائی ایسی چھن جاتی ہے کہ مظلوم مسلمانوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے اور وہ کس پیچ وتاب میں ہیں انھیں نظر آتا ہے نہ دکھائی نہیں دے رہا۔ قیصر بہاروی نے کیا خوب کہا ہے۔

مردہ ہے خواہشات میں ڈوبا ہوا ضمیر
لعنت ہے زر کی دھوپ میں پگھلا ہوا ضمیر
تذلیل زندگی ہے خریدا ہوا ضمیر
پیمانہ یزید ہے بیچا ہوا ضمیر

بلاشبہ کشمیری مسلمان خزاں کے گرہ گیر پیچ وخم میں لیل ونہار گزارنے پر مجبور ہیں اور خزاں رسیدہ خاک افتادہ پتوں کی مانند مسلے جارہے ہیں اور دستِ ستم کیش ان کی چادر اور چار دیواری پامال کررہا ہے۔ پرائم اور سپر پرائم ٹائم ٹی وی ڈبیٹس جو بھارت کا ایک نجی ٹیلی

ویژن چینل ہے 17 نومبر 2019 اتوار کو بھارتی فوج کا ایک درندہ اور خونخوار بھیڑیا سابق میجر جنرل ایس پی سنہانے لائیو پروگرام میں خم ٹھونک کر نہایت بے شرمی کے ساتھ خواتین کشمیر کی عزت وعصمت پر قابض اور سفاک بھارتی فوج کے حملوں کی درندگی کی حمایت کرتے ہوئے سب سے پہلے اپنے پھر بھارتی فوج اور بھارتی حکمرانوں کے چہرے پر رسوائی مل کر پوری دنیا کو اپنی روسیاہی سے متعارف کرایا۔ 5 اگست 2019 کے بعد اٹھائے جانے والے بھارتی اقدام پر بھارتی ریاست اتر پردیش کے مظفرنگر کے کھتولی سے بی جے پی ایم ایل اے وکرم سنگھ سینی نے کہا کہ اب گوری کشمیری لڑکیوں سے شادی کرنے کی راہ ہموار ہوگئی ہے۔ جبکہ اکتوبر 2019 میں انسانی حقوق پر ایک مباحثے میں حصہ لیتے ہوئے بھارت کے نیم فوجی دستے سی آر پی ایف کی ایک درندہ جونیئر افسر نے کہا کہ اسے ایسے ضوابط منظور نہیں ہیں جو فوجیوں کے ہاتھ باندھتے ہوں۔ اس بھیڑیئے نے دھمکی دے کر کہا کہ اس کوکھ کو اجاڑ کر رکھ دیں گے، جس کوکھ سے افضل گورو پلے بڑھے۔

آہ! وہ بھی کیا زمانہ تھا اور وہ بھی کیا پاک طینت مسلمان حکمران تھے کہ جنھوں نے ایک مسلمان خاتون کی پکار پر سلطنت راجہ داہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ یہ تو ہمارے ہی اسلاف تھے کہ جو اپنے مسلمان بھائیوں، بہنوں اور بیٹیوں کی بالفعل مدد کے لیے سمندروں کے سینے چیرتے رہے، فلک بوس پہاڑوں کی چھاتیوں کو روند ڈالا، بادِصرصر اور آندھیوں کا رخ پھیر دیا، لیکن آج مسلمان حکمران اسلاف کے جرات مندانہ طرزِ عمل، ان کی تابناک تاریخ کے ابواب اور ان کے بنائے ہوئے پیمانے اور سانچے توڑ کر بزدلی کا پشتارہ کندوں پر اٹھائے ہوئے ایک متعفن ڈرم میں ڈھل چکے ہیں۔ یہ ایمان کی جان کنی اور تغافل کیشی کا عالم ہی ہے کہ آج کی مسلمان ریاستیں مظلوم مسلمانوں کی صداؤں پر اپنے کانوں میں سیسہ ٹھونس چکی ہیں اور اپنے بھائیوں کو غم واندوہ، مصیبتوں، طوفانوں، آندھیوں اور ہر قسم خطرات کے بیابانوں، جبر کے طغیانوں اور درندوں کے نرغے میں بے حال پڑے دیکھ کر بھی انکے چہروں پر اضمحلال، اضطراب کے بجائے اطمینان پایا جاتا ہے۔ یہی وہ بدترین بزدلی ہے کہ جو ہماری

آج کی مرتب شدہ تاریخ کے صفحات میں زیب عنوان بن رہی ہے۔

میراث میں آئی ہے انھیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

یہاں اس امر کو واضح کرنا ضروری ہے کہ امہ اور مسلم مما لک پر مسلط حکمرانوں کے متخالف نقاط نظر ہیں، امہ کے ہر فرد کا دل مظلوم مسلمانوں کے ساتھ دھڑکتا ہے جبکہ مسلم مما لک کے حکمرانوں بالخصوص عرب بدمعاش سلاطین کے پتھر دل پر مظلوم مسلمانوں کے غم و الم اور ان کی چیخوں سے کوئی اثر نہیں ہوتا، اقتدار کی چاہ ،شکم پروری اور مادہ پرستی نے انھیں بے ایمانی اور منافقت کی قعر مذلت میں پھینک دیا ہے۔جس مسلمان کے دل نے دوسرے مسلمان کی کربنا کی پر پیچ وتاب کھانا چھوڑ دیا ہو وہ دل نہیں واللہ پتھر کی سل ہے۔جگر مرادآبادی کیا خوب فرما گئے۔

جب تک غم انسان سے جگر انسان کا دل معمور نہیں
جنت ہی سہی دنیا لیکن جنت سے جہنم دور نہیں

لیکن یاد رکھیں ! ایمان و یقین جس مسلمان میں مستحکم ہو تو وہ ہمت شکن حالات میں بھی خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے ہمت نہیں ہارتے اور حوصلہ نہیں کھوتے ۔ کرۂ ارض کے جن گوشوں میں مظلوم مسلمان اپنی آنکھوں میں بسائے خوابوں کی تعبیر پانے، فضاؤں سے نور اترنے اوراندھیروں میں روشنیاں پھوٹنے کے انتظار میں جابر، غاصب اور ظالم قوتوں کے سامنے سینہ سپر ہیں، انھیں خاک اورخون کے کتنے ہی دریا درپیش ہوں لیکن اس کے باوجود ان کی سعی پیہم اور جہد مسلسل میں کوئی ناامیدی، جھول، تشکیک، تذبذب، اشکال، شبہ، فکری الجھاؤ، جذباتی ہیجان اور ڈھلمل یقین اورخود سپردگی ہرگز نہیں پایا جا رہا ہے۔ ظالموں کا دست بازو مروڑ کر رکھنا ،ان کی میخیں اکھاڑ پھینکنا، سفاک حکمرانوں سے دوبدو حق گوئی کرنا ؛ حق پرستی اور اس کی حمایت میں جاں کھپا دینا مسلمانوں کی تاریخ رہی ہے ۔علیٰ ہذاالقیاس اسلامیان کشمیر حق وصداقت کی علم تھامے ہوئے انصاف دلانے کے لیے بار باراورلگا تار اپنی پکار جاری رکھے ہوئے ہیں۔

سینے چاک ہیں اور خونیں قبائیں
لیکن انصاف کی پکار سے وہ باز نہ آئے

اس فانی دنیا میں کسی کو بقا نصیب نہیں، کوئی نہیں جو آسمان و زمین کی عمر کو پائے، بس فرق ہے کہ کوئی جلدی جاتا ہے، تو کوئی تھوڑی دیر تک اپنا وجود باقی رکھتا ہے، راہ حق پر چلنے کا عزم کسی کا ساتھ تادم ہوتا ہے، تو کوئی ہمراہ بننے سے قبل ہی بے راہ ہو جاتا ہے، کوئی ہمدم ہو کر بھی ہمراہ نہیں ہو پاتا، اور کوئی ہمراہ ہو کر ہمدم نہیں ہو پاتا، زندگی میں نہ جانے کتنی کہانیاں اور کتنے قصے ادھورے رہ جاتے ہیں، کوئی زندہ رہ کر مردہ بنا جاتے ہیں تو کوئی مرونی زندگی میں احساس و نایابی کا رنگ بھر جاتے ہیں، لیکن یہ بات پلے باندھ لیں کہ زندگی کی خوبصورتی اور خوشگواری تو ساتھ نبھانے میں ہے، زندگی کی پر پیچ گھاٹیاں اس قدر بلندی اور نشیبی سے ہو کر گزرتی ہیں کہ کوئی کم سن درخت کی نرمی اور کوئی گھنے پیڑ کی پگڈنڈیاں بھی اس کے قریب نہیں پہنچ سکتی۔

کشمیر پر بھارتی جابرانہ قبضے اور جارحانہ تسلط کے بعد جاری رہنے والی اس کی بربریت نے کشمیری مسلمانوں کی نسلوں کو راہ آزادی پر چلنا اور مقاصد کے حصول تک اس پر گامزن رہنے کا سلیقہ بخشا۔ مستقل مزاجی کے ساتھ منزل کی طرف قدم اٹھانے کا ایک ڈھنگ دیا۔ کشمیر کے مسلمان نوجوان نے یہ سلیقہ، یہ ڈھنگ اسلامی تعلیمات سے سیکھا۔ یہ خالصتاً اسلامی تعلیمات کی کرشمہ سازی ہے کہ وہ بھارت کا طوق غلامی اتار پھینک کر آزادی برائے اسلام کے حصول کے لیے اس راستے پر چل نکلے۔ کشمیر کی نوجوان نسل کو کتنے نشیب و فراز سے گزرنا اور ابھرنا پڑ رہا ہے۔ کتنی چٹانوں سے اسے ٹھوکریں کھانی پڑ رہی ہیں۔ کتنے موڑ سے اسے مڑنا پڑ رہے ہیں۔ مگر اس کی رفتار کی ایک خاص شان اور دلربا چال ہے جو نہیں بدلتی۔ بلاشبہ کشمیر کے مسلمان نوجوانوں کی زندگی نوع بہ نوع سانحات کے ساتھ گزر رہی ہے اور یہی سانحات انھیں اپنی آغوش میں سمیٹتی اور اپنے سانچے میں ڈھالتی ہوئی ان کے قدموں کو آگے بڑھاتی ہے۔ اس سفر میں نور ایمان سے مالا مال مملکت خداداد کے نوجوان بھی یہ سمجھتے ہوئے کہ مسلم کشمیر پر پلید ہندو کی جارحیت ہو یہ ہم سے برداشت نہیں۔ ان کے ایمانی جذبے نے جوش مارا، اور وہ اپنے بھائیوں کی مدد کو پہنچے، غم کے ماروں کے ساجھے دار بن گئے اور یک جان دو قالب کی عملی

تصویر بن گئے ۔جس کے باعث راہ آزادی کی سنگ تراشی، رشک گلزار بنتی گئی۔

رشتہ ایمان کے باعث کشمیر کے صالحین اور صالحین پاکستان کی کیمسٹری ایک جیسی ہے۔ دونوں کا سرا، ایک دوسرے سے یوں ملا دیتی ہے، جیسے ان میں کوئی فرق ہو اور نہ ہی کوئی تفاوت۔ ارض کشمیر پر بار بار جو یہ نعرہ بلند ہوتا ہے کہ ''ہم پاکستانی ہے ،پاکستان ہمارا ہے ''اور''دل دل پاکستان ،جان جان پاکستان'' یہ کیا ہے یہ اسی کیمسٹری کی یکسانیت کو الم نشرح کرتا ہے ۔بھارت کے تیئں ان کے دل اور دماغ میں یکساں طور پرنفرت پائی جاتی ہے۔ خالص اسلام اور پکاایمان دونوں ایسے تار کے مانند ہیں کہ جومسلمانوں کوبغیر کسی دنیاوی منفعت کے ایک دوسرے سے جڑے قلوب واذہان کو روشن اورمنور رکھتے ہیں۔ بلاشبہ دونوں کا فکری ملاپ، دونوں میں درد اور اپنائیت کا تعلق، دونوں کا حسن و قبح جاننا صرف اورصرف ایمان و اسلام کے رشتے کا کرشمہ ساز ہے ۔دراصل ان کا محور قوت فکر اور قوت اخذ ایک ہے ۔بھارت کے خلاف دونوں کا عمل متوازی ہے اور یہ توازن فطری ہے۔ بغیر دونوں کے اشتراک عمل کے اس خطے کے مسلمانوں کا تحفظ ممکن نہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے حال آشنا، رمز شناس و معاون و مددگار ہیں۔ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے، شانہ سے شانہ ملائے، قدم بہ قدم چلتے ہیں۔ دونوں کی ہم آہنگی، ہم مزاجی یکساں ہے۔ البتہ کشمیر سے پاکستان تک اسلام کے نام پر ہورہی منافقت اورایمان کے نام پر بے ایمانی کرنے والوں پر یہ کلیہ نافذ نہیں ہوتا۔جن مسلمانوں کے اندر قوت فکر نہ ہو اور زندگی کو اسباق کے پیرائے میں سمجھنے کی جستجو نہ ہو وہ ایمان کے عظیم سرچشمہ سے محروم ہیں، صحیح معنوں میں ''حیات''یعنی زندگی ایمان راسخ سے بنتی ہے،سنورتی ہے اور سنگھار کرتی ہے۔

زہے نصیب: راقم 1996 سے ماہنامہ محاذ کشمیر کے علاوہ سری نگر کے سب سے بڑے اردو اخبار''کشمیر عظمیٰ''اور پاکستان کے قومی سطح کے اخبار''92نیوز'' کے ادارتی صفحات پر کشمیر کی صورتحال پر مستقل طور پر لکھتا رہا اور پاکستان اورکشمیر کے ایمانی تعلق کو اُجاگر کرنے کی کوشش کرتا رہا ہوں اور یہ سلسلہ اس کتاب کے منصۂ شہود پرآنے تک بحمداللہ جاری و ساری ہے۔قلم

بہت بڑی قوت رکھتا ہے۔ اس قوت اور طاقت نے قوموں میں انقلاب برپا کیا، ان کی ذہن سازی کی ان میں صالح فکر پیدا کی، صالح اور پاکیزہ فکر کو دوسروں تک منتقل کرنے اور معلومات کو دوسروں تک پہنچانے میں قلم سب سے اہم رول ادا کرتا ہے۔ اسلامی تحریکوں میں قلم اور تحریر کے ذریعہ جو نوشتے لکھے جاتے ہیں وہ انمٹ ہوتے ہیں اور ہر زمانے میں ان رشحات سے رہنمائی لی جاتی ہے۔

واضح رہے کہ مظلومین پر بیت جانے والے مظالم پر لکھی جانے والی ہر تحریر کا تعلق درد دل اور خون جگر سے ہوتا ہے۔ دل کے ارمان، نگاہوں کا شوق اور سینہ کی گرمی بیان کرنے کے لیے تمام ڈکشنریاں ناکام ہیں، اس میں کوئی دورائے نہیں کہ زیرک قارئین تحریر کو لفظوں میں محرر کے جگر کی کیفیت کو تلاش کرتے ہیں، اس کی دلسوزی ڈھونڈتے ہیں اور وہ الفاظ اور سانحات کی منظر کشی کے پیچھے موجود پیکر خاکی کے اس دل مضطرب کو بھی پڑھتے ہیں جو خون کے آنسو رو رو کر تحاریر کو قرطاس پر بکھیرتا ہے۔

میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ اپنے دل کی عمیق گہرائی سے کشمیر میں رستا ہوا لہو، پھول پر گرتی ہوئی تلوار، چٹکتی کلی اور کھلتے گلاب کے مثلے ہوئے چہروں کو سامنے لاؤ، درد و کراہ اور شکستگی میں چور قلم سے جب کشمیر میں جاری بھارتی جبر کی منظر کشی کی جاتی ہے، حساس نفوس کو تو اس کے اندر رنگ و روغن اور نوک پلک کی باریکیوں میں زخم رسیدہ اسلامیان کشمیر کی خوفناک چیخیں سنائی دے رہی ہیں۔ وہ میرے قلم کو محض روشنائی بکھیرنے والا اور داستانیں لکھنے والا نہیں سمجھتے بلکہ کشمیر کی سرزمین سے پیوستہ ایک غمزدہ محرر کے روتے قلم کے صدائے غم اور جمن کی داستان الم کو سمجھ لیتے ہیں۔ یہ بات کئی قارئین نے مجھے بالمشافہ ملاقاتوں میں بتائی۔ اگرچہ عام طور پر ایک محرر اکثر غم روزگار کا رونا روتا ہے لیکن یہاں معاملہ یکسر مختلف ہے یہاں تحاریر کی توسط سے ظالم اور مظلوم، حق و باطل، انصاف وظلم، جائز و ناجائز کے مابین پائے جانے والے واضح فرق کو الم نشرح کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

زندگی خود ایک سبق ہے اور کتابیں انھیں اسباق کی تحریری شکلیں ہیں۔ اس پس منظر میں

کشمیر پر میری تمام کتب محض ایک تحریری دستاویز ہی نہیں بلکہ ایک دلسوز داستان غم بھی ہے، جسے ان دلوں تک پہنچانا مقصود و مطلوب ہے جو اسلامیان کشمیر کے پیچ و تاب کو محسوس نہیں کر پا رہے۔ شائد کہ میرے رشحات قلم سے ان کے دلوں میں ملت اسلامیہ کشمیر سے متعلق درد اور احساس پیدا ہو سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کشمیر پر میری لکھی ہوئی تحاریراور کتب ہی تو میری دولت، میری پونجی اور میرا سرمایہ ہے۔ یہ میرے پاس وہ عظیم دولت ہے جو رب العالمین کے خاص فضل و کرم سے کسی کسی کے حظ میں آتی ہے۔ یہ دولت مجھے اتنا مسرور اور مطمئن رکھتی ہے کہ جس کا کوئی حدوحساب نہیں۔ اسی کے سہارے میں اپنی ذات میں پورے وقار اور آسودگی کے ساتھ زندہ ہوں۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے ملت اسلامیہ کشمیر پر ڈھائی جانے والی قیامتوں کوطشت ازبام کر کے دشمن اسلام ہندو بھارت کے مہیب چہرے کو بے نقاب کرنے کا فریضہ انجام دیا ہے۔ مملکت خداداد میں بیٹھے اس پیکرخاکی کوتحریری ذوق اور تحقیقی شوق نے اس اوج کمال کو پہنچا دیا کہ کشمیر کے موضوع پر کئی کتابیں لکھی۔ میرے قلم کو نوشتہ ہائے کشمیر سے عزت واعزاز ملا اوراسے قدر ومنزلت کا پیرہن نصیب ہوا۔

کشمیر کے موضوع پر لکھی جانے والی یہ کتاب جس کا نام ''کشمیر پلوامہ حملے کے بعد سے دفعہ 370 کے خاتمے تک'' میری نویں تصنیف ہے۔ اسے قبل کشمیر کے پاکباز، کشمیری بیٹوں کی تلاش، کشمیر میں آتش وخوں، کشمیر دو تہذیبی تصادم، کشمیر نائن الیون کے بعد، مسلمانوں کے خلاف مغرب کی جارحیت، کشمیر عزیمتوں کی سرزمین ،کشمیر اور نظریہ پاکستان کے عنوانات سے بحمداللہ کتب تصنیف کر چکا ہوں۔ ان تصانیف میں میری کوشش رہی کہ ان تمام سانحات اور دلدوز واقعات کا تذکرہ ہوجائے جن کا 1990 سے اس کتاب کے منصۂ شہود پرآنے تک اسلامیان کشمیر کو سامنا رہا۔ ملت اسلامیہ کشمیر کی زندگی کے ساتھ کئی سانحات ایسے بھی جڑے ہوئے ہیں کہ جب ان پرآسمان ٹوٹ پڑا، زمین شق ہوئی، ان کے چمن میں پھول اور کلیاں پامال ہوئیں۔

اس کتاب کے ہر اقتباس میں سوز وجگر ہے۔ آخر کیسے لائیں انھیں کہ جنھیں ہم نے کھودیا، جو اُفق کے اس پار چلے گئے ۔ اسلامیان کشمیر کا سب لٹ گیا، مٹ گیا، خزاں نے

سب برباد کردیا، بادِصرصر نے سب اجاڑ کر رکھ دیا۔غموں کا ایک سمندر ہے اور آنسوؤں کا سیل رواں۔ البتہ اللہ رب العالمین جب روزحساب پوچھے گا کہ میرے دین کے غلبے کے لیےتم نے کیا کچھ کیا تو عظیم قربانیوں کی بدولت ان خوش نصیبوں کوامان ملے گی جنھوں نے اللہ کی رضا کے لیے اپنی متاع عزیز پیش کردی۔ ہر چیز فنا ہوجائے گی، معدوم ہو جائے گی، ہمیشہ ہمیش رضائے رب العالمین ہی ساتھ رہے گی اور یہ قربانیاں رائیگاں نہیں ہوں گی، انھی سے رب کی رضا شامل حال رہے گی۔ کشمیر کے اہل ایمان اپنی بیش بہا قربانیوں کو سنجوئے ہوئے ہیں، سینہ سے لگا کر زندگی کا بہانہ بنائے ہوئے ہیں کہ یہی ثروت ہے، یہی خزانہ ہے، جو کچھ ہے بس یہی ہے، سینہ کی گرماہٹ انہی کے دم سے ہے، یہی نگاہیں روشن کرنے اور کمربستہ ہونے کا سامان ہے، انہی کے طفیل سے اجڑا ہوا چمن پھر کھل اٹھے گا اور پھر سے بہار لوٹ آئے گی۔

میں پاکستان کی نامورنظریاتی شخصیت اورمعروف دانشور جناب اوریامقبول جان صاحب کاتہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنھوں اپنے قیمتی وقت میں سے چندلمحات نکال کرمیری اس کتاب کی تقریظ لکھ کر میرا حوصلہ بڑھایا۔ میں جناب جنرل عبداللہ صاحب کا ممنون ہوں کہ انھوں نے کشمیر کے موضوع پر لکھنے پر میری راہنمائی کی۔ میں برادرم محمد حسین خان صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جو سایہ کی طرح میرے ساتھ ساتھ رہے۔ میں بھائی رانا محمود احمد کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنھوں نے میری اس کتاب کو کمپوز کیا۔ آخر پر میں جناب اکبر صاحب سیالکوٹ کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنھوں نے اس کتاب کو شائع کرنے میں میری معاونت کی۔ اللہ رب العالمین انھیں ثواب دارین عطا فرمائے۔

پیرزادہ رسول شاہ
قلمی نام عبدالرافع رسول
محرم الحرام1442/ ستمبر 2020

جہاد کشمیر کی تاریخ میں پہلی قہر انگیز کاروائی

گذشتہ 1990 سے آج تک مجاہدین نے کشمیر نے وادی کے طول وعرض میں قابض بھارتی فوج پر بڑے بڑے حملے کیے اور ایسے معرکے لڑے کہ جو کئی دنوں پر محیط رہے۔ان حملوں اور معرکوں میں قابض بھارتی فوج کے ایک لیفٹیننٹ جنرل ولیم فرناڈیس، کئی بریگیڈیئروں، کرنلوں اور میجروں سمیت ہزاروں قابض بھارتی فوجی ہلاک کردیئے گئے لیکن (Collateraldamage) قابض ہندوفوج کے اجتماعی نقصان کے باعث 14 فروری 2019 کو بھارتی قابض فوج پر ہوا قہرانگیز حملہ اس لیے سب سے بڑا حملہ تھا کہ اس حملے میں بیک وقت قابض بھارتی فوجی اہلکاروں کی ایک بڑی تعداد واصل جہنم ہوئی۔

1990 میں شروع ہونے والی عسکری تحریک کو کھنگال کر دیکھ لیجیے تو اس امر میں کوئی شک باقی نہیں رہے گا کہ سرینگر جموں روڈ پر لیتہ پورہ اونتی پورہ ضلع پلوامہ میں قابض بھارتی فوج (CRPF) کے کانوائے پر ہوا یہ فدائی حملہ جہاد کشمیر کی تاریخ کا سب سے بڑا، قیامت خیز، خونین، تباہ کن اور قہرانگیز تھا۔جس مقام پر یہ عادل جانان نے قابض بھارتی فوج پر فدائی حملہ کیا وہاں قریب ہی جموں وکشمیر پولیس لائنز اونتی پورہ، اور قابض بھارتی فوج سی آر پی ایف کی 110 بٹالین کا ہیڈکوارٹر بھی تھا۔

ملت اسلامیہ کشمیر کے ہیرو، بطل حریت عادل احمد ڈار ولد غلام حسن ڈار عرف وقاص کمانڈو ساکن گنڈی باغ کاکہ پورہ ضلع پلوامہ نے بھاری مقدار میں بارود سے بھری (secarpeo) گاڑی مخالف سمت چل کر قابض بھارتی فوج کے کانوائے کیساتھ ٹکرائی اور ایک ساعت شکن

زوردار دھماکہ ہوا جس کی لرزہ خیزی آس پاس کے تمام دیہات تک محسوس کی گئی۔ بھارت کے سرکاری پریس ریلیز کے مطابق اس حملے میں اسکے 51 فوجی اہلکار ہلاک جبکہ 38 دیگر شدید طور پر زخمی ہوئے، جن میں سے متعدد کی حالت تشویشناک بتائی گئی۔ پریس ریلیز میں بتایا گیا کہ فوجی کانوائے کی کئی گاڑیاں دھماکہ کی زد میں آگئیں جس میں ایک بس میں سوار تمام اہلکار ہلاک ہوگئے۔ واضح رہے کہ یہ اعداد و شمار بھارت کی طرف سے پیش کردہ ہیں لیکن اسے قبل بھی میں لکھ چکا ہوں کہ ہم نے 1990 سے آج تک بنظر غائر دیکھا کہ مقبوضہ کشمیر کے طول و عرض میں برپا کسی بھی معرکے میں بھارت اپنی فوج کا مورال گرنے کے ڈر سے اپنے نقصان پر درست اور صحیح اعداد و شمار پیش نہیں کرتا۔

پلوامہ حملے سے قبل مجاہدین نے قابض بھارتی فوج پر 18 بڑے حملے کیے، جن میں پانچ بڑے حملے شامل ہیں۔ پانچ بڑے حملوں میں ضلع بارہمولہ کے اوڑی علاقے میں 18 ستمبر 2016 کو قابض بھارتی فوج کے بریگیڈ ہیڈکوارٹر پر حملہ ہوا، جس میں بھارتی اعتراف کے مطابق کم سے کم 19 اہلکار ہلاک ہوئے۔ قابض بھارتی فوج نے اپنے (Collateraldamage) کی بنیاد پر مجاہدین کے اس حملے کو سب سے بڑا حملہ قرار دیا تھا۔ پٹھان کوٹ میں 2 جنوری 2016 میں کو بھارتی فضائیہ کے بیس پر حملہ ہوا اس میں بھارتی اعداد و شمار کے مطابق 9 اہلکار ہلاک ہوئے جبکہ زخمی ہونے والوں کی تعداد 20 بتائی گئی۔ بھارتی پنجاب کے گرداس پور کے علاقے دینا پور میں 7 جولائی 2015 میں صبح کے وقت پولیس بس پر حملہ ہوا اس کے بعد پولیس سٹیشن کو نشانہ بنایا گیا ان حملوں میں بھارتی اعترف کے مطابق 11 اہلکار ہلاک ہوئے۔ 10 جولائی 2017 میں امرناتھ سے آنانتگ جانے والے فوجیوں کو نشانہ بنایا گیا جس میں بھارتی اعتراف کے مطابق 7 افراد ہلاک ہوئے۔ لیکن ان تمام حملوں کے بعد جب 14 فروری 2019 جمعرات کو شیر دل مجاہد عادل نے قابض بھارتی فوج پر قیامت ڈھائی تو بھارت پکارا اٹھا کہ یہ حملہ اوڑی سے لے کر اب تک ہونے والے حملوں میں سب سے بڑا حملہ تھا۔

قابض بھارتی فوج کے لیے اس تباہ کن اور قہر انگیز حملے کے بعد جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے

کہ عبقری شان کے حامل مجاہد عادل احمد کی ایک ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل ہوئی جس میں مجاہد عادل کہتا ہے کہ ''یہ ویڈیو آپ تک پہنچنے تک میں جنت میں پہنچ چکا ہوں گا۔ ویڈیو میں وہ کہتا ہے کہ ایک سال قبل میں مجاہدین کے سپیشل اسکارڈ فدائین دستے میں شامل ہوگیا تھا اور میں آج کے دن کا ہی انتظار کررہا تھا.....'' اس ویڈیو کلپ میں کشمیر کے ماتھے کا جھومر عادلاحمد ڈار نوجوانان کشمیرکو بھارت کے خلاف عملی جہاد میں شرکت کرنے کی دعوت دیتے ہوئے کہتا ہے کہ جہاد کے سوابھارت کا کوئی علاج نہیں۔ مجاہد عادل احمد نے بارہویں جماعت کا امتحان پاس کیا اس دوران جب 2 فروری 2018 کو ایک عظیم ترین اور نامور مجاہدنوید جٹ سرینگر سینٹرل جیل سے سری نگر کے صدر اسپتال لیجانے کے دوران فرار ہوا تو اسکے معاً بعد ہی عادل احمد ڈار بھی لاپتہ ہوا جبکہ باضابطہ طور پر زیور جہاد زیب تن کرکے اور کلاشنکوف کے ساتھ تصویر 6 مارچ 2018 کو منظر عام پر آئی۔ مجاہدنوید جٹ کو چھڑانے میں جو 3 نوجوانوں نے عملی مدد دی تھی ان میں عادل احمد ڈار بھی ایک تھا۔ عادل احمد ڈار کے علاوہ مجاہد ہلال اور مجاہد سمیر احمد بھی نوید جٹ کو چھڑانے میں معاون بتائے گئے مجاہدنوید جٹ اورانکے یہ تینوں معاونین اب اس دنیافانی میں نہیں ہیں بلکہ جنت کے بالاخانوں میں پہنچ چکے ہیں۔'' خدارحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را''

ایک طرف اسلامیان کشمیر کے ماتھے کا جھومر عادل ڈار ایک عظیم اور بے مثال جہادی کارروائی انجام دینے کی بڑے پیمانے پر منصوبہ بندی کرچکے تھے اور بشکار کے منتظر تھے جس پر جھپٹ پڑنے کے لیے وہ لمحات گن رہے تھے تو دوسری طرف جموں میں بھارتی قابض فوج سی آر پی ایف کے مختلف یونٹوں سے وابستہ قریب 2500 اہلکار درماندہ پڑے تھے جو سرینگر آکر اسلامیان کشمیر کے قتل عام کرنے کے لیے کندھے تول رہے تھے بالآخر موت نے انھیں 14 فروری 2019 جمعرات کو کشمیر بلالیا۔ قابض بھارتی فوج کے اس کانوائے کو سورج غروب ہونے سے قبل ہی سرینگر پہنچ جانا طے تھا۔ عمومی طور پر دیکھا گیا کہ جب جموں و کشمیر میں قابض بھارتی فوج کا کانوائے (Move) کرتا ہے تو کانوائے تقریباً ایک ہزار اہلکاروں

پر مشتمل ہوتا ہے، لیکن اس بار جموں ،سری نگر سڑک موسم کی مسلسل خرابی کے باعث چونکہ بند پڑی تھی اس لیے ایک ساتھ 2500 فوجی اہلکاروں کو سری نگر پہنچانے کے لیے کانوائے چل پڑا۔ یہ کانوائے 14 فروری 2019 جمعرات سہ پہر 3 بجکر 20 منٹ پر لیتہ پورہ اونتی پورہ میں فوڈ کارپوریشن کے گودام کے نزدیک قابض بھارتی فوج سی آر پی ایف کی 110 بٹالین ہیڈکوارٹر کے عین قریب کرالہ موڑ سے جارہا تھا، تو اس کانوائے پر شیر دل عادل ڈار نے قیامت برپا کردی۔

ایک خوفناک اور لرزہ خیز دھماکہ ہوا اور کانوائے میں شامل کئی گاڑیاں فدائی حملے کی زد میں آ گئیں جس کے نتیجے میں فوجی گاڑیوں کے پرخچے اڑ گئے ،فوجیوں کی لاشیں دور دور تک بکھر گئیں۔ تباہ شدہ فوجی گاڑیوں کے ٹکڑوں میں آگ لگی ہوئی تھی اور ان سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ ایک سو میٹر سے زیادہ کے احاطے میں روڈ کے دونوں طرف چیزیں بکھری ہوئی تھیں ، یہ صف شکن جہادی کارروائی اس زوردار پیمانے کی تھی کہ قریب ایک سو میٹر تک قابض فوجیوں کے اعضاء بکھرے پڑے تھے۔تباہ شدہ فوجی گاڑیوں میں ایک گاڑی زیر نمبر JK01Q/6948 تھی اس میں سی آر پی بٹالین 76 بٹالین کے 39 اہلکار سوار تھے جو سارے کے سارے واصل جہنم ہوئے۔ قابض بھارتی فوج نے اس امر کا اعتراف کیا کہ جس شدت کیساتھ دھماکہ ہوا اور جس بڑے پیمانے پر فوج کا نقصان ہوا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس کارروائی میں 350 کلوگرام بارودی مواد کا استعمال کیا گیا اور اس سارے بارود کے پھٹ جانے کے نتیجے میں اتنی بڑی تباہی ہوئی۔ اس تباہ کن فدائی حملے اور اس کے نتیجے میں ہوئے دھماکے کی آواز کئی کلومیٹر تک سنی گئی۔ ترال، پلوامہ، پانپور اور حتیٰ کہ پانتہ چوک اور نوگام تک بھی دھماکہ کی آواز سنی گئی۔جائے وقوع پر ہیبت ناک مناظر دیکھنے میں آرہے تھے۔ عادل ڈار کے اس فدائی حملے کے بعد جموں سری نگر روڈ پر گھنٹوں تک سناٹا چھا گیا دونوں طرف سے ٹریفک کی نقل وحرکت رک گئی اور اس روڈ پر کئی کلومیٹر تک درماندہ مسافر و پرائیویٹ گاڑیوں کی لمبی قطاریں لگ گئیں۔

ضلع پلوامہ کے اونتی پورہ کے نواحی گاؤں لیتہ پورہ میں فدائی حملہ کرنے والے عظیم مجاہد عادل احمد کی شہادت کی جونہی خبر پھیل گئی تو آس پاس کے علاقوں سے لوگ ان کے آبائی گھر امڈ آئے۔اس دوران علاقے میں احتجاجی مظاہرے بھی ہوئے، ظالم کشمیر پولیس کیساتھ مظاہرین کا آمنا سامنا بھی ہوا، مظاہرین پر پولیس نے شلنگ کردی جبکہ مظاہرین نے جی بھر کر پولیس پر پتھراؤ کیا۔ دوسری طرف امریکہ سے یورپ تک اس فدائی حملے کی مذمت کی گئی۔کیسی اندھیرنگری ہے کہ بھارتی قابض فوج کے ہاتھوں کشمیر کے گبھرو جوان قتل ہوں تو کشمیریوں کے سوا کسی کو درد محسوس نہیں ہوتا ،مگر کشمیر کا انیس سالہ ایک شیر دل مجاہد جب ان ہاتھوں کو توڑ دیتا ہے کہ جو کشمیریوں کا مذید قتل عام کرنے کے لیے کشمیر آرہے ہوں تو نہ صرف جموں سے کنیا کماری تک درد محسوس کیا جاتا ہے بلکہ امریکہ اور یورپ کے دلوں میں اسکی ٹیسیں محسوس کر لی جاتی ہیں ۔پلوامہ حملے کے خلاف جموں کے ہندوؤں نے ''جموں بند'' کے نام پر ہڑتال کرائی اس دوران مسلمانوں کی بستیوں پر حملے بھی کیے گئے۔ جموں کے گجر نگر میں مسلمانوں کی کئی گاڑیاں جلا دیں گئیں اوراس دوران جموں میں کئی مسلمانوں کی شہادت بھی واقع ہوئیں اور بیسیوں زخمی بھی ہوئے۔

کشمیر تنازع کے حل میں تاخیر، ملت اسلامیہ کشمیر کی خواہشات سمجھنے سے انکار،انکی چادر اور چار دیواری کو پامال کرنا ،ان کیخلاف طاقت کا وحشیانہ استعمال عمل میں لا کر انھیں بے نام قبروں میں سلا دینا ،ان کے اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں کی زندگی چھین لینا،ان کے بچوں اوربچیوں کو اندھا بنا دینے ،فوجی قوت کا استعمال، کیچ اینڈ کل آپریشنز، گولیاں اور پیلٹ چلانا، نوجوانان کشمیر کو کالے قوانین کے تحت گرفتار کرنا اور انھیں ٹارچر سلوں میں سڑانے سے کشمیریوں کی چوتھی نسل جس کرب والم کا شکار ہے اس کا کوئی حدوحساب نہیں۔ دنیا کو سمجھنا چاہیے کہ بھارت کے شرمناک ہتھکنڈوں کے ذریعے کشمیری عوام کا جذبہ آزادی کو نہیں کچلا یا جاسکتا کیونکہ اس جذبے کی جڑیں ایمان سے پیوستہ ہیں۔

⊙......⊙......⊙

بھارتی فضائیہ کی جارحیت

14 فروری 2019 کو پلوامہ میں قابض بھارتی فوج کے کانوائے پر کشمیر کے ایک بہادر سپوت عادل احمد ڈار کے خونین فدائی حملے پر بھارت حواس باختہ ہو گیا اور کشمیر کی سرزمین سے تعلق رکھنے والے عادل احمد ڈار کے ایک ویڈیو بیان کو بہانہ بنا کر قابض بھارتی فوج پر ہونے والے قیامت خیز حملے میں پاکستان کو موردِ الزام ٹھہرایا جبکہ پاکستان یہ کہتے ہوئے کہ ایک مظلوم کشمیری نوجوان کے ایکشن پر پاکستان کو کیونکر موردالزام ٹھرایا جاسکتا بھارتی الزام کی مسلسل تردید کررہا تھا۔ انڈیا کی جانب سے لگائے گئے الزام کے نتیجے میں پاکستانی وزیر اعظم عمران خان نے 19 فروری 2019 کو قوم سے خطاب کرتے ہوئے بھارت کو پلوامہ میں نیم فوجی اہلکاروں پر ہونے والے فدائی حملے کی تحقیقات میں مکمل تعاون کی پیشکش کرتے ہوئے اور متنبہ کیا کہ اگر انڈیا نے پاکستانی سرزمین پر کارروائی کی تو پاکستان اس کا جواب دینے کا سوچے گا نہیں بلکہ ضرور جواب دے گا، ادھر بھارت کے تیور بدل چکے تھے اور وہ انتقام کی آگ میں جل رہا تھا۔ بھارت کے بدلے ہوئے تیور اور اس کے دھمکی آمیز بیانات سے پاکستان چونک اٹھا تھا۔

پلوامہ حملے کے بعد وادی کشمیر میں قابض فوج نے ہائی الرٹ جاری کر دیا گیا اور بھارت فضائی کے لڑاکا طیارے سرینگر کے علاوہ پونچھ علاقے میں رات بھر پرواز کرتے رہے جس سے خوفزدگی کا عالم پیدا ہوا۔ عالم یہ تھا کہ شام ہوتے ہی جب ملگجے سائے پھیل جاتے، سورج کی ناؤ مغرب کے شفق رنگ سمندر میں غرقاب ہو جاتی، تاریکی زینہ بہ زینہ کرہ ارض کے

گوشوں میں اتر جاتی اور سرمئی شام رات کی قبا اوڑھ جاتی تو ادھر سری نگر میں بھارت کی ائیرفورس اور ادھر مظفرآباد میں پاکستان کی فضائیہ کے لڑاکا طیارے اُفق در اُفق محو پرواز ہو جایا کرتے تھے جسے یہ واضح ہو رہا تھا کہ دونوں ممالک کے مابین جنگ ہونے والی ہے۔

آزاد کشمیر کی فضائیں پاکستان کے جنگی طیاروں کے شبانہ گشت سے گرج رہی تھیں پاکستان کی ائیرفورس کے ہائی الرٹ کے باعث کسی کے وہم وگمان میں بھی یہ نہیں تھا کہ بھارتی ائیرفورس کے جنگی طیارے آزاد کشمیر کے فضائی حدود پامال کرنے کی حماقت کر ڈالیں گے۔اس دوران 26 فروری 2019 منگل کی شب سہ پہر کو بھی آزاد کشمیر کے دارالحکومت مظفرآباد کی فضائیوں میں مکینوں نے جنگی طیاروں کی زور دار گرج سنی لیکن وہ متعلق نہیں گھبرائے۔ گھبراہٹ بھی کس بات کی ہوسکتی تھی وہ سمجھ رہے تھے کہ ہماری اپنی ائیرفورس کے طیارے کئی دنوں سے چوکسی برت رہے ہیں اور یہ اپنے طیاروں کا ہی گشت ہے۔لیکن عوام الناس کے ہوش اس وقت اڑے جب صبح ہونے پر یہ پتا چلا کہ رات بھر کی آوازوں میں انڈیا کے جنگی طیاروں کی آوازیں بھی شامل تھیں جو پاکستان کی فضائی حدود پامال کر کے بالاکوٹ کے جابہ علاقے کے جنگلات تک گھس آئے اور بم گرا کر واپس چلے گئے۔

افواج پاکستان کی جانب سے پہلا بیان آیا کہ انڈین فضائیہ نے لائن آف کنٹرول کی خلاف ورزی کی اور بھارتی طیارے کنٹرول لائن کے نزدیک دوکلومیٹر تک اندر آ گئے۔ اس کے دو گھنٹے بعدا فوج پاکستان کے اس وقت کے ترجمان جنرل آصف غفور نے واقعے کی تفصیل بتاتے ہوئے ٹویٹ کیا کہ انڈین طیارے ایل او سی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مظفرآباد سیکٹر سے داخل ہوئے اور پاکستانی فضائیہ کی جوابی کارروائی پر بھاگتے ہوئے اپنا ''پے لوڈ'' پھینک گئے جو بالاکوٹ کے قریب گرا۔اس کے بعد بھارتی میڈیا نے دھمال ڈالی کہ بھارتی ائیرفورس نے بالاکوٹ میں جیش محمد کے تربیتی کیمپ پر بمباری کرتے ہوئے تین سو سے زائد جیش مجاہدین کو مار ڈالا بھارتی عوام بھی سوشل میڈیا کے ذریعے وہی زبان بول رہے تھے کہ جوان کا الیکٹرانک میڈیا بول رہا تھا یوں بھارتی الیکٹرانک اور سوشل میڈیا کی

طرف سے ابلاغی محاذ پر ایک طوفان برپا ہوا۔اس دوران پاکستان کا ہر شہری متحیر اور متعجب تھا کہ پاکستان کی ائیرفورس کے چوکنا ہونے اور فضائیوں میں اسکے شبانہ گشت کے باوجود یہ کیسے ممکن ہوا۔دراصل یہ لائن آف کنٹرول کی ہی نہیں بلکہ انٹرنیشنل فضائی حدود کی بھی خلاف ورزی ہوئی تھی کیونکہ بھارت کے جنگی طیارے جہاں سے واپس پلٹے وہ علاقہ پاکستان کا صوبہ پختونخواہ کہلاتا ہے۔ بعد ازاں افواج پاکستان کے ترجمان کی پریس بریفنگ میں بھی اس بات کی تصدیق کر دی گئی۔افواج پاکستان کے ترجمان کا کہنا تھا کہ انڈین طیارے وادی نیلم کی جانب سے آئے جہاں سے آنے پر پاکستانی طیاروں نے ان کا پیچھا کیا اور انھیں بھگا دیا گیا۔واضح رہے کہ لائن آف کنٹرول ''جنگ بندی لائن'' کے قریب ضلع نیلم مظفرآباد سے کم از کم ایک سو کلومیٹر دوری پر واقع ہے۔

جابہ کا گاؤں مظفرآباد سے لگ بھگ 38 کلو میٹر زمینی فاصلے پر واقع ہے۔مظفرآباد شہر سے سات کلومیٹر مغرب کی جانب گڑھی حبیب اللہ قصبے سے پاکستان کے صوبہ خیبرپختونخوا کے حدود شروع ہو جاتے ہیں۔گڑھی حبیب اللہ کا قصبہ ختم ہوتی ہی بٹراسی کا علاقہ شروع ہوتا ہے اور بٹراسی پہاڑ کی دوسری جانب ''جابہ'' ہے۔ جابہ کے جس مقام پر بھارتی ائیرفورس کے طیاروں نے بم پھینکے وہ ایک پہاڑی علاقہ ہے یہاں مکانات نہایت قلیل ہیں اور وہ بھی دور دور واقع ہیں پاکستان کے میڈیا نے اس جگہ کو اپنی سکرین پر دکھایا جہاں بھارتی جنگی طیاروں نے بم پھینکے تھے وہاں ایک کچے گھر کو جزوی نقصان پہنچنے کے سوا کسی جانی و مالی نقصان کو نہیں دیکھا گیا۔

بھارتی ائیرفورس کی اس جارحیت پر جابہ کے مقامی شہریوں کا کہنا تھا کہ انھوں نے منگل کی شب تین سے چار بجے کے درمیان چار سے پانچ زوردار دھماکوں کی آوازیں سنیں۔ ان دھماکوں کی آوازیں سن کر گاؤں کے لوگ ایک دوسرے سے موبائل فون پر دھماکوں سے متعلق جانکاری پوچھتے رہے لیکن کسی کے پاس بھی اس حوالے سے کوئی مصدقہ خبر نہ تھی۔کئی لوگوں نے تھانہ بالاکوٹ سے دھماکوں کے بارے میں معلومات پوچھی تو تھانے والوں کا کہنا تھا کہ

رات چار بجے کے قریب مانسہرہ اور بالاکوٹ کی حدود میں واقع جابہ ٹاپ پر دھماکوں اور طیاروں کی نچلی پرواز کی آوازیں سنی گئیں جب پولیس اہلکار جابہ ٹاپ پر پہنچے تو وہاں پہلے ہی سے افواج پاکستان کے جوان پہنچ چکے تھے۔

بھارت کی اس کھلی جارحیت پر دہلی میں اس وقت کے انڈین سیکریٹری خارجہ وجے گوکھلے نے ایک پریس کانفرنس میں کہا ہے کہ انڈیا کے 12 میراج 2000 طیاروں نے منگل کی شب بالاکوٹ میں واقع جیشِ محمد کے سب سے بڑے کیمپ کو ہدف بنا کر اس پر حملہ کیا ہے۔ انڈین فضائیہ کے چیف نے واقعے کے چھ روز بعد ایک مختصر پریس کانفرنس میں کہا کہ میراج جنگی طیاروں نے کنٹرول لائن کے پار دہشت گردی کے ایک بڑے کیمپ کو تباہ کر دیا۔ جب ان سے سوال کیا گیا کہ وہ لاشیں آخر کدھر گئیں جن کا تذکرہ کیا جا رہا ہے تو اس کا جواب تھا کہ حملہ کرنا ہمارا کام ہے نہ کہ لاشیں گننا اس حوالے سے حکومت ہی بات کر سکتی ہے اور یہ کہتے ہوئے وہ پریس کانفرنس سے اٹھ کر چلے گئے۔

سوال یہ ہے کہ بھارت پلوامہ حملے کے محرکات کی طرف توجہ مبذول کرنے کے بجائے پاکستان کی حدود میں جنگی طیارے کیوں دوڑائے ۔کیا اسے پتا نہیں کہ جس عادل ڈار نے بھارتی فوج کو شمشان گھاٹ اتارا وہ کبھی پاکستان گیا ہی نہیں تھا اس نے سرزمین کشمیر پر ہی جہادی تربیت پائی اور بارود بھارت سے ہی خریدا، بھارت کو یہ بات کون سمجھائے کہ تحریک آزادی کشمیر ایک نئے ویژن (NewVision) اور ایک نئی منصوبہ بندی کے ساتھ نئے مرحلے میں داخل ہو چکی ہے اور اب قابض بھارتی فوج پر پلوامہ جیسی قہرانگیز کارروائیاں عمل پذیر ہونے سے نوجوانان ملت اسلامیہ کشمیر کو کوئی نہیں روک سکتا آج عادل تو کل الطاف اور اشرف اٹھیں گے اور تن سے بارود باندھ کر بھارت سے اسلامیانِ کشمیر کے خون کا بدلہ چکائیں گے۔

تاریخ کے اوراق اور اس کے نوشتے گواہ ہیں کہ طاقت کے بے بہا استعمال کے باوجود ملت اسلامیہ کشمیر کی آواز تھمنے کی بجائے توانا ہوئی ہے جبکہ بھارت کا دیوقامت حجم کشمیری مسلمانوں کے عزم و ہمت کے سامنے لرز رہا ہے مگر خفت کے مارے ہندو بنیا ضد اور ہٹ

دھرمی چھوڑنے کو تیار نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ پلوامہ میں ہوئی جہادی کارروائی کے بعد مودی موذی نے حقیقت پسندانہ طرزِ عمل اختیار کرنے کی بجائے بڑھک بازی شروع کی۔ پاکستان کو سبق سکھانے کی دھمکی دی اور پھر بوکھلاہٹ میں ایسی جارحیت کا ارتکاب کر ڈالا۔لیکن اگلے روز دن کے اجالے میں پاکستان کی ائیرفورس کے جوابی حملے نے بھارتی فوج کی طاقت کا پول کھول کر رکھ دیا۔اس کے ساتھ ساتھ خود بھارت کے اندر مودی کے مخالفین اور سلجھے ہوئے دانشوران مودی کی پالیسیوں کو ٹارگٹ کرکے بتاتے رہے کہ مودی نے بھارت کو بارود کے ڈھیر پر لا کھڑا کیا ہے۔ 27فروری 2019 کو جب پاکستان ائیرفورس نے پلٹ وار کرکے بھارت کے دانت کھٹے کردیئے تو اس کے بعد اگرچہ وقتی طور پر دونوں ممالک کے مابین جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی لیکن ایک خوفناک جنگ کے تمام خطرات اس وقت تک کافور نہیں ہوسکتے جب تک بھارت کشمیر سے اپنی فوجیں واپس نہ بلالے گا کیونکہ کشمیر پر اس کا جابرانہ قبضہ ہی فتنے کی اصل جڑ ہے۔جنوبی ایشیا کا نیوکلیئر فلیش پوائنٹ کشمیر ہے اوراس مسئلے کو حل کرنا ہی ہوگا اسکے بغیر کشیدگی کا مکمل خاتمہ ممکن نہیں ہے۔

⊙......⊙......⊙

دن کی روشنی میں انڈیا کو سرپرائز ملا

بدھ 27 فروری 2019 دوپہر کو پاکستان ایئر فورس کے لڑاکا طیارے کشمیر کو بالجبر منقسم کرنے والی ''جنگ بندی لائن'' کے قریب پونچھ کی فضائی حدود میں داخل ہوئے اور اسی طرح خالی جگہوں پر بم گرائے جس طرح 26 فروری کی شب کو بھارتی جنگی طیاروں نے جابہ کے ویران علاقے میں پے لوڈ گرایا تھا۔ واپسی پر پاکستان ایئر فورس کے لڑاکا طیاروں نے بھارتی ائیر فورس کے دومگ طیاروں کو رجھا کر ''جنگ بندی لائن'' کے قریب لا کران میں سے ایک کو آزاد کشمیر کے علاقے ضلع بھمبر کے پونا گاؤں میں گرایا، یہ گاؤں ''جنگ بندی لائن'' کے سماہنی سیکٹر میں واقع ہے۔

بدھ 27 فروری 2019 افواج پاکستان کے اس وقت کے ترجمان جنرل آصف غفور کی جانب نے ایک مختصر پریس کانفرنس کے دوران کہا کہ بدھ کی صبح پاکستانی فضائیہ کی کارروائیوں کے بعد انڈین فضائیہ کے طیاروں نے ایک مرتبہ پھر ایل اوسی عبور کی جس پر پاکستانی فضائیہ نے دو انڈین طیاروں کو نشانہ بنایا ہے۔ تباہ ہونے والے دونوں انڈین طیاروں میں سے ایک آزاد کشمیر کے بھمبر میں گرا جبکہ دوسرے کا ملبہ مقبوضہ کشمیر کے علاقے میں گرا۔

ادھر عین اسی وقت اور عین اسی دن مقبوضہ کشمیر کے ضلع بڈگام جو ضلع پونچھ کے حدود کے قریب واقع ہے میں بھارتی ائیر فورس کا ایک طیارہ گرا تو اس کے فوراً بعد سینکڑوں کشمیری نوجوان فضا سے زمین پر گرنے ہوئے بھارتی ائیر فورس کے جلتے ہوئے طیارے کا نظارہ کرنے کے لیے پہنچے۔ وہ پاکستان زندہ باد، پاک فوج زندہ باد کہتے ہوئے خوشی کا اظہار کر

رہے تھے۔ بڈگام کے گاؤں گارینڈ کلاں میں میں جہاں بدھ کی صبح ساڑھے دس بجے انڈین ایئر فورس کا ایم۔17 طیارہ گر کر تباہ ہوا تھا، بھارتی ائیرفورس کے ترجمان کی طرف سے باضابطہ اعتراف کیا گیا کہ طیارے میں مرنے والوں کی تعداد9 ہے جن میں ائیرفورس کے 7 آفیسران بھی شامل تھے۔گاؤں کاایک عام شہری بھی اس حادثے میں جاں بحق ہوگیا جو طیارہ گرتے وقت اس کی زد میں آ گیا۔مذکورہ شہری کی شناخت کفایت احمد گنائی ولد محمد رمضان گنائی کے طور ہوئی ہے۔اپنے طیاروں کی تباہی پر پہلے بھارت نے چپ سادھ لی بلکہ یہ تک کہا کہ اس کا کوئی طیارہ نہیں ب گرایا گیالیکن جونہی پاکستان کے میڈیانے بھارت کے ایک پائلٹ کواپنی سکرین پر سامنے لایاجس نے اعتراف کیا کہ اس کانام ابھی نندن کمارہے اوروہ بھارتی ایئرفورس میں بطور ونگ کمانڈر ہے اوراس کا سروس نمبر 27981 ہے تو بھارت میں صف ماتم بچھ گیا۔

اب بھارتی حکام نے اس امرکااعتراف کرلیا کہ بدھ 27فروری 2019 کی دوپہرکوایل اوسی سے دراندازی کرتے ہوئے تین پاکستانی طیارے نوشہرہ سیکٹر میں داخل ہوئے۔ انڈین فضائیہ کے مطابق یہ واقعہ لائن آف کنٹرول کے نوشہرہ سیکٹر میں پیش آیا جہاں پاکستانی طیارے ضلع راجوری کی حدود میں داخل ہوئے۔ جبکہ پاکستان کے دفتر خارجہ کی جانب سے جاری کیے گئے بیان میں کہا گیا ہے کہ بدھ کی صبح پاکستانی ائیرفورس کے طیاروں نے مقبوضہ جموں وکشمیر میں اہداف کو نشانہ بنایا تاہم کسی جانی نقصان اور (Collateraldamage) اجتماعی نقصان سے بچا گیا۔ بیان میں کہا گیا کہ اس اقدام کا واحد مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ پاکستان اپنے دفاع کا حق اوربھر صلاحیت رکھتا ہے۔ بیان میں کہا گیا کہ وہ کشیدگی میں اضافہ نہیں چاہتا لیکن اگر ایسا ہوا تو پاکستان اس کے لیے مکمل طور پر تیار ہے اور اسی لیے دن کی روشنی میں کارروائی کی گئی تاکہ واضح تنبیہ کی جا سکے۔

پاکستان کے دفتر خارجہ کے بیان میں کہا گیا کہ اگر بھارت(Credible Evidence) معتبر ثبوت دیئے بغیر جیش محمد یاکسی اورتنظیم کی پشت پناہی کا الزام لگا کرحملہ کرنے کی حماقت

کرتا ہے تو ہم اپنا حق محفوظ رکھتے ہیں۔ بیان میں یہ بھی کہا گیا کہ پاکستان اس راستے پر نہیں چلنا چاہتا لیکن اگر اسے مجبور کیا گیا تو وہ سخت اقدام اٹھانے میں کسی بھی پس و پیش سے کام نہیں لے گا۔

رات کی تاریکی میں بھارتی ائیرفورس کے جابہ کے جنگلات پر حملے اور دن کے اجالے میں پاکستان کے ائیرفورس کے جوابی حملے کے بعد پاکستان نے اپنی فضائی حدود (Air space) خصوصاً شمالی فضائی حدود کمرشل پروازوں کے لیے بند کر دی ہے۔ 27 فروری 2019 کے بعد کئی ماہ تک لاہور، فیصل آباد، ملتان، سیالکوٹ، بہاولپور، رحیم یار خان کی فضائی حدود بالکل خالی پڑی رہیں، پاکستان کے سول ایوی ایشن حکام کے مطابق فضائی حدود کو حفظِ ماتقدم کے پیشِ نظر بند کیا گیا۔ پاکستان کی فضائی حدود بند کرنے کی وجہ سے بھارت کی تمام بین الاقوامی پروازیں جو پاکستان کی فضائی حدود استعمال کر کے بحیرۂ عرب کے اوپر سے گزر کر مشرق وسطیٰ، یورپ اور امریکہ جاتی تھیں۔

پاکستان کی طرف سے اپنی (Air space) فضائی حدود بند کرنے کی وجہ سے دہلی اور امرتسر سے مشرق وسطیٰ، یورپ اور امریکہ جانے والی بھارتی ''کمرشل پروازوں'' کو دہلی اور امرتسر سے اڑ کر ممبئی کی فضاؤں کو استعمال کر کے کئی گھنٹوں کی اضافی پرواز کا سامنا کرنا پڑا جس سے اسے اربوں کا خسارہ اٹھانا پڑا۔ دوسری طرف بھارت نے بھی لیہہ، جموں، سرینگر اور پٹھان کوٹ کی فضائی حدود اپنی کمرشل پروازوں کے لیے اس لیے بند کر دی کہ کہیں پاکستان کے جنگی طیارے گھس کر نہ آئیں۔

پاک بھارت کے مابین پائی جانے والی سخت ترین کشیدگی کے دوران امریکہ، فرانس، آسٹریلیا نے اپنی فریب کاری کا ایک اور دور چلا کر اپنی مسلم دشمنی کو ایک بار پھر واشگاف کر دیا اور پاکستان اور بھارت کے مابین لڑائیوں کی جڑ تنازع کشمیر کو حل کرنے کے بجائے پاکستان کو ان کے غلط فہم کے تراشیدہ اور وضع کردہ اصطلاح شدت پسندی کے خاتمے پر درس دیتے رہے۔

فرانسیسی وزارت خارجہ کے ٹوئٹر پیغامات میں ساتھ ساتھ کہا گیا کہ وہ بھارت کی جانب

سے سرحد پار مغرب کی تراشیدہ اصطلاح ''دہشت گردی'' کے خلاف کاروائی کرنے کے حق کو تسلیم کرتے ہیں اور پاکستان پر زور دیا کہ وہ ملک میں مغرب کی تراشیدہ اصطلاح ''شدت پسند'' عناصر کو ختم کریں۔ آسٹریلیا کی وزارت خارجہ نے بھی ایسا ہی پیغام جاری کیا جس میں انھوں نے زور دیا کہ پاکستان اور بھارت ایسا کوئی عمل نہ کریں جس سے خطے میں امن متاثر ہو۔ اس پیغام میں بھی پاکستان پر زور دیا گیا کہ وہ ملک کی حدود میں'' شدت پسند'' عناصر کے خلاف کاروائی کرے۔ اس کے علی الرغم چین اوراوآئی سی کے بیانات قدرے معتدل تھے چین کی وزارت خارجہ کے ترجمان نے بھی دونوں ممالک سے کہا کہ وہ حالات کو بہتر بنانے کی کوشش کریں تا کہ خطے کا امن برقرار رہے۔اس کے علاوہ مسلم ممالک کے درمیان تعاون کی تنظیم اوآئی سی نے اپنے بیان میں بھارت کی جانب سے ایل اوسی کی خلاف ورزی کی شدید مذمت کی اور دونوں ممالک کو تحمل سے کام لینے پر زور دیا۔اوآئی سی کے بیان میں کہا کہ وہ پاکستان کی حدود کی خلاف ورزی کرنے کی شدید مذمت کرتا ہے اور اس بات پرزور دیتا ہے کہ پاکستان اور بھارت ذمہ داری سے کام لیتے ہوئے پرامن طریقے اور مذاکرات کے ذریعے معاملات کا جلد از جلد حل نکالیں۔

بھارت کو پاکستان فضائیہ کی طرف سے جس شرمندگی اوررسوائی کا سامنا کرنا پڑا،تواس پراس نے غور کیااوراپنی فضائیہ کوفرانس کے بنائے ہوئے رافال طیارے خریدنے کا حتمی فیصلہ کرلیا۔2مارچ 2019 کی شام کو بھارتی ٹی وی چینل کے منعقدکردہ ایک مباحثے میں پاک فضائیہ سے خفت اٹھانے پر نریندر مودی کا کہنا تھا کہ اگر انڈیا کے پاس جنگی جہاز رفال ہوتا تو نتیجہ کچھ اور ہوتا۔ جب یہ کتاب منصۂ شہود پر آ رہی تھی تو بالآخر بھارت کا فرانس سے معاملہ طے پا گیااور بھارت نے 2016 میں پونے 9ارب ڈالرز سے زائد مالیت میں فرانس سے چھتیس رافال لڑاکا طیارے خریدنے کا سودا کیا تھا جس کے تحت فرانس نے 9اکتوبر 2019 کو پہلا رافال طیارہ بھارت کے سپرد کردیا۔ بھارت کو رافال لڑاکا جیٹ حوالے کرنے کی تقریب فرانس کے جنوب مغرب میں واقع علاقے میرجنک میں طیارہ ساز فرم داسالٹ

ایوی ایشن کے پلانٹ میں منعقدہ ہوئی، اس میں فرانسیسی وزیر دفاع فلورینس پارلی اور ان کے بھارتی ہم منصب راجناتھ سنگھ نے خصوصی شرکت کی۔ تقریب میں رافال لڑاکا جیٹ باضابطہ طور پر بھارت کے حوالے کیے جانے کے بعد وزیر دفاع راجناتھ سنگھ نے اس طیارے پر ہندی میں ''اوم'' لکھا اور اس کی اسی طرح پوجا کی جس طرح ہندوستان کے تمام ہندو گائے کی پوجا کرتے ہیں۔ 28 جولائی 2020 کو فرانس نے بھارت کو پانچ رافال طیارے حوالہ کردیئے اور اس موقع پر کہا گیا کہ فرانس باقی رافال دو برسوں کی مدت میں بھارت کے حوالے کردے گا۔

گرفتار بھارتی پائلٹ ابھی نندن کی واپسی

26اور 27فروری 2019منگل اور بدھ کو پاک بھارت جنگی طیاروں کی (Dogfight) کے بعد پیداشدہ سخت ترین کشیدگی کے دوران وزیراعظم پاکستان عمران خان نے 28 فروری 2019جمعرات کی سہ پہرکوپاکستان کی قومی اسمبلی کے مشترکہ اجلاس سے اپنے خطاب میں بھارت کو مذاکرات کی دعوت دیتے ہوئے کہا کہ پاکستان بھارت کے ساتھ کشیدگی میں کمی کرنا چاہتا ہے اور اپنے خطاب کے آخر پرعمران خان نے اعلان کیا کہ 27فروری بدھ کو جس بھارتی پائلٹ کوگرفتار کیا گیااسے یکم مارچ 2019جمعہ کورہا کردیاجائے گا۔ تاہم پاکستان سے مقبوضہ کشمیرتک عوام نے عمران خان کے اس فیصلے کونہایت عجلت میں لیا گیافیصلہ قراردے کراسے سخت ناپسند کیا۔

یکم مارچ جمعہ 2019 کو بھارتی پائلٹ ابھی نندن کو واہگہ بارڈر پر پاکستان میں موجود بھارتی ہائی کمیشن کے حکام کی موجودگی میں بھارت کے حوالے کیا گیا۔ پاکستانی حکام کی طرف سے سرکاری طور پر یہ کہا گیا تھا کہ ابھی نندن کو جمعہ کے روز دوپہر تین بجے بھارتی حکام کے حوالے کیا جائے گا لیکن پائلٹ کو انڈیا کے حوالے کرنے میں کئی گھنٹے کی تاخیر ہوئی۔جس پر پاکستانی حکام کا کہنا تھا کہ ابھی نندن کی حوالگی میں تاخیر اس کے میڈیکل چیک اَپ کی وجہ سے ہوا جس کا کیا جانا ضروری تھا۔لیکن بھارت کا کہنا تھا کہ یہ تاخیر جان بوجھ کر کی گئی تا کہ پوری دنیا کی توجہ ابھی نندن کی طرف مبذول کروائی جاسکے۔ ابھی نندن کی رہائی پر نریندر مودی نے ایک ٹویٹ کے ذریعے ابھی نندن کوخوش آمدید کہتے ہوئے لکھا کہ ’’پوری بھارتی

قوم کو آپ کی مثالی جرت پر فخر ہے‘‘ بھارتی سیاست دانوں نے بھی اپنے پائلٹ کی واپسی پر مسرت کا اظہار کیا۔ کانگرس کے صدر راہول گاندھی کا ایک ٹویٹ میں کہنا تھا کہ ’’ونگ کمانڈر ابھی نندن تمھارے وقار، شعور اور بہادری پر ہمیں فخر ہے۔‘‘ لیکن کسی نے ان سے یہ نہیں پوچھا کہ ابھی نندن کی وہ کونسی بہادری تھی کہ جس پر مودی سے لے کر راہول گاندھی تک سب فخر کر رہے تھے، کیا اس کی بہادری یہی تھی کہ مگ 21 تو ڑوا کر اور آزاد کشمیر کے لوگوں سے خوب پٹائی کھا کر بھارت واپس جا رہا تھا۔

امرتسر سے 26 کلومیٹر کے فاصلے پر اٹاری چیک پوسٹ پر لوگوں کا ایک بڑا ہجوم انڈین ونگ کمانڈر ابھی نندن کی حوالگی کو دیکھنے کے لیے جمع تھا اور لوگ ڈھول کی تھاپ اور انڈین گانوں پر بھنگڑے ڈال کر خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ اس تقریب پر بھارت کے مقامی اور بین الاقوامی میڈیا کی توجہ مرکوز تھی۔ لیکن میڈیا کو اٹاری بارڈر سے ڈیڑھ کلومیٹر دور روک دیا گیا تھا۔

جونہی ابھی نندن کو بھارتی حکام کے حوالے کیا گیا تو اسے میڈیا اور نہ ہی وہاں موجود عوام سے ملنے دیا گیا۔ اسے وصول کرنے کے لیے کوئی بڑا فوجی آفیسر نہیں آیا اور نہ اسے کسی سپاہی نے سلیوٹ کیا۔ ریڈ کراس سوسائٹی ابھی نندن کو اپنے ساتھ لے گئی اور اس کا مکمل میڈیکل چیک اپ کیا گیا۔ اس معائنے کے دستاویزات تیار کرنے کے بعد اسے بھارتی فضائیہ کے حوالے کیا گیا۔ جس کے بعد کئی دن تک بھارتی پائلٹ ابھی نندن بھارتی فضائیہ کی میڈیکل ٹیم کے معائنے میں رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ انٹیلی جنس (debriefing) ہوئی کہ اس کے ساتھ کیا ہوا، کیسے ہوا۔ ابھی نندن کی واپسی کے بعد اسے نوکری پر دوبارہ بحال کیا گیا اور اس وقت کے بھارتی ائیر چیف بریندر سنگھ دھنووا نے اسے دوبارہ مگ طیارہ اڑانے کے لیے دے دیا جبکہ 15 اگست 2019 بھارت کے یوم آزادی پر ابھی نندن کو میڈل بھی دیا گیا لیکن سب حیران تھے کہ وہ کونسا کارنامہ تھا کہ جس پر اسے تمغہ ملا۔

واضح رہے کہ بدھ 27 فروری کو بھارتی مگ 21 طیارے کے پائلٹ ابھی نندن کا طیارہ پاکستانی فضائیہ کے اسکارڈن لیڈر جری ہیرو محمد حسن کا نشانہ بن گیا۔ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے

کہ بھارت نے ابتدائی طور پر کہا تھا کہ اسکے سب پائلٹ خیریت سے ہیں لیکن جب پاکستانی فوج نے زیرحراست پائلٹ ونگ کمانڈر ابھی نندن کی ویڈیو جاری کی۔ یوٹیوب پر دستیاب ایک منٹ 20 سیکنڈ دورانیے کی اس ویڈیو میں اسے چند سوالات کیے گئے جن کے جواب میں وہ کہہ رہا تھا کہ اس کے ساتھ پاکستان میں اچھا سلوک ہو رہا ہے اور اگر وہ اپنے ملک واپس گیا تو اپنا بیان نہیں بدلے گا۔

قیدی بھارتی پائلٹ کی واپسی کا یہ واقعہ پہلی بار نہیں ہوا بلکہ دونوں ملکوں کے درمیان قیدیوں کا تبادلہ ہوتا رہا۔ ماضی کے چند اہم واقعات کوسامنے رکھتے ہوئے ونگ کمانڈر ابھی نندن کی وطن واپسی ممکن ہو پائی۔

اگرچہ انڈیا اور پاکستان کے درمیان آئے روز قیدیوں کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے لیکن یہ قیدی اکثر ایسے غیرفوجی افراد، دیہاتی اور مچھیرے ہوتے ہیں جو مویشیوں یا مچھلیوں کی تلاش میں غلطی سے دوسرے ملک کی حدود میں پہنچ جاتے ہیں۔البتہ اسے علیٰ الرغم بھارت اور پاکستان کے درمیان جنگی قیدیوں کی رہائی کا سب سے بڑا واقعہ 1971 کی پاک بھارت جنگ کے دوران پیش آیا تھا جب مشرقی پاکستان اورآج کے بنگلہ دیش میں بھارتی فوج نے 90 ہزار پاکستانی فوجی جنگی قیدی بنائے تھے۔پاکستان کے ان فوجی ان قیدیوں کی رہائی بھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی اورانکے پاکستانی ہم منصب ذوالفقارعلی بھٹو کے مابین بھارتی ریاست ہماچل پردیش کے سیاحتی شہرشملہ میں''شملہ معاہدے'' کے تحت عمل میں آئی تھی جس پر ذوالفقارعلی بھٹو اور اندرا گاندھی نے دستخط کیے تھے۔ اس کے بعدقیدیوں کی رہائی کا دوسراموقع تب دیکھنے کوملاجب دونوں ممالک کے درمیان مئی اور جون 1999 کو کارگل کے سنگلاخ فلک بوس پہاڑوں پر جنگ لڑی گئی اس لڑائی کے بعد یہ دوسرا موقع تھا کہ پاکستان نے بھارت کے کسی فوجی کوحراست میں لیا تھااور پھراسکی رہائی بھی عمل میں لائی۔کرگل جنگ کنٹرول لائن پر ہونے والی ایک محدود جنگ تھی جو پاکستان اور بھارت کے درمیان لڑی گئی۔ اس جنگ میں واضح کامیابی کسی ملک کو نہ مل سکی۔لیکن پاکستانی فوج نے بھارت کے تین لڑاکا

جہاز مار گرائے۔ اس جنگ میں پاکستان کی مضبوط پوزیشن پر قبضے کے باعث ابتدائی طور پر بھارتی فوج توازن کھو بیٹھی اوراس کے فراہم کردہ اعدادوشمار کے مطابق اس جنگ میں اس کے 700 سے زائد فوجی ہلاک ہوئے جبکہ عینی شاہدین اس سے کہیں زیادہ نقصان بتارہے ہیں۔ اس جنگ میں بھارت کو برا جھٹکا لگا لیکن بعد میں فریقین نے امریکی ثالثی پر جنگ بندی کا اعلان کیا۔

کرگل کی جنگ میں پاکستان کی فضائیہ نے انڈین فضائیہ کے دو مِگ 29طیارے مار گرائے تھے۔ جو دو ہواباز اس آپریشن میں شامل تھے ان میں سے پاکستان کی جانب سے ایک کو زندہ جبکہ دوسرے کی لاش کو بھارت کے حوالے کیا گیا تھا۔اس فضائی لڑائی میں مارے جانے والے بھارتی سکواڈرن لیڈر اجے اہوجا کی لاش کی حوالگی کا معاملہ متنازعہ رہا کیونکہ بھارت کا کہنا تھا کہ پاکستانی فوج نے اسے بھی زندہ پکڑا تھا لیکن بعد میں ہلاک کر ڈالا۔ پاکستان کا موقف تھا کہ اگر اسے بھارتی پائلٹ کو ہلاک کرنا ہوتا تو وہ دونوں کو ہلاک کرڈالتا، بلکہ اس کے پاس بھارتی پائلٹ کمبامپتی نچکیتا کوقتل کرنے کا جواز زیادہ تھا کیونکہ جب اس کے طیارے کونشانہ بنایا گیا تو وہ طیارہ تباہ ہونے سے پہلے ایمرجنسی بٹن دبا کر پیرا شوٹ کے ذریعے زمین پراترا،اوراس نے موقع پرموجود پاکستانی فوجیوں پرگولیاں چلائی تھیں۔

پاکستان نے بھارتی پائلٹ کمبامپتی نچکیتا کو 3جون 1999 کو کمبامپتی نچکیتا کو انٹرنیشنل ریڈکراس کے حوالے کیا گیا، جنھوں نے اسے بھارتی سفارتکاروں کے سپرد کر دیا۔ انڈیا واپسی کے بعدنچکیتا نے ابھی نندن کی طرح بھارتی فضائیہ میں اپنی ملازمت جاری رکھی اور اس دوران اسے ابھی نندن ہی کی طرح فوجی اعزاز سے بھی نوازا گیا۔ خیال رہے کہ بھارتی پائلٹ کمبامپتی نچکیتا کو 27 مئی 1999 کوکرگل جنگ کے دوران اسکردو کےقریب اس وقت قیدی بنایا گیاتھا کہ جب اس کاطیارہ پاکستان نے مارگرایااووہ پیراشوٹ کے ذریعے زمین پراترا تھا۔

بھارت واپس پہنچنے پر جب سے نچکیتا سے پوچھا گیا کہ حراست کے دوران اسے کیا

سلوک کیا گیا تو اسنے کوئی تبصرہ کیے بغیر صرف اتنا کہا تھا کہ وہ کسی طرح واپس کشمیر پہنچ کر اپنا مشن جاری رکھنا چاہتا ہے۔تاہم کئی برس بعد اس نے حراست کے دوران کے واقعات کی تفصیل انڈیا کے ایک نجی ٹی وی چینل کو بتائی۔اس گفتگو میں چِکیتا کا کہنا تھا کہ پاکستانی فوج کے جن جوانوں نے انھیں حراست میں لیا وہ ان پر تشدد کرنا چاہتے تھے کیونکہ ان کی نظر میں، میں وہ دشمن تھا جو کچھ دیر پہلے فضا سے ان پر بم برسا رہا تھا،لیکن خوش قسمتی سے جو افسر وہاں پہنچا وہ سمجھ دار نظر آتا تھا۔اس نے صورت حال کو بھانپ لیا اور اسے سمجھ آ گئی کہ اب میں ایک قیدی ہوں اور میرے ساتھ وہی سلوک ہونا چاہیے جو کسی قیدی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس افسر نے جوانوں کو کنٹرول کیا، جو کہ ایک بڑی بات تھی کیونکہ جوان بہت غصے میں تھے۔یہ پاکستانی افسر ائیر کموڈور (ریٹائرڈ) قیصر طفیل تھے جو کرگل جنگ کے دوران پاکستانی فضائیہ کے ڈائریکٹر آپریشنز تھے۔اس حوالے سے بی بی سی اردوسروس نے ایک رپورٹ شائع کی جس میں بتایا گیا کہ بھارتی پائلٹ کمامپتی نچکیتا کے بقول قیصر طفیل انھیں جوانوں کے نرغے سے چھڑا کر اپنے کمرے میں لے گئے جہاں وہ اسے پوچھتے رہے کہ تمیں کیا پسند ہے، کیا ناپسند ہے۔

قیصر طفیل نے انھیں اپنے والد کے عارضِ قلب کا بتایا اور اپنی بہن کی شادی کا بھی۔ دونوں کے درمیان یہ گپ شپ ان کے لیے خصوصی طور پر منگائے گئے بغیر گوشت والے سنیکس اور چائے پر ہوئی۔بی بی سی اردوسروس کی رپورٹ کے مطابق اسی حوالے سے ایک معروف انڈین اخبار سے بات کرتے ہوئے ائیر کموڈور (ریٹائرڈ) قیصر طفیل نے بتایا تھا کہ میرے اور نچکیتا کے درمیان اتنی ہی دوستانہ گفتگو ہو رہی تھی جو دو فوجی افسران کے درمیان ہوتی ہے۔ہم چائے بسکٹ کے ساتھ ساتھ ہوابازی کے متعلق ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے ...... میرے ذمہ صرف یہ کام تھا کہ میں اسے پوچھوں کہ وہ کس مشن پر تھا اور اسے کن حالات میں اپنے جہاز سے کودنا پڑا۔ائیر کموڈور (ریٹائرڈ) قیصر طفیل کا کہنا تھا کہ یہ جان کر مجھے اتنی حیرت ہوئی کہ ہمارے درمیان کتنی زیادہ چیزیں مشترک ہیں۔ میں نے نچکیتا سے پوچھا کہ وہ

اس مشن پر آنے سے پہلے کیا کر رہے تھے، تو انھوں نے بتایا کہ وہ اپنی بہن کی شادی کے انتظامات کے لیے چھٹی پر تھے۔ یہاں پاکستان میں بھی بھائیوں سے اپنی بہن کی شادی پر یہی توقع کی جاتی ہے۔

1999 کو کرگل جنگ میں پکڑے گئے بھارتی پائلٹ کمبامپتی نچکیتا کی طرح 27 اپریل 2019 ونگ کمانڈر ابھی نندن نے بھی پاکستان میں اسکے ساتھ ہوئے بہتر سلوک پر گفتگو چائے پیتے ہوئے کی اور پاکستانی فوج کی چائے کی تعریف بھی کی ہے، تاہم یہ آنے والے دنوں میں ہی معلوم ہوگا کہ چائے کے باغات کے لیے مشہور جنوبی انڈیا سے تعلق رکھنے والا ونگ کمانڈر ابھی نندن اپنے بیان پر قائم رہے گا بھی کہ نہیں۔

⊙......⊙......⊙

پاکستان کی فضائیہ نے اپنی دھاگ بٹھا دی

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے 13 اپریل 1948 کو جب رائل پاکستان ایئرفورس رسالپور کا دورہ کیا تو اس موقع پر آپ نے فرمایا تھا''پاکستان کو جتنا جلد ہو سکے اپنی ایئرفورس کو قائم کرنی چاہیے یہ فضائیہ بہت ہی مستعد اور دنیا کی بہترین فضائیہ ہونی چاہیے اور اسے پاکستان کے دفاع میں بری اور بحری کے ساتھ اہم مقام پر کھڑا ہونا چاہیے۔'' قائداعظم کی ان ہدایات کے عین مطابق پاکستان کی فضائیہ کو رفعت اور عروج دیا گیا اور آج ''پاکستان ایئر فورس'' دنیا کی اعلیٰ ترین فضائیہ میں شمار ہوتی ہے۔ بھارت نے منگل 26 فروری 2019 کو رات کی سہہ پہر کشمیر کی جنگ بندی لائن عبور کی اور انٹرنیشنل فضائی حدود کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے مانسہرہ کے علاقہ بالاکوٹ کے جابہ جنگل پر ناکام حملہ کیا تو اگلے روز 27 فروری 2019 کو دن کی روشنی میں صبح ساڑھے دس بجے پاکستان ایئرفورس نے بھارت کی جو بینڈ بجائی اس طوفانی ایکشن اور برق رفتار ردعمل پر پاکستان کی فضائیہ کی صلاحیتوں کا سب کو اعتراف کرنا پڑا۔ بلاشبہ دور جدید کی ہائی ٹیک جنگوں میں فضائیہ فیصلہ کن مقام حاصل کر چکی۔ جس ملک کے پاس جدید ٹیکنالوجی سے لیس جنگی طیارے اور باصلاحیت پائلٹس ہوں،تو وہ جنگ جیتنے کی پوزیشن میں آجاتا ہے۔

بھارت کو فوجی اعتبار سے پاکستان پر عددی برتری یقینی طور پر حاصل ہے۔ جب یہ کتاب منصۂ شہود پر آرہی تھی تو اس وقت بی بی سی اردو کی شائع شدہ ایک رپورٹ کے مطابق بھارتی ایئرفورس کے پاس طیاروں کے 31 سکواڈرن تھے۔ جبکہ پاکستان ایئرفورس کے پاس 11

سکواڈرن تھے ۔رپورٹ میں بتایا گیا کہ ہرسکوڈارن میں 17یا18لڑاکا طیارے ہوتے ہیں۔

تاہم پاکستان اور بھارت کی عسکری اور فضائی قوت کا تقابلی جائزہ عددی برتری کے بجائے کوالٹی اورجدیدٹیکنالوجی کی برتری سے لینا چاہیے۔کیونکہ عددی تقابل سے طاقت کی اصل صورتحال واضح نہیں ہوتی بلکہ طاقت کی اصل صورتحال جاننے کے لیے کوالٹی اور جدید ٹیکنالوجی کو دیکھنا ہوگا اور اسی کوطاقت کی برتری کی بنیاد بنانا ہوگا۔

رائل پاکستان ایئرفورس اپنی ابتدائی تاریخ کی تلخ یادوں کو کچھ اس طرح بیان کرتی ہے۔ انڈیانے برطانیہ کے ملک سے چلے جانے کے وقت ہمیں دفاعی سازو سامان، طیاروں اور اسلحے کے جس چھوٹے سے حصہ کا وعدہ کر رکھا تھا،ہمیں اس سے بھی محروم رکھا گیا۔آخر میں ہمیں انڈیا سے ناکارہ پرزوں سے بھرے صندوق ملے، جن کا کوئی استعمال نہیں ہو سکتا تھا۔اس نوزائیدہ فضائیہ کے سفر کا آغاز اس وقت ہوا جب اس نے 1947 میں کشمیر میں انڈیا اور پاکستان کی لڑائی اور پھر 1965 اور 1971 کی جنگوں میں پاکستان ایئر فورس نے نہایت بے سروسامانی میں بھی بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ پاکستان فضائیہ کے پرانے افسران بالخصوص ایم ایم عالم مرحوم کی بہادری،جرات اور مہارت ہمارے سامنے ہےجن سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان فضائیہ نے ان جنگوں میں اہم کردار ادا کیا تھا۔اگر پاکستان فضائیہ کی کارگردگی کومختصر الفاظ میں بیان کرنا ہوتوبس یہی کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان فضائیہ کی تاریخ عظمت وشجاعت کی داستانوں سے بھری پڑی ہے۔

آج جب یہ کتاب منصۂ شہود پرآرہی ہے تو پاکستان طیارہ سازی میں خود انحصاری کی پالیسی پر گامزن ہے۔ (Pakistan Air Force)پاکستان کی فضائی حدود کی محافظ ہے۔ اس کے پاس 1530 ہوائی جہاز ہیں ۔ان میں میراج، ایف7-، ایف 16-اور کئی دوسرے شامل ہیں۔ پاکستان فضائیہ کے پاس2015میں اس کے اپنے بنائے گئے 200 جے ایف 17- تھنڈر ہیں۔ پاکستان فضائیہ کے پائلٹوں کا شمار دنیا کے بہترین پائلٹس میں ہوتا ہے۔

اس دورجدید میں پاکستان ایئر فورس کا سب سے کارآمد ہتھیار امریکہ سے حاصل کردہ F-16 اورچین کے ساتھ اپنے تیار کردہ جے ایف 17 تھنڈر ہیں۔اس خطے میں پاکستان وہ واحد ملک ہے جوF-16 جنگی طیاروں کو فضائی جنگ میں استعمال کرنے کا تجربہ رکھتا ہے۔ ایف سولہ طیاروں کا پہلاسکواڈرن 1982 میں پاکستان کی فضائیہ کا حصہ بنا۔اس طیارے کی لمبائی : 14.97 میٹر،پر کی لمبائی : 9.46 میٹر، اونچائی : 4.77 میٹر، وزن 6411 کلوگرام رفتار : ماک 1.8 ، حد 3000 کلومیٹر جبکہ اونچائی کی حد : 50000 فٹ۔لیکن امریکہ سے ایف سولہ لڑاکا طیاروں کی خریداری پاکستان کے لیےشروع دن سے ہی بہت مشکل اور دشوار طلب رہی ہے امریکی قدغنوں کی زد میں رہاجوباقی ملنے تھے امریکہ نے دینے سے نہ صرف صاف انکار کیا بلکہ اس کی مد میں سے وصول پانے والی خطیررقم بھی بہانہ بسیار تراش کر ہڑپ کرلی۔

جہاں تکF-16 کاتعلق ہےتواسے اہم جنگی طیارہ کوئی نہیں یہ ہرقسم کےجنگی کام انجام دینے والا طیارہ ہے۔اسے امریکہ کی ایک کمپنی جنزل ڈائینامکس نے بنایا ہے۔ یہ دوسرے طیاروں سے بہت ہلکا ہے اورمشن کو ان سے زیادہ بہتر طریقے سے انجام دے سکتا ہے۔ F-16ایک پائلٹ کی گنجائش رکھنے والا طیارہ ہے۔اس کے اسلحہ میں ایک عدد ایم 61- مشین گن ہے جو اس کے بائیں پر میں نصب ہے۔اس کے علاوہ یہ اے آئی ایم 9- سائیڈ ونڈر میزائل اور اے آئی ایم 120-ایمریم میزائل سے بھی لیس کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ F-16 مختلف بم، راکٹ اور ہوا سے زمین پر مار کرنے والے میزائل بھی لے جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔F-16میں پہلی بار Fly-By-Wire سسٹم اورمختلف اقسام کے بہت اعلی ریڈار بھی نصب ہیں۔اس کے پائلٹ کا کاکپٹ بہت اونچا ہوتا ہے۔F-16 میں کنٹرول سٹک پائلٹ کے بائیں جانب ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ پائلٹ کے سامنے ایک سکرین (HUD) لگی ہوتی ہے جو طیارے کی رفتار، اونچائی، دشمن کے طیاروں سے دوری اور طیارہ کے اسلحے کی تعداد بتاتی ہے۔ F-16

پاکستانی فضائیہ کے نشان اور مخصوص رنگ میں پہلی مرتبہ 1982 میں نظر آیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ پاکستان نے چین کے ساتھ مل کر (JF-17 Thunder) بنایا اس کی تیاری کا مقصد ایک ایسا طیارہ بنانا تھا جو ہلکا ہو، ہر موسم میں، دن رات میں ایک زبردست لڑاکا طیارے کا کام کر سکے۔ یہ طیارہ پاکستان ایروناٹیکل کمپلیکس اور چین کی چینگڈو ایئر کرافٹ انڈسٹری کے تعاون سے بنایا گیا۔ آنے والے برسوں میں پاکستان ایئر فورس میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والا طیارہ ایک انجن والا یہ فائیٹر ہو گا۔ ان برسوں میں آہستہ آہستہ یہ فرانس سے حاصل کیے جانے والے میراج طیاروں کی جگہ لے گا۔

جے ایف17- تھنڈر (JF-17 Thunder)ایک کثیر المقاصد لڑاکا طیارہ ہے۔اس طیارے کی پہلی تجرباتی پرواز 2003 میں چین میں کی گئی جبکہ اس میں مزید بہتریاں لا کر 2006 میں ایک مرتبہ پھر اسے آسمانوں کی وسعتوں میں چھوڑا گیا۔ 12مارچ 2007 کو دو جہاز پاکستان کی فضائیہ کے حوالے کیے گئے تاکہ ان کی پرواز کے مزید تجربات کیے جاسکیں۔ ان جہازوں نے 11روز بعد اسلام آباد میں پہلا فضائی مظاہرہ بھی کیا۔ پاکستان ایروناٹیکل کمپلیکس میں پیداوار کے آغاز کے بعد پہلی بار 23نومبر 2009 کو یہ طیارے پاک فضائیہ کے حوالے کیے گئے۔ پاک فضائیہ 2010 کے اوائل سے جے ایف 17-جہازوں کے مکمل اسکواڈرن کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ابتدائی بناوٹ کے لحاظ سے یہ طیارہ امریکی ساختہ ایف16- کی نقل تھا۔ جس پر امریکا نے شور برپا کر دیا کہ میرے طیارے کی نقل نہیں اتاری جاسکتی۔اس وجہ سے طیارے کی دوسری شکل ایف 16-اور میراج لڑاکا طیاروں سے قدرِ مشترک ہے۔اس پورے منصوبے کی قیمت 500 ملین ڈالر کے قریب ہے جبکہ ایک جہاز کی قیمت 15سے 20ملین ڈالر ہے۔ اسے پاکستان نے اس وقت بنانا شروع کیا جب امریکا نے 1990 میں پاکستان سے تیس ایف 16-طیاروں کے پیسے ہڑپ کر لیے اور بعد میں پاکستان کے اوپر اسلحہ کی خرید و فروخت پر پابندیاں عائد کر دیں۔

(JF-17 Thunder) طیارے میں دو عدد کمپیوٹر نصب ہیں جو اس کے ریڈار یا زمین

سے موصول ہونے والی معلومات کو ہواباز تک پہنچاتے ہیں۔ چین نے چند اہم وجوہات کی بنا پر اس طیارے پر چینی ساختہ ریڈار نصب کیا ہے کیونکہ یہ ریڈار چینی اسلحے کے ساتھ موزوں ہے۔ اس میں دو عدد میزائل سے خبردار کرنے والے یونٹ آگے کی طرف لگے ہیں اور ایک پیچھے کی طرف۔ یہ 60 کلومیٹر دور تک کسی بھی آنے والے میزائل کا پتہ لگا سکتے ہیں۔ یہ ہوائی جہازوں کے خلاف ایس ڈی 10-اور پی ایل 9-میزائل لے کر جا سکتا ہے۔ جے ایف17-سمندری جہازوں کے خلاف ایکسوکٹ، سی801-یا ہارپون میزائل بھی استعمال کر سکتا ہے۔ یہ جی پی ایس کی رہنمائی استعمال کرنے والے بم مثلا ایف ٹی، ایل ٹی اور ایل ایس بم بھی لے جاسکتا ہے۔اگر اسے لیزر کی رہنمائی والے بم لے کر جانے ہوں تو اسے چین کا بنایا گیا ٹارگٹنگ پاڈ بھی لے جانا ہوگا۔۔اس طیارے میں ایک 23ملی میٹر کی مشین گن بھی نسب ہوتی ہے۔

پاکستان ایک5th جنریشن طیارہ بھی تیار کر رہا ہے۔پاکستان فضائیہ میں بہت جلد 3 JF-17Block شامل ہونے جا رہا ہے یہ طیارہ اب تک کا سب سے جدید ترین 4.5 جنریشن کا پاکستانی لڑاکا طیارہ ہوگا، اس طیارے کو جدید ائیر فریم کے علاوہ جدید حفاظتی نظام اور نئی جنریشن کے میزائلوں سے لیس کیا جائے گا۔پاکستان کے اس مایہ ناز لڑاکا طیارے جے ایف 17 تھنڈر کے جدید ترین ورژن بلاک 3 کے ڈیزائن کو حتمی شکل دی جا چکی ہے جس کے بعد یہ چوتھی نسل کے لڑاکا طیاروں سے بھی زیادہ جدید ہوجائے گا اور اپنی صلاحیتوں میں امریکی ایف 16، ایف/اے 18اور ایف 15روس کے سخوئی 27؛ اور فرانس کے میراج 2000 جیسے مشہور لڑاکا طیاروں تک کو پیچھے چھوڑ دے گا۔

جے ایف 17بلاک 3 کا انجن زیادہ طاقتور ہوگا جس کی بدولت یہ آواز کے مقابلے میں دوگنی سے بھی زیادہ رفتار (Mach 2.0+) سے پرواز کر سکے گا۔ اس میں خاص قسم کے کم وزن لیکن مضبوط مادے استعمال کیے جائیں گے جوایک طرف اس کا مجموعی وزن زیادہ بڑھنے نہیں دیں گے جبکہ دوسری جانب اسے دشمن ریڈار کی نظروں سے بچنے میں مدد بھی دیں

گے۔JF-17-01-Engine جے ایف 17 بلاک 3 ایسے جدید ترین ریڈار ''اے ای ایس اے ریڈار'' سے بھی لیس ہوگا جسے جام کرنا دشمن کے فضائی دفاعی نظام''ایئر ڈیفنس سسٹم'' کیلیے انتہائی مشکل ہوگا۔

پائلٹ کا ہیلمٹ جدید ٹیکنالوجی کا شاہکار ہوگا جو طیارے کے اطراف سے بہتر واقفیت کے علاوہ ہتھیاروں پر بہترین کنٹرول کی صلاحیت بھی دے گا۔

JF-17-03-AESA-HMDs جے ایف 17 تھنڈر بلاک 3 میں طویل فاصلے پر موجود زمینی اہداف کا بہتر نشانہ لینے کیلیے خصوصی آلہ ''ٹارگٹنگ پوڈ'' بھی اضافی طور پر نصب ہوگا؛ جبکہ اسے زمینی یا فضائی اہداف کو ان سے خارج ہونے والی گرمی کی بنیاد پر شناخت کرنے اور نشانہ باندھنے والے نظام''آئی آر ایس ٹی'' سے بھی ممکنہ طور لیس کیا جائے گا۔

JF-17-04-Targeting-Pod اپنے بلاک 2 ورژن کی طرح جے ایف 17 بلاک 3 میں بھی دورانِ پرواز ایندھن بھروانے کی سہولت ہوگی جس کے باعث یہ 2,500 کلومیٹر دور تک کسی ہدف کو نشانہ بنا سکے گا۔

یہ فضا سے فضا اور فضا سے زمین تک مار کرنے والے دوسرے میزائلوں کے علاوہ نظر کی حد سے دور تک مار کرنے والے''بی وی آر'' میزائل سے بھی لیس ہوگا۔

JF-17-05-refueling-probe پاکستان کی بری افواج کیلیے بنائے گئے بابر کروز میزائل میں ترامیم کے بعد اسے رعد کروز میزائل کی شکل دے دی گئی ہے جو روایتی یا غیر روایتی اسلحے سے لیس کرکے جے ایف 17 بلاک 3 میں نصب کیا جائے گا اور جس کے باعث سینکڑوں کلومیٹر دور زمینی اہداف کو ٹھیک ٹھیک نشانہ بنایا جاسکے گا۔JF-17-06-Raad امکان ہے کہ جے ایف 17 بلاک 3 کے کاکپٹ میں 2افراد کی گنجائش ہوگی۔ اندازہ یہ بھی ہے کہ اب تک اس پر کام کا آغاز کیا جاچکا ہے کیونکہ متوقع طور پر ان لڑاکا طیاروں کو پاک فضائیہ کے سپرد کرنے کا سلسلہ 2019 سے شروع ہوجائے گا۔

اس مضمون کے آخر پر بھارتی فضائیہ کا بھی تذکرہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ نہایت

آسانی کے ساتھ اس امر کا اندازہ لگایا جا سکے کہ انڈین ایئر فورس کا موازنہ پاک فضائیہ کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ ماضی میں بھارتی فضائیہ کے بیشتر جنگی جہاز سویت یونین ساختہ تھے۔ جب سویت یونین کو زوال آیا، تو بھارت، فرانس اور برطانیہ کی سمت بھی متوجہ ہوا۔ تاہم اب بھی اس کے اکثر جنگی جہاز روسی ساختہ ہیں۔ ان میں سخوئی ایس یو 30MKI(242)، مگ۔29(69)، مگ۔27(120) اور مگ۔21(245) شامل ہیں۔ ان روسی ساختہ بھارتی طیاروں کی کل تعداد 676 بنتی ہے۔1999 میں کرگل جنگ کے دوران پاک فضائیہ سے مار کھانے کے بعد بھارتی فضائیہ کو احساس ہوا کہ اس کے جنگی جہاز فرسودہ ہو چکے۔ چنانچہ اس نے اپنی حکومت سے نئے جہاز خریدنے کا مطالبہ کیا۔ اسی زمانے میں بھارتی فضائیہ کا یہ مطالبہ بھی سامنے آیا کہ وہ 45 اسکوارڈن کھڑے کرنا چاہتی ہے۔ ہر سکوارڈن میں 18 جنگی جہاز ہوتے۔ تاہم بھارتی حکومت نے صرف 42 اسکوارڈن بنانے کی منظوری دی۔2000 میں بھارتی حکومت اپنی فضائیہ کے لیے جدید ترین جنگی طیارے خریدنے کی خاطر سرگرم ہوئی۔ چنانچہ طیاروں کی جانچ پرکھ کا مرحلہ دراز ہوتا چلا گیا اور اس کا کوئی انت نظر نہ آتا۔ دوسری سمت بھارتی فضائیہ دقیانوسی ہو جانے والے اپنے جنگی طیارے ریٹائرڈ کرتی رہی۔ بہت سے جنگی طیارے تباہ بھی ہو گئے۔ خصوصاً مگ۔21 تو بھارتی پائلٹوں میں ''اڑتا تابوت'' (flying coffin) کے نام سے مشہور ہو گیا۔ آخر 2011 میں طے پایا کہ فرانس سے رافال خریدے جائیں۔ مگر اب قیمت کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا۔ فرانسیسی 126 طیارے 8.5 ارب ڈالر میں فروخت کرنا چاہتے تھے۔ بھارتی حکمرانوں کی نظر میں یہ رقم بہت زیادہ تھی۔ چنانچہ رافال خریدنے کا معاملہ لٹک گیا۔

2014 میں نریندر مودی برسر اقتدار آئے۔ انھوں نے اعلان کیا کہ بھارتی افواج کو جدید ترین بنانے کے لیے حکومت اگلے پندرہ بیس برس میں 100 ارب ڈالر خرچ کرے گی۔ مودی پر جنگی جنون سوار تھا۔ اسی باعث مودی یہ بھول گیا کہ بھارتی میں کروڑوں بھارتی غربت و افلاس کی زندگی گذار رہے ہیں۔ ان کی قسمت بدلنے کے لیے اسلحہ نہیں معاشی ترقی

درکار ہے۔ بہرکیف انڈین ائیرفورس کی جانب سے جب مودی کوبطوروزیراعظم یہ بتایا گیا کہ تینوں افواج میں بھارتی فضائیہ سب سے زیادہ لاغر، کمزوراورتوجہ کی محتاج ہے۔جنگی طیاروں کی ریٹائرمنٹ کے سبب اس کی طاقت محض 31یا 32اسکوارڈنوں تک رہ گئی تھی اور بیشتر اسکوارڈن تیزی سے پرانے ہوتے روسی طیاروں پر مشتمل تھے۔ہندوستان کی ائیرفورس کی اس بریفنگ میں مودی کو جب یہ معلوم ہوا کہ ایسی ناگفتہ بہہ حالت میں چینی اور پاکستانی فضائیہ کا مقابلہ ناممکن اورمشکل ہے تو مودی نے فورا جدید ترین جنگی جہاز خریدنے کے لیے2016میں اعلیٰ سطح اجلاس بلالیااورفرانس سے 8.9ارب ڈالرتقریبا نوکھرب روپے کے عوض36ڈیسالٹ رافال (Dassault Rafale) خریدنے کاخریدنے کا فیصلہ کیا۔

(Dassault Rafale) رافال 4.5جنریشن کا ایک عمدہ طیارہ ہے۔کئی اقسام کا اسلحہ لے جاسکتا ہے۔ اس میں جدید ترین آلات نصب ہیں۔ یہ فضائی جنگ کا یقیناً جدید ترین ہتھیار ہے۔فرانس سے سوداطے ہوالیکن اپوزیشن نے یہ کہتے ہوئے اس معاہدے کی مخالفت کی کہ صرف چار پانچ سال قبل بھارت کو 126 رافال طیارے 8.5ارب ڈالر میں مل رہے تھے لیکن اب تواسے کئی گنا زیادہ رقم 8.9ارب ڈالرسے محض 36 رافال خرید کرمودی کون سا کارنامہ انجام دے رہاہے۔

جیسے ہی رافال بھارت کو ملنے کی خبر عام ہوئی، تواس دوران فرانس کے سابق صدرفرانسوا اولانڈ کی طرف سے یہ انکشاف ہوا کہ اس ڈیل کے دوران جب وہ صدارتی دفتر میں تھے تب اس معاہدے کے وقت مودی حکومت نے فرانسیسی طیارہ ساز کمپنی ''داسوفرم'' پر دباؤ ڈالا تھا کہ وہ یہ سودا بھارت کی سرکاری کمپنی ''ہندوستان ایروناٹکس لمیٹڈ''جوعشروں سے جنگی طیارے بنانے کا کام کر رہی ہے کے بجائے بھارت کے سب سے بڑے بزنس مین امبانی کی کمپنی ''ریلائنس ڈیفنس'' کوہی دے دیاجائے۔جس پر''داسوفرم'' نے بھارتی سرکاری کمپنی ''ہندوستان ایروناٹکس لمیٹڈ'' کے بجائے '' ریلائنس کمپنی'' کے ساتھ معاملہ طے کیا۔ میں مودی نے 300 کروڑ بھارتی کرنسی کا کرپشن کیاہے ۔فرانس کے سابق صدرکے اس ہوشربا

انکشاف پر بھارت کی اپوزیشن پارٹیوں نے آسمان سر پراٹھا کرمودی کے خلاف بھارتی پارلیمنٹ میں احتجاج شروع کیااورکانگریس کے لیڈرراہول گاندھی نے مودی کے خلاف ''چوکیدار چور ہے'' کانعرہ بلندکرکے سخت ردعمل کااظہارکیاجس کے باعث فرانس سے کیا گیا یہ معاہدہ روبہ عمل آنہ سکااور بھارت کوفرانس سے رافال جنگی طیارے مل نہ سکے۔

بھارت کی اپوزیشن جماعتوں نے مودی کو2016میں فرانسیسی طیارہ ساز کمپنی داسو سے 36 رفائیل جنگی طیاروں کی خریداری میں بدعنوانی کا الزام عائد کرتے ہوئے کہا کہ ان طیاروں کی قیمت اصل سے زیادہ قیمت ادا کی گئی اورخریداری کےعمل کو شفاف نہیں رکھا گیا تھا۔اپوزیشن جماعتوں نے یہ اعتراض اٹھایا کہ عشروں سے اس کام کا تجربہ رکھنے والی سرکاری کمپنی کی جگہ مودی کے بزنس پارٹنراور معروف بھارتی بزنس مین انیل امبانی کی کمپنی ریلائینس ڈیفنس کو یہ کنٹریکٹ کیوں دیا گیا۔اپوزیشن کی طرف سے نریندرمودی سے فرانس کے ساتھ رافال جنگی جیٹ طیاروں کے معاہدے میں بدعنوانی کے الزامات پر استعفے کا مطالبہ ہوالیکن مودی پراس کاکوئی اثر نہ ہوااوراس نے استعفیٰ نہیں دیا۔

لیکن اس کتاب کے منصۂ شہود آنے تک بھارت کی فرانس کے ساتھ رفال ڈیل طے ہوئی اوراسے پانچ طیارے مل گئے اورانھیں بھارتی فضائیہ میں شامل کرلیا گیاہے۔

⊙......⊙......⊙

کریش انڈیا

بالاکوٹ ناکام حملے کے بعد نریندر مودی کو بھارت کی اپوزیشن پارٹیوں اور سول سوسائٹی کے اراکین نے گھیرلیااور اسے جواب مانگا کہ بالاکوٹ حملے میں کس کو ٹارگٹ بنایا گیااور اس حملے میں مارے جانے والے کتنے تھے اورانکی لاشوں کی تصدیق کے لیے ویڈیوز کہاں ہے۔ وہ سب مودی کو جھوٹا کہہ رہے تھے جس پر نریندر مودی کہہ رہا تھا کہ انڈیا کے سامنے ایک نیا چیلنج کھڑا ہو چکا ہے اور وہ یہ کہ ہندوستان میں لوگ اپنے ہی ملک کی مخالفت اور اپنے ہی ملک کی فوج کا مذاق اڑا کر خود اطمینانی کا سامان ڈھونڈ رہے ہیں اور یہ رجحان بڑھ رہا ہے۔ 2مارچ 2019 بروز ہفتہ شام کو ہندوستان کے ایک بڑے میڈیاہاؤس ''انڈیا ٹوڈے'' کے چینل پرمنعقدایک مباحثے کے دوران مودی کا کہنا تھا کہ ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ آج جب فوج کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑا ہونے کا وقت آیا ہے مگر ہمارے ہی لوگ ہماری فوج پر ہی شبہ کر رہے ہیں انھیں چاہیے کہ ملک کی مسلح افواج پر شک کرنا بند کریں۔ مودی سر پیٹ کر کہہ رہا تھا کہ ہندوستان میں جو اپنی ہی فوج پرسوال اٹھارہے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کے بیانوں اورجن کے مضامین کو پاکستانی اراکین پارلیمان، وہاں کا ریڈیو، وہاں کے ٹی وی چینلوں انڈیا کے خلاف ایک ثبوت کے طور پر استعمال کررہے ہیں۔ نریندر مودی کا کہنا تھا کہ اگر انڈیا کے پاس جنگی جہاز'' رفال'' ہوتا تو نتیجہ کچھ اور ہوتا۔ (Dassault Rafale)رافال 4.5جنریشن کا ایک عمدہ طیارہ ہے۔ کئی اقسام کا اسلحہ لے جاسکتا ہے۔ اس میں جدید ترین

آلات نصب ہیں۔ یہ فضائی جنگ کا یقیناً جدید ترین ہتھیار ہے۔فرانس سے سودا طے ہوا لیکن اپوزیشن نے یہ کہتے ہوئے اس معاہدے کی مخالفت کی کہ صرف چار پانچ سال قبل بھارت کو 126 رافال طیارے 8.5ارب ڈالر میں مل رہے تھے لیکن اب تو اسے کئی گنا زیادہ رقم 8.9 ارب ڈالر سے محض 36 رافال خرید کر مودی کون سا کارنامہ انجام دے رہا ہے۔

جیسے ہی رافال بھارت کو ملنے کی خبر عام ہوئی، تو اس دوران فرانس کے سابق صدر فرانسوا اولانڈ کی طرف سے یہ انکشاف ہوا کہ اس ڈیل کے دوران جب وہ صدارتی دفتر میں تھے تب اس معاہدے کے وقت مودی حکومت نے فرانسیسی طیارہ ساز کمپنی'' داسوفرم'' پر دباؤ ڈالا تھا کہ وہ یہ سودا بھارت کی سرکاری کمپنی ''ہندوستان ایرونا ٹکس لمیٹڈ''جو عشروں سے جنگی طیارے بنانے کا کام کر رہی ہے کے بجائے بھارت کے سب سے بڑے بزنس مین امبانی کی کمپنی ''ریلائنس ڈیفنس'' کو ہی دے دیا جائے۔جس پر''داسوفرم'' نے بھارتی سرکاری کمپنی ''ہندوستان ایرونا ٹکس لمیٹڈ'' کے بجائے '' ریلائنس کمپنی'' کے ساتھ معاملہ طے کیا۔ میں مودی نے 300ہزارکروڑ بھارتی کرنسی کا کرپشن کیا ہے ۔ فرانس کے سابق صدر کے اس ہوشربا انکشاف پر بھارت کی اپوزیشن پارٹیوں نے آسمان سر پر اٹھا کر مودی کے خلاف بھارتی پارلیمنٹ میں احتجاج شروع کیا اور کانگریس کے لیڈر راہول گاندھی نے مودی کے خلاف ''چوکیدار چور ہے'' کا نعرہ بلند کر کے سخت ردعمل کا اظہار کیا جس کے باعث فرانس سے کیا گیا یہ معاہدہ روبہ عمل آنہ سکا اور بھارت کو فرانس سے رافال جنگی طیارے مل نہ سکے۔

حزب اختلاف کے راہنما اور کانگریس کے صدر راہل گاندھی نے ہندوستانی پارلیمان میں اس پر حکومت کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور اس کی مناسبت سے ان کی ریلیوں میں ''چوکیدار چور ہے'' جیسے نعرے لگائے گئے ہیں۔ بھارتی کانگریس کے صدر راہول گاندھی رافیل طیاروں کے سکینڈل میں مودی پر دباؤ بڑھا رہے ہیں۔تازہ ترین صورتحال یہ ہے کہ 6فروری2019 کو بھارتی کانگریس کے صدر راہول گاندھی نے پریس کانفرنس میں مودی کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ رافیل سکینڈل کیس میں مودی کا براہ راست نام آ رہا ہے،

ان کا کہنا تھا کہ مودی پر مقدمہ چلانے کے لیے کافی ثبوت مل چکے ہیں۔ اس لیے اس پر انکوائری کی جائے،اورمودی کے خلاف کرمنل انویسٹی گیشن ہونی چاہیے۔ راہول گاندھی کا کہنا تھا کہ مودی نے اپنے دوست امنبھانی کو فائدہ پہنچانے کے لیے رافیل ڈیل کا بجٹ بڑھایا۔ راہول گاندھی کا کہنا تھا کہ رافیل طیاروں کے سکینڈل اور کرپشن کی کڑی مودی کے ساتھ شروع ہوئی اوران پر ہی ختم ہونی چاہیے۔

14 فروری پلوامہ کے فدائی حملے میں عادل ڈار کشمیری تھا جس تعلق ان لوگوں میں سے تھا کہ جو قابض بھارتی فوج کے تشدد کے شکار ہیں۔صورتحال اب تنگ آمد بجنگ آمد کی نہج پر پہنچ چکی ہے۔اب کشمیر میں بھارت کے خلاف نفرت اس حد تک بلند ہو چکی ہے کہ لوگ اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر، پیلٹ گنوں سے بینائی گنوانے تک کے خوف سے آزاد ہو چکے ہیں۔ یہ حد انتہائی خطرناک ہوتی ہے۔لیکن اگر کوئی اس بات کو سمجھ نہیں رہاہے وہ صرف اورصرف بھارت کا مودی مائنڈ سیٹ ۔پلوامہ حملے کے بعد مودی نے ایسا کمال کر دکھایا کہ اپنے ہی تین طیارے نقصان کروادیئے۔ جابہ حملے کے بعد سے مودی حکومت پر الزامات کا سلسلہ جاری ہے ۔بھارت کی حزب اختلاف حکومت سے جابہ کے جنگل میں ہوئے بھارتی ائیرفورس کے حملے اوراس حملے میں ہوئے ان نقصانات کے اعدادوشمار دکھانے کا مطالبہ کر رہی ہے مودی حکومت اورانڈین ائیرفورس نے جس کا دعویٰ کیا ہے۔اپوزیشن جماعتوں کی جانب سے مودی حکومت سے جابہ کے جنگل پر ہوئے فضائی حملے کے شواہد مشتہر کیے جانے کا بھی مطالبہ کیا جا رہا ہے۔جس پر مودی ،اس کے وزراء اور بھارتی فضائیہ کے چیف کا کہنا ہے کہ کوئی بھی سکیورٹی ایجنسی اپنی تفصیل شیئر نہیں کرتی ،اگر کوئی آپریشنل تفصیل کا مطالبہ کرتا ہے تو وہ یقیناً نظام کو نہیں سمجھتا۔

⊙......⊙......⊙

جب سشما سوراج او آئی سی میں گھس آئی

14 فروری 2019 کو قابض بھارتی فوج پر ہوئے پلوامہ حملے کے بعد جب بھارت نے پاکستان پرفضائی جارحیت کاارتکاب کیااور پاکستان کے جوابی حملے سے دونوں ممالک جنگ کی کیفیت میں نظر آرہے تھے تواسی دوران یکم مارچ 2019 او آئی سی کا اجلاس متحدہ عرب امارات کے ابوظہبی میں منعقد ہوا،اورافسوس یہ ہے کہ اس میں اس وقت کی بھارتی وزیرخارجہ سشما سوراج نے بھی شرکت کی ۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اوآئی سی کے اجلاس میں انڈیا کو مدعو کیا گیا تھا۔ اسلامی کانفرنس نے جس انداز سے اس وقت کی بھارتی وزیر خارجہ سشما سوراج جواس کتاب کے منصۂ شہود آنے سے ڈیڑھ برس قبل انتقال کر گئیں کو بلا کر چھی ڈالی وہ اپنی جگہ بہت افسوسناک امرتھا۔جس کے ردعمل میں پاکستان نے او آئی سی کے وزرائے خارجہ کے اجلاس میں اپنا وزیرخارجہ نہیں بھیجا۔تاریخی طور پر پاکستان اور بھارت کے کشیدہ تعلقات او آئی سی کی تنظیم کے اجلاسوں کے دوران سامنے آتے رہے ہیں۔

1969 میں مراکش کے دارالحکومت رباط میں اوآئی سی کا سربراہی اجلاس تھا۔اس وقت کے صدر پاکستان یحییٰ خان وفد کے ساتھ رباط میں موجود تھے۔یحییٰ خان کو جب معلوم ہوا کہ اسلامی ممالک کی تنظیم میں بھارت کو رکنیت دینے کی تجویز زیرغور ہے اور بھارتی وفد سینئر سیاستدان فخرالدین علی احمد بعدازاں 1974 میں جو بھارت کے صدرمنتخب ہوئے کی قیادت میں اجلاس میں شریک ہورہا ہے تو صدر یحیی خان نے اجلاس میں شرکت کی بجائے ہوٹل میں رہنا مناسب سمجھا۔اس وقت پاکستان نے اعتراض اٹھایا تھا کہ بھارتی ریاست گجرات کے

دارالحکومت احمد آباد میں ہندوؤں کے ہاتھوں مسلمان آبادی کا قتل عام کیا جارہا تھا جسے بھارتی حکومت روکنے میں ناکام رہی۔ صدر یحییٰ خان کے اس فیصلے کے بعد بھارتی وفد کو اجلاس میں شرکت سے روک دیا گیا اور او آئی سی کے فیصلوں تک اس کی رسائی محدود کر دی گئی۔ اس وقت ایران، ترکی اور اردن نے پاکستانی موقف کی حمایت کی تھی۔

1967 کی جنگ کے بعد یروشلم اور مسجد الاقصیٰ اسرائیل کے مقبوضہ علاقوں میں شامل ہو گئی۔ اگست 1969 کو جب ایک اسرائیلی شخص جسے بعد میں ذہنی مریض کہا گیا نے یروشلم میں مسجد الاقصیٰ میں آگ لگانے کی کوشش کی تو اس دلدوز سانحے پر مسلم ممالک میں خاصی بے چینی محسوس کی گئی اور اس شرمناک اقدام مسجد الاقصیٰ کو شہید کرنے کی سازش قرار دیا گیا۔ اس سانحے پر غور وغوض کے لیے سعودی عرب کے بادشاہ شاہ فیصل کے ایما پر مراکش کے بادشاہ حسن نے مسلمان ممالک کے سربراہان کو مدعو کیا تھا جس پر 24 مسلم ممالک کے نمائندے مراکش کے شہر رباط میں جمع ہوئے۔ رباط میں منعقد اجلاس میں مسجد الاقصیٰ پر حملے کی مذمت کی گئی۔ لیکن مراکش نے اس موقعے پر ہندوستان کو بھی مدعو کیا تھا۔ ہندوستان کو شائد اس لیے مدعو کیا گیا تھا کہ اس میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد آباد ہے۔ اس دعوت پر بھارتی وزیر فخرالدین علی احمد کی قیادت میں انڈین وفد وہاں جانے والا تھا لیکن اس سے پہلے پاکستان کے جنرل یحیٰی خان نے کہا کہ ہندوستان کو ہرگز مدعو نہیں کرنا چاہیے۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر اس کانفرنس میں ہندوستان آیا اور اس کا رکن بنا تو پاکستان اپنا نام واپس لے گا۔ اس وقت سعودی عرب کے فیصلے سے ہندوستان کی شمولیت منسوخ کر دی گئی اور ہندوستانی وفد کو کانفرنس روم سے نہ صرف ہٹا دیا گیا بلکہ ہندوستانی وفد کو جہاں سرکاری طور پر ٹھہرایا گیا تھا، وہاں سے بھی اسے نکال دیا گیا اور اس طرح جنرل یحیٰی کے ردعمل سے ہندوستان رسوا ہوا۔

57 مسلم ممالک پر مشتمل تنظیم ''او آئی سی'' یروشلم میں الاقصیٰ مسجد پر یہودی شخص کے مذموم حملے کے بعد مسلمانوں کے مقدس مقامات کو محفوظ بنانے، باہمی تعاون بڑھانے، نسلی امتیاز اور استعماریت کی مخالفت کرتے ہوئے اس تنظیم کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ لیکن ابوظہبی میں یکم

مارچ 2019 جمعہ کو منعقد اجلاس میں بھارتی وزیر خارجہ کو بلانے سے یہ بات الم نشرح ہوئی کہ مسلم دنیا نہ صرف بہت زیادہ منقسم ہے بلکہ اس پر مسلط حکمران امریکی گماشتے ہیں۔ بھارت کی وزیر خارجہ سشما سوراج ''جواب اس دنیا میں نہ رہی'' نے او آئی سی کے اجلاس سے تقریر کرتے ہوئے پاکستان کا نام لیے بغیر اشارتاً اسے تنقید کا نشانہ بنایا۔ سشما سوراج کا کہنا تھا کہ جو ملک انتہا پسندی کو پناہ گاہ فراہم کرتا ہے اور انھیں مالی تعاون دیتا ہے، اسے شدت پسندی کے کیمپوں کو ختم کرنے کے لیے کہا جانا چاہیے۔

او آئی سی کے پلیٹ فارم پر اپنی تقریر میں سشما سوراج مسلم ممالک پر مسلط امریکی ٹٹوؤں کو یہ سبق پڑھا رہی تھیں کہ انتہا پسندی کے خلاف جنگ کسی مذہب کے خلاف نہیں ہے۔ وہ جب یہ کہہ رہی تھیں کہ انتہا پسندی ایک وبائی مرض ہے جو تیزی سے پھیل رہا ہے اور اسے مختلف طریقوں سے چلایا جا رہا ہے اور اگر ہم انسانیت کو بچانا چاہتے ہیں، تو ہمیں یقیناً شدت پسندوں کی فنڈنگ کرنے والے اور انھیں پناہ دینے والے ممالک سے ان کی زمین پر شدت پسند کیمپوں کے بنیادی ڈھانچوں اور پناہ گاہوں کو ختم کرنے کے لیے کہنا چاہیے اور یہ کہ انتہا پسندی کے خطرے کو صرف فوجی، خفیہ یا سفارتی طریقوں سے شکست نہیں دی جا سکتی، بلکہ اسے اقدار کی مضبوطی اور مذہب کے پیغام سے جیتا جا سکتا ہے۔ یہ تمدن اور ثقافت کا ٹکراؤ نہیں ہے بلکہ نظریات اور اصولوں کے درمیان مقابلہ ہے تو سلجھے ہوئے سکولی بچوں کی طرح او آئی سی کے تمام مسلم ممبران اور عہدے داران ہمہ تن گوش تھے۔ بلاشبہ سشما سوراج کو او آئی سی کا پلیٹ فارم فراہم کیا جانا بھارت کی حوصلہ افزائی جبکہ مبینہ طور پر پاکستان اور مظلوم کشمیری مسلمانوں کے زخموں پر نمک پاشی تھی۔

بھارت کے خیال میں 1990 سے پاکستان نے او آئی سی کے پلیٹ فارم کو ہندوستان کے خلاف استعمال کیا ہے اور او آئی سی پاکستان کے لیے ایک ایسا بین الاقوامی پلیٹ فارم رہا ہے جسے پاکستان کشمیریوں کے حق خود ارادیت دلانے کے لیے اور بھارت کے خلاف استعمال کر رہا ہے اور اس پر اسے کوئی روک ٹوک نہیں رہی۔ ابتدا میں بھارت نے او آئی سی کی ان

قراردادں پر سخت اعتراضات کا اظہار کیا جو کشمیریوں کے حق خودارادیت کی وکالت اور بھارت کی مخالفت میں تھی لیکن 2001 کے بعد سے ہندوستان نے ایسی قراردادوں پر رد عمل دینا ہی بند کر دیا تھا۔لیکن یکم مارچ 2019 جمعہ کو سشما سوراج کا کھل کر بولنا اور پاکستان کی تنقید کرنا مسلم ممالک کی مدہوشی اور او آئی سی کے پلیٹ فارم پر ہندوستان کی موجودگی ایک بہت بڑے سوال کے طور پر سامنے آیا ۔سوال یہ ہے کہ سشما سوراج کو اس پلیٹ فارم پر کیوں تقریر کرنے کا موقع فراہم کیا گیا۔

بھارت کا موقف رہا ہے کہ اس کی مسلمان آبادی 20 کروڑ کے قریب ہے اس لیے اسے بھی او آئی سی کا رکن بنایا جائے۔ پاکستان کا شروع دن سے یہ موقف رہا کہ بھلے سے بھارت میں کروڑوں مسلمان رہتے ہیں لیکن بھارت کے حکمران انھیں جانوروں سے بھی بدتر سلوک روا رکھتی ہے۔ انتہا پسند ہندوؤں کے ہاتھوں مسلمان شہریوں کے جان مال اور آبرو محفوظ تھا اور نہ ہے۔ بھارت میں ہندو بلوائی جب چاہتے ہیں کسی بھی مسلمان کو سرراہ پکڑ کر ذبح کر دیتے ہیں۔ احمد آباد، گجرات، یوپی کا بڑا حصہ، راجستھان کے اہم شہر اور قصبے، چھتیس گڑھ وغیرہ ہندوانتہا پسندوں کے مرکز بن چکے ہیں جہاں مسلمانوں کا کافیہ حیات تنگ کیا ہوا ہے۔ کیا ایسے بھارت کو یہ کوئی حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ ہمارے ہاں کروڑوں مسلمان ہیں اس لیے ہمیں رکنیت دی جائے؟

کشمیر کی حالت ان سب سے فزوں ہے کہ جہاں کشمیر کی ظالم پولیس سمیت قابض بھارت کی دس لاکھ سفاک فوج عملی طور پر قصاب بن چکی ہے۔ بھارتی وزیر خارجہ سشما سوراج جس وقت ابوظہبی میں او آئی سی اجلاس میں بھاشن دے رہی تھی تو اس وقت بھی کشمیری مسلمانوں کے گھروں سے جنازے اٹھ رہے تھے جبکہ بھارت اپنے جنگی طیاروں سے او آئی سی کے اہم اور بانی رکن پاکستان کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کرنے کر کے جارحیت کا ارتکاب کر چکا تھا۔ ایل او سی پر بھارتی توپ خانوں سے آزاد کشمیر کے دیہات پر گولہ باری ہو رہی تھی اور لوگ مارے جا رہے تھے۔ ایسے موقع پر اوآئی سی کے اجلاس میں

بھارتی وزیرخارجہ کا مدعو کرنے والوں کی غیرت اور حمیت کا جنازہ نکل چکا تھا اور وہ مردہ لاش بن چکے تھے جسے کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ گوشہ ہائے کرہ ارض میں مسلمانوں کے ساتھ کیا کچھ ہو رہا ہے۔

او آئی سی کی عالمی سیاست میں افادیت بھلے سے اقوام متحدہ جیسی نہ ہو یا اس کی دفاعی حیثیت نیٹو کے مساوی نہ ہو مگر یہ دنیا بھر کے مسلم ممالک کی نمائندہ تنظیم کے طور پر معرض وجود میں لائی گئی تھی اس لیے اگر اسے احساس ہوتا یا اس میں فیصلہ سازی کی ہمت ہوتی تو بلاشبہ اس کے فیصلوں کو عالمی امور میں ایک اہمیت حاصل ہوتی۔ پاکستان او آئی سی کا بانی رکن ہے۔ 1974 میں پاکستان او آئی سی سربراہ اجلاس کی میزبانی کا اعزاز بھی حاصل کر چکا ہے اور وہ لگاتار اس کوشش میں رہا کہ یہ ایک ایسا فعال فورم بن سکے کہ جسکی فعالیت دنیا کی آنکھوں کو خیرہ کر سکے لیکن افسوس عرب دنیا کی مدہوشی کے باعث پاکستان کی بسیار کوششیں رنگ نہ لا سکیں۔ اب جب کہ یکم مارچ 2019 میں ایک بار بھارت کو اس فورم تک رسائی دی گئی تو وہ اب بھارت ہمیشہ سے اس کوشش میں رہے کہ اس فورم میں اس کا اثر و رسوخ بڑھ جائے تا کہ وہ موقع ملتے ہی اس فورم کو دیگر عالمی فورموں کی طرح پاکستان کے خلاف استعمال کر سکے۔

خیال رہے کہ اقوام متحدہ میں گزشتہ کئی برسوں سے بھارت، پاکستان کو دہشت گردوں کی سرپرست ریاست بنا کر پیش کرنے کی کوشش کرتا آ رہا ہے۔ جبکہ جنوبی ایشیا کے ممالک پھر بھارت نے اپنی اقتصادی طاقت اور آبادی کا حجم مسلط کرنے کی میں اس حد تک کامیاب ہو چکا ہے کہ سارک اس حد تک اس کے تابع فرمان ہے کہ جب وہ چاہے تو اس فورم کا کوئی اجلاس منعقد ہو سکتا ہے وگرنہ ہرگز نہیں۔ پاکستان نے جب سارک کے تمام اراکین کی مساوی حیثیت کی بات کی تو بھارت نے اس تنظیم کو ناکارہ بنا دیا۔

⊙......⊙......⊙

بھارتی میڈیا کا پاگل پن

پلوامہ حملے کے بعد ہر گزرتے دن کے ساتھ بھارت کے مکروہ چہرے سے نقاب اترتا جا رہا تھا اور بھارتی میڈیا کے زہر اگلتے پروپیگنڈے کو بین الاقوامی سطح پر جھوٹا قرار دیا جا رہا تھا۔ گنواریت اور جہالت کی قعرِ مذلت میں گراہوا بھارتی میڈیا14 فروری بالعموم اور26 فروری 2019 سے بالخصوص پاکستان کے خلاف ایسی واہیات، بکواسیات اور ایسا صریح جھوٹ لچر اور گھٹیا پن کا ناچ ناچتا رہا جو قابل تذکرہ نہیں۔ بھارتی میڈیا ہاؤسز سے جنگ کا ہسٹریا شروع ہو گیا تھا۔ ہر نیوز چینل پر ریٹائرڈ فوجی انتقام اور جنگ کی باتیں کرنے لگے تھے۔ کئی چینل تو اس حد تک آگے چلے گئے کہ انھوں نے یہ بھی دکھایا کہ پاکستان کے بڑے بڑے شہروں کو بھارت کتنی دیر میں تباہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ میڈیا نے جنگ کا ایسا ماحول بنایا تھا کہ ہر اینکر پاکستان سے انتقام،انتقام کی باتیں کرنے لگااور ہرطرف ایک کے بدلے دس پاکستانیوں کو ہلاک کرنے کی باتیں کرنے لگا تھا۔ سدھیر چوہدری، ارناب گوسوامی،راہول کنول، روہت ،راجدیپ ،انجینا اوم کشف جیسے مودی کے پالتو کتے پاکستان کے خلاف ایسا زہر اگلتے رہے جو ناقابل برداشت تھا۔

14 تا26 فروری2019 دوران اور اس کے مابعد بھارتی میڈیا کے پاگل پن نے کشمیری مسلمانوں کے حوصلے توڑنے کے لیے پاکستان کو زچ کرنے کی بڑی کوشش کی اور بڑے جتن کیے لیکن حقیقت یہ ہے کہ 27 فروری 2019 کو پاکستانی فضائیہ نے نہایت چالاکی سے انڈین ائیرفورس کو رِجھایا اس کے دومگ 21 گرائے اور ایک پائلٹ گرفتار کیا۔ پوری دنیا نے ابھی نندن کی باتیں پاکستانی سرزمین سے سنیں، اور بھارتی طیارے کا ملبہ عالمی میڈیا پر چھا گیا۔ اس طرح پاکستان نے مودی سرکار کو چاروں شانے چت گرادیااور مودی کی ائیر سٹرائیک اسی پر واپس

موڑ کر پاکستان فاتح بن گیا۔ بھارتی میڈیا بھی مودی کے ساتھ جوشکست میں لت پت ہوا۔

عالمی میڈیا نے بھارتی میڈیا کے پاگل پن اوراس پر بیٹھے پاگل کتوں کومکمل طور پر ایکسپوز کر کے رکھ دیا ہے۔6مارچ 2019 کوامریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ نے لکھا ہے کہ پلوامہ حملے کے بعد بھارتی میڈیا حکمران جماعت بی جے پی کی پروپیگنڈہ مشین بن کر سامنے آیا ہے۔امریکی اخبار میں تجزیہ کاروں نے بھارت کے بلند و بالا دعوؤں کے غبارے سے ہوا نکال دی۔ اخبار کے ایک آرٹیکل میں لکھا گیا کہ کشمیر پاکستان اور بھارت کے درمیان کشیدگی کی وجہ کشمیر ہے جس پر بھارت قابض ہے جب کہ جارحیت پسند مودی کے وزارت عظمی پر براجمان ہونے کے بعد سے ناصرف مقبوضہ کشمیر میں مظالم میں شدت آئی بلکہ لائن آف کنٹرول پر بھی کشیدگی میں اضافہ ہوا ہے۔ اخبار نے لکھا کہ لائن آف کنٹرول پر کشیدگی میں یوں تو مودی سرکار کے دور حکومت میں عروج حاصل ہوا اور لائن آف کنٹرول کی خلاف ورزیوں میں سب سے زیادہ تیزی دیکھی گئی جس کی ایک وجہ بھارت میں ہونے والے انتخابات منعقد ہونا تھے۔واشنگٹن پوسٹ میں ایک تجزیہ کار نے بھارتی میڈیا کوآڑے ہاتھوں لیتے ہوئے لکھا کہ پلوامہ حملے کے بعدکشیدگی میں بے پناہ اضافے میں بے لگام میڈیا کا ہی ہاتھ ہے۔

برطانوی اخبار نے بھی بھارتی میڈیا کوجھوٹاقرار دے دیا اور کہا من گھرٹ جھوٹی خبریں بنا کر چلانے میں بھارتی میڈیا سب سے آگے ہے، 64فیصد بھارتیوں کوجعلی خبروں کا سامنا ہے۔ عالمی میڈیا نے بھارتی میڈیا کو جھوٹ گھڑنے میں نمبرون قرار دے دیا، برطانوی اخبارایوننگ اسٹینڈرڈ کا کہنا ہے مضحکہ خیز اورمن گھرٹ جھوٹی خبریں بنانے میں بھارتی میڈیا کا کوئی مقابل نہیں۔مائیکروسافٹ کی سروے رپورٹ میں بتایا گیا بھارت میں ایک یا دو فیصد نہیں بلکہ چونسٹھ فیصد بھارتیوں کوجعلی خبروں کاسامنا ہے، اس کے مقابلے میں دنیا بھر میں ستاون فیصد من گھڑت خبریں پھیلائی جاتی ہیں۔برطانوی اخبارایوننگ اسٹینڈرڈ کے مطابق انٹرنیٹ پر دنیا میں پچاس فیصد لوگ جھوٹی خبروں سے متاثر ہوتے ہیں، بھارت میں یہ شرح چوون فیصد ہے۔رپورٹ میں کہا گیا کہ بھارت میں پھیلنے والی جھوٹی خبروں کے باعث بہت

سے افراد قتل ہوئے۔ بھارتی چینل کے ایک مدبر صحافی رویش کمار نے گفتگو میں مودی کے میڈیا اسٹنٹ کو بہت منفی قرار دیا اور کہا جب کوئی ٹی وی چینل کا میزبان پاکستان کیخلاف ہرزہ سرائی اور اشتعال انگیز باتوں کا سلسلہ روکتا ہے یا کم کرتا ہے تو سماجی میڈیا کے بھارتی واریئرز اس ٹی وی میزبان کیخلاف سوشل میڈیا پر طوفان بدتمیزی کھڑا کر دیتے ہیں اور اس کو پاکستان کا ایجنٹ قرار دیدیتے ہیں۔

روز اول سے ہی بھارت کا میڈیا ایک عجب جنون میں گرفتار ہے۔اس میڈیا کے اعصاب پر ہر وقت پاکستان سوار ہے۔ یہ میڈیا ہر وقت پاکستان کے خلاف کوئی نہ کوئی شدنی چھوڑنے کا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ بھارتی میڈیا ایک جھوٹ کو ثابت کرنے کے لیے دوسرا جھوٹ گھڑ لیتا ہے اوراس نے اپنی قوم کو ایک عجب جنگی جنون میں مبتلا کر رکھا۔ بھارتی میڈیا بھارتی سیاستدانوں کی طرح پاکستان دشمنی کی نظر سے ہی رپورٹنگ کرتا ہے۔اس نے تمام دنیا بھر کے میڈیا کے ایس او پیز کو بالائے طاق رکھ دیا اور پاکستان دشمنی میں جھوٹ، فریب اور غلط معلومات دینے کی ایک نئی مثال قائم کر دی اور سوا ارب بھارتی عوام کو نفسیاتی مسائل کا شکار کر دیا۔

بلا شبہ پلوامہ حملے کے بعد بھارت کے میڈیا نے تو اس کی حد ہی کر دی ہے اور پورے آسمان اور زمین کے قلابے ملا کر بھارت کے عوام اور پوری دنیا کو غلط رپورٹنگ اور جھوٹی خبریں دی گئی ہیں۔ اگرچہ صحافتی اصول اور صحافتی اقدار کو کسی بھی صورت پیچھے نہیں چھوڑنا چاہیے لیکن بھارت کے میڈیا پر پاکستان کا بھوت مسلسل سوار ہے اور سارے عمل میں نہ تو کوئی اخلاقیات ہیں اور نہ ہی کوئی سچائی کا خیال۔صرف اورصرف جنگی جنون پیدا کیا جا رہا ہے۔ بالاکوٹ حملے بعدنئی دلی انڈیا گیٹ پر لائیو ایک شو میں آخر ایک اینکر نے پوچھا کہ پاکستان نے تو ایک پائلٹ پکڑا اور اس کی تصویر بھی دکھا دی آپ نے جن ساڑھے تین سو لوگوں کو نشانہ بنایا ان میں سے کوئی تصویر تو دکھا دیجئے۔بھارتی میڈیا کے پاگل پن کا اندازہ اس بات سے لگایاجاسکتا ہے کہ بھارتی میڈیا نسوار کے ایک پیکٹ جس پر ایف سولہ طیارے

کی تصویر تھی اور نسوار کمپنی کا مقصد یہ دکھانا تھا کہ یہ نسوار ایف سولہ طیارے سے بھی تیز زوداثر ہے۔ بھارت کے میڈیا چینلز نسوار کے اس پیکٹ کو بار بار دکھا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ بھارت نے پاکستان کا ایف سولہ طیارہ مار گرایا ہے۔

اس ساری جھوٹی رپورٹنگ اور میڈیا رپورٹ کا فائدہ کسی بھی صورت میں بھارت کو نہیں ہوا اور مودی سرکار الیکشن جیتنے کے لیے بھارتی عوام کو جنگی جنون میں مبتلا کر دیا اور پوری دنیا کا امن خطرے میں ڈال دیا کیونکہ بھارت اور پاکستان دونوں ایٹمی طاقتیں ہیں اس طرح دنیا کی صرف یہی دونوں ایٹمی طاقتیں ہیں جو ایک دوسرے کے خلاف اس حد تک برسرِ پیکار ہیں کہ کوئی چھوٹی سے چھوٹی سرحدی شرارت ایٹمی جنگ میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ پھر اس دنیا کے دیگر کئی ممالک بھی اس ایٹمی جنگ کے اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔ بھارتی گنوار اور جاہل میڈیا کی ایک ہی رٹ ہے کہ جنگ ہو، جنگ ہو، مگر اب یہ 65 یا 71 کا انڈیا اور پاکستان نہیں بلکہ یہ 2019 ہے اور آج کا پاکستان ایٹمی اسلحہ سے لیس ہے اور یہ کہ یہ ایٹمی ہتھیار ڈرائنگ روم میں سجانے کے لیے نہیں بنائے گئے یہ پاکستان کی سالمیت اور تحفظ کے لیے بنائے گئے ہیں۔ عوام کو سوشل میڈیا تک رسائی ہے اور اب جھوٹ کو سنسنی کے لبادے میں چھپا کر پیش نہیں کیا جا سکتا بلکہ عوام سوشل میڈیا کی مدد سے حقائق کا ادراک کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

14 فروری 2019 پلوامہ فدئی حملہ جو سو فیصد خالصتاً ایک کشمیری مجاہد عادل احمد ڈار کی منصوبہ بندی تھی اور جس کا مقصد کشمیری مسلمانوں کے قاتلوں ''قابض بھارتی فوج'' سے بدلہ لینا تھا کے بعد بھارتی میڈیا نے جنگ کی فضا پیدا کرنے کا بیڑہ اٹھایا جس میں وہ کامیاب بھی رہا۔ اس کامیابی کے پیچھے اہم ترین کردار اس رقم کا رہا جو مودی سرکار کی طرف سے میڈیا ہاوسز کو دی جا رہی تھی۔ خود بھارتی میڈیا کے ہی مطابق جنگی جنون پیدا کرنے کے لیے مختلف میڈیا ہاوسز کو 20 سے 50 کروڑ روپے ادا کیے گئے تھے۔ عوام کے جذبات بھڑ کے تو اسی کی آڑ لے کر بھارت نے بالاکوٹ پر ناکام حملہ ہوا جس کے بعد پاکستان اور بھارت کے درمیان

کشیدگی اپنے عروج پر پہنچ گئی۔ بھارت کی سیاسی افق پر ہندوقوم پرستی کا مکمل سایہ چھایاہوا ہے۔ نریندرمودی کی حکومت بھارت کے ہر پہلو پر مکمل غلبہ حاصل کرنا چاہتی ہے۔

اس کے لیے سب سے پہلا کام مودی نے یہ کیا کہ اس نے بھارتی میڈیا کو موٹی رقوم دے کرخرید لیا۔ بھارت کا الیکٹرانک میڈیا مودی بناہواہے جبکہ پرنٹ میڈیا یعنی اخبارت میں حکومت سے پوچھنے اوراسے آڑے ہاتھوں لینے پر مشتمل سوالات پرمبنی مضامین اور اداریے قطعی طور پر نظر نہیں آتے۔حالانکہ میڈیا واحد ادارہ ہوتاہے جو سچ کو سچ اورجھوٹ کوجھوٹ کہنے میں کسی بھی تردد سے کام نہیں لیتا مگر بھارتی میڈیامودی کے ہاتھوں اس قدر بک چکا کہ وہ مودی حکومت کے مفاد کے تحت سچ کوجھوٹ اورجھوٹ کو سچ بنا کر پیش کرتا رہا۔مودی ذاتی طور پر بھارتی میڈیا کا محور بنا رہااورصبح وشام وہ مودی کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہے۔ بھارت کی تمام بڑی میڈیا آرگنائزیشنز مودی اورمودی حکومت کے کاروباری اداروں کی مشترکہ ملکیت میں ہیں، جو ان ٹی وی چینلز اور اخباروں کومخالفین کو دبانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔بھارتی صحافیوں کے لیے موجودہ سیاسی ماحول میں، جس کا میڈیا منظر نامہ ''الٹرانیشنل ازم'' کی چھاپ کی لپیٹ میں ہے، غیر جانبدارانہ رپورٹنگ کرنا انتہائی ناممکن ہو چکا ہے۔صحافیوں پر بالواسطہ دباؤڈالے جانے کے علاوہ سیاسی جماعتوں کے کارکن اورسوشل میڈیا ٹرولز بھی صحافیوں کومنظّم انداز میں حراساں کرتے ہیں۔

بھارت کی تاریخ میں پہلی بار ایسا ہوا کہ جب میڈیا اپوزیشن کوختم کرنے پر لگا ہوا نظر آرہا تھا۔اپوزیشن اورحکومت سے سوال کرنے والوں کو ملک دشمن قرار دیا جاتا رہا اور بھارتی میڈیابھارتی اپوزیشن کو کمزورتر بنانے کے لیے بھونڈی کوششوں میں مصروف کار رہا۔مودی حکومت کے اقدامات کے خلاف اپوزیشن کی طرف سے جب بھی کسی مزاحمت اور احتجاج کرنے کی منصوبہ بندی کی جاتی تومودی کا زرخرید بھارتی میڈیااسے درپردہ پاکستانی سازش قراردیتے ہوئے اپوزیشن کی آواز بلندہونے کے تمام راستے پہلے ہی مسدود کردیتا۔ٹی وی چینلوں پرایسے بحث ومباحثے اورخبریں تقریبا بند ہوچکی کہ جن میں حکومت پرنکتہ چینی کی جاتی

ہو۔ٹی وی چینلز اور اخبارات ایک قدم اور آگے جا کر اپوزیشن مخالف ہو گئے۔پورا میڈیا مودی کی گرفت میں آچکا اور بیشتر پالیسیوں کی ناکامی کے باوجود بھارتی زرخرید میڈیا مودی کی مقبولیت میں کمی نہیں آنے دیتا۔ٹی وی مباحث میں جب کوئی مہمان مودی کی کارکردگی اور اس کے موجودہ دورحکومت میں بھارتی اقلیت پرڈھائے جانے والے مظالم کوواشگاف کرنے کی کوشش کرتا تو میزبان اینکر اس کی فوری طور زبان بندی کرنے کے لیے مودی کی مدح سرائی کرتے ہوئے زمین آسمان کے قلابے ملاتا رہا۔یہ دراصل اس موٹے فنڈ کی کرشمہ سازی ہے کہ جومودی سرکار کی طرف سے میڈیا مالکان کوادا کیا جاتا رہا ہے۔

لگ بھگ تمام ٹی وی چینلز اور اخبارات کارپوریٹ گھرانوں کے ہاتھوں میں ہیں جو سارے کے سارے مودی حکومت کے حامی ہیں۔اس طرح تقریباً سبھی چینلز حکومت نواز بن چکے ہیں اور اسی کے راگ الاپتے رہے۔ جو چند چینلز اور اخبار اپنی انا کے باعث مودی حکومت کی تابعداری نہیں کر رہے وہ مختلف شکلوں میں دباؤ میں رہے۔بھارتی میڈیا بالخصوص الیکٹرانک میڈیا،ٹی وی چینلوں پر جوتصویریں پیش کی جاتی رہیں، وہ سب جعلی اور صریحا جھوٹ پرمبنی تھیں۔ سچ یہ ہے کہ مودی کے دورحکومت میں بھارتی مسلمانوں کے ساتھ ساتھ دلت اور تمام اقلیتیں زیرعتاب رہیں۔شمالی ہندوستان میں ہجومی تشدد کی دہشت اس حد تک پھیلی کہ شاید ہی کوئی روز گزرتا کہ جب ہجومی تشدد اور حملے کی کوئی خبر نہ آتی۔مویشیوں اور بڑے جانور کے گوشت کے کاروبار پر رکاوٹ سے لاکھوں لوگ روزی روٹی سے محروم کر دیئے گئے جوسب کے سب مسلمان تھے۔سرکاری یونیورسٹیز میں مسلمانوں کے لیے سیٹیں کم کی گئیں جسے بھارت کا بدحال مسلمان مزید بدحالی کا شکار بنا دیا گیا۔

میڈیا پرمودی حکومت سے سچائی پرمبنی کڑوے کسیلے اورتلخ سوالات کیے جانے کے مواقع فراہم نہیں کیے جاتے۔ یونیورسٹیز، سول سوسائٹی اور این جی اوز، وہ سارے ادارے جہاں بحث ومباحثہ ہوتے جو رائے عامہ ہموار کرتے ،لیکن مودی کے زرخرید میڈیا نے ان تک رسائی کے تمام راستے بندکر دیئے۔

کشمیری طلبہ اور تاجر ہندوؤں کے نشانے پر

14 فروری 2019 جمعرات کو ضلع پلوامہ کے اونتی پورہ علاقے لیتہ پورہ میں قابض بھارتی فوج کے کانوائے پر کشمیر کے بہادر اور جری مجاہد عادل احمد ڈار کے فدائی حملے کے بعد مقبوضہ ریاست کے ہندو اکثریتی علاقے جموں ڈویژن اور بھارتی ریاستوں میں زیر تعلیم کشمیری طلبہ اور کشمیری تاجر ہندوؤں کے نشانے پر رہے۔ 15 فروری 2019 کو جموں ڈویژن میں ہندو غنڈوں کی پرتشدد کارروائیوں اور بلوائی حملوں میں مسلمانوں کی 90 کے قریب گاڑیوں کو نذر آتش کیا گیا۔ جن میں سے 40 گاڑیاں مکمل طور پر تباہ ہو گئیں ۔16 فروری 2019 ہفتے کے روز اپنے جرائم کو چھپانے کے لیے رات گئے جموں پولیس جو ہندووں کو ہمیشہ عملی مدد دیتی رہی نے مسلمانوں کی بھسم شدہ گاڑیاں کرینوں کے ذریعے سے اٹھا کر پولیس لائنز گلشن گراؤنڈ جموں میں جمع کر دیا۔ جمعہ 15 فروری کو جموں کے مختلف علاقوں میں ہندو غنڈوں نے جموں شہر کے جانی پور علاقے میں وادی کشمیر سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے مکانات اور رہائشی کوارٹروں پر متعدد مرتبہ حملے کیے۔ تباہی کے شکار علاقوں گوجر نگر، پریم نگر، جوگی گیٹ، وزارت روڈ، تالاب کھٹیکاں میں کرفیو نافذ کیا گیا۔ جموں شہر کے جانی پور علاقے میں مسلمانوں پر ہندوں غنڈوں کے دوران جھڑپوں میں درجن بھر مسلمان زخمی ہوئے۔ کشمیری مسلمان ڈرائیوں کی گاڑیاں جو جموں بس سٹینڈ میں کھڑی تھیں کو نقصان پہنچایا گیا جبکہ کئی گاڑیوں کے ڈرائیوروں کا لہولہان کرنے کے علاوہ ان کو لوٹا گیا جبکہ جموں سرینگر کی سڑک پر ادھم پور اور کئی دوسرے مقامات پر کشمیر کے مسلمان ٹرک ڈرائیوروں پر بھی حملے کیے

گئے ہیں۔جموں میں کشمیری مسلمان ڈرائیورں کو زد کوب کرنے اور کشمیری مسلمانوں کی گاڑیوں کی توڑ پھوڑ کے خلاف سرینگر جموں شاہراہ پر چلنے والے ڈرائیوروں نے ٹی آر سی سرینگر میں احتجاج کیا۔احتجاجی ڈرائیورں نے اعلان کیا کہ اگر یہ سلسلہ فوری طور پر بند نہیں ہوا تو تمام ڈرائیور اور تاجر ایک ساتھ سڑکوں پر نکل کر احتجاجی مہم چھیڑنے کے لیے تیار ہیں۔

14 فروری 2019 کے حملے کا شدید ارتعاش پورے جموں کے علاوہ پورے بھارت میں محسوس کیا گیا اس دوران 19 فروری 2019 کو جموں شہر میں ہندو بلوائیوں کی طرف سے کی گئی کھلے عام توڑ پھوڑ اور تشدد کے واقعات سے خوف زدہ ہوکر 2 ہزار سے زائد مسلمان مرد وزن مختلف علاقوں سے بھاگ کر جموں کے بٹھنڈی علاقے میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے اور بٹھنڈی کے مسلمانوں نے انھیں مکہ مسجد میں ٹھہرایا۔ٹھنڈی کی مکہ مسجد میں پناہ لینے والوں میں جموں میں پھنسے کشمیر، راجوری، پونچھ، ڈوڈہ، کشتواڑ او ر دیگر علاقوں کے مسلمان تھے جبکہ 700 سے زائد وہ کشمیری خواتین وحضرات اوران کے اطفال بھی ان پناہ گزینوں میں شامل تھے جو بھارتی ریاستوں سے کسب معاش کر کے اپنے گھروں کو واپس لوٹ رہے تھے، جموں کے قریب نزول میں اس قافلے پر ہندو غنڈوں نے حملے کی کوشش کی انکی گاڑیوں کے شیشے توڑے گئے اور خواتین کو حراساں کیا گیا۔بٹھنڈی کو محفوظ علاقہ سمجھتے ہوئے جموں کے دیگر علاقوں کے مسلمان بھی وہیں منتقل ہوتے رہے۔مسجد کمیٹی کی طرف سے یہاں آنے والے سبھی افراد کے لیے انتظامات کیے گئے اور بٹھنڈی کے مسلمان انھیں ہر طرح دیکھ بھال اور مدد کر تے رہے۔

14 فروری 2019 کو مجاہد عادل احمد کے قابض بھارتی فوج پر فدائی حملے کے بعد بھارتی ریاستوں میں زیر تعلیم کشمیری مسلمان طلباء اور تاجر بھی زیرعتاب رہے۔بھارتی ریاست راجستھان کے نیشنل انسٹی چیوٹ آف میڈیکل سائنس میں زیر تعلیم کئی پیرا میڈیکل کشمیری طالبات کے ایڈمیشن کو بھی منسوخ کیا گیا۔کالج انتظامیہ کا کہنا تھا کہ کشمیری طالبات نے واٹس ایپ پر بھارت کے خلاف نفرت انگیز مواد اپ لوڈ کیا تھا جس کے باعث ان کے داخلے کو منسوخ کیا گیا۔ بھارتی ریاست ہماچل پردیش میں سوشل میڈیا پر بھارت مخالف اپنا ردعمل

پوسٹ کرنے کے بعد پولیس نے کشمیری طالب علم تحسین گل کو گرفتار کر کے اس کے خلاف غداری کا مقدمہ درج کیا۔اس دوران بھارتی ریاست اتر پردیش ''یو پی'' کی پولیس بعض کشمیری طلبہ کو تلاش کر رہی تھی ،جنھیں گرفتار کرنے کے لیے کئی ہوسٹلوں پر چھاپے مارے گئے اور یونیورسٹی کا چپہ چپہ چھان مارا گیا لیکن کشمیری مسلمان طلبہ علاقے سے نکل چکے تھے۔یہ امر قابل ذکر ہے کہ بھارتی ریاست ہماچل پردیش یونیورسٹی میں ہی زیر تعلیم ایک اور کشمیری طالب علم باسم ہلال کو پہلے ہی یونیورسٹی انتظامیہ نے ایڈمیشن منسوخ کر دیا ہے۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ 14 فروری 2019 کے حملے کا شدید ارتعاش پورے بھارت میں محسوس کیا گیا ریاست پنجاب کے انبالہ میں 200 کشمیری طلبہ کو کرایہ کے مکانوں سے بے دخل کیا گیا ،جس کے باعث کشمیری طلبہ نے یونیورسٹی ہوسٹل میں پناہ لی۔ مقامی ہندوؤں کی طرف سے لوڈ اسپیکروں پر اعلان کیا کیا جارہا تھا کہ کشمیری طلبہ کرائے پر لیے گئے ہمارے مکانات فوری طور پر خالی کریں،اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو ان کا سارا سامان سڑک پر پھینک دیا جائے گا اور انھیں ہرحال میں کرائے کے گھروں سے بے دخل کیا جائے گا۔ اس اعلان کے بعد کشمیری طلبہ نے کرائے کے مکانات خالی کر دیئے اور وہ یونیورسٹی ہوسٹل میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے ۔جب پلوامہ ضلع میں قابض بھارتی فوج پر فدائی حملہ ہوا تو اس سری نگر سے شائع ہونے والے اخبارات کے فراہم کردہ اعداد وشمار کے مطابق انبالہ یونیورسٹی میں قریب 1 2 0 کشمیری مسلمان طلبہ زیر تعلیم تھے جبکہ انبالہ کے دیگر مختلف تعلیمی اداروں میں قریب 1200 طلبہ زیر تعلیم تھے۔14 فروری 2019 کو قابض بھارتی فوج پر ہوئے قیامت خیز حملے کے بعد مادھے پور راجستھان اور میوات ہریانہ میں بھی کشمیری مسلمان تاجروں اور طلبہ کو سخت ترین دشواریوں کا سامنا رہا۔انھیں کہا گیا کہ وہ فوری طور پر یہ علاقے چھوڑ نے پڑے۔ ہماچل پردیش کے کانگڑا ضلع میں کشمیری تاجروں اور طلبہ کو علاقہ چھوڑنا پڑا۔ ہماچل پردیش کے شملہ شہر میں کشمیری تاجروں کو چن چن کر کرایہ کے مکانوں سے بے دخل کیا گیا اور انکے ہاتھوں میں بھارتی جھنڈا تھما کر ان سے پورے شہر میں کشمیری مردہ باد، پاکستان مردہ

باداور ہندوستان زندہ باد کے نعرے لگوائے گئے۔

بھارتی ریاست بہار کے پٹنہ میں کشمیری آرٹس اینڈ کرافٹس میلہ مارکیٹ میں کشمیری مسلمانوں کے قریب 50 دکانوں پر ہندوغنڈوں نے حملہ کیا جس کے دوران انکا قیمتی مال دکانوں سے باہر پھینکا گیا اور انھیں بہار سے 24 گھنٹوں کے اندراندر چلے جانے کے لیے کہا گیا۔اس مارکیٹ میں کشمیری مسلمانوں کے بینر اور ہورڈنگس بھی تہس نہس کی گئیں۔ اس دوران دہلی میں موجود کشمیریوں کو بھی خوف زدہ کر کے دہلی سے بھگایا گیا۔ دہلی کے جن علاقوں میں کشمیری مسلمان تاجر اور طلبہ مکانوں میں کرائے پر رہ رہے تھے ان مکانات پر رات گئے پتھر برسائے گئے اور انھیں ڈرا دھمکا کران کے زیرکرایہ گھر خالی کرائے گئے۔

14 فروری 2019 کولیتہ پورہ پلوامہ میں قابض بھارتی فوج پر ہوئے فدائی حملے کے بعد جس طرح ہندو بلوائیوں نے جموں اور بھارت کی ریاستوں میں کشمیری مسلمانوں کا قافیہ حیات تنگ کیا گیااوران پر تشدد کیا اس سے کسی بہت ہی بڑے فتنے کی بدبو بھی آرہی تھی جس فتنے کا مقصد کشمیری مسلمانوں کوذلت کی زندگی گزارنے پر مجبور کرانا تھا۔واضح رہے کہ جموں ڈویژن میں ہندو بلوائیوں کی جانب سے کشمیری اور جموی مسلمانوں کے خلاف تشدد اور ان کی املاک کو نقصان پہنچانے کا منصوبہ بہت پہلے ترتیب دیا جاچکا تھا اوراس کا ٹھیکہ آر ایس ایس اور اسکے ذیلی جھتوں کو سپرد کیا گیا تھا تاکہ وہ معمولی بہانوں کی آڑ میں پورے جموں ڈویژن میں 1947 جیسی صورتحال پیدا کر کے جموں کو پھر ایک بار مسلمانوں سے خالی کرایا جائے۔

⊙......⊙......⊙

5 اگست 2019 کے بعد کیا ہوا

جھیلوں، چشموں اور باغات کی وادی میں ہر دروازے پر بندوق گڑی ہے، ہر بستی میں فوجی بوٹوں کی مسلسل دھمک سے ایک صدائے کربناک سنائی دے رہی ہے۔ جسد کشمیر کو لگے زخموں کا کوئی شمار نہیں ان رستے زخموں کو جو کوئی دیکھنے کی کوشش کرتا ہے جگر تھام کر بیٹھ جاتا ہے، آہیں بھرتا ہے اور قابض بھارت اور اس کی سفاک فوج کی ستم رانیوں پر بربادی کا ہجونامہ پڑھنا شروع کر دیتا ہے۔

قیامت کی اس گھڑی میں جب ہم کشمیر کی روح فرسا داستان قرطاس پر بکھیرنے بیٹھ جاتے ہیں تو قلم سے خون ٹپکتا ہے ۔دل کے ٹکڑے اور جگر کی قاشیں جب لفظوں کا روپ دھارتے ہیں تو وہ فضاؤں کا سینہ چیرتے ہوئے ایک طوفان برپا کر دیتے ہیں لیکن یہ صرف اور صرف اہل ضمیر ہی محسوس کرتے ہیں ،مرے ہوئے ضمیر اس طوفان کو محسوس کیسے کر سکتے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ہے اور پیکر خاکی کے وجود میں اس کا ارتعاش پایا جاتا ہے اور بڑی دیانت داری سے یہ بات لکھنے کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں بچتا کہ کشمیر سے متعلق عالمی طاقتوں ''سازشی ٹولے'' کی کورچشمی اور انکے فہم ناقص اور زعم باطل سے کشمیری مسلمان رنج و محن کا شکار بنے ہوئے ہیں۔ انھوں نے کبھی دوٹوک، شفاف، واضح ،غیر مبہم، ذوق اور زندہ ضمیری سے کشمیر سے متعلق بھارت سے مکالمہ نہیں کیا۔کشمیریوں کے اِتنے زخم اور دکھ اٹھانے کے بعد بھی سازشی ٹولے کا طرز عمل نہیں بدلا۔ بھارت سے ان کی والہانہ محبت اور لگاؤ ایسا قائم ہے کہ دیکھ کر جگر پر آرا چل جاتا ہے اور آنکھوں سے خون رواں ہو جاتا ہے۔

یہ ایک اذیت ناک حقیقت ہے کہ اخلاقی اور جمہوری آزادی کے یہ نام نہاد علمبردار صرف مکاری اور فنکاری سے کام چلا رہے ہیں انسیانیت کے تئیں ان میں ہمدردی کا عنصر کافور ہے بلکہ یہ سب ایک سے بڑھ کر ایک درندے بن ہوئے ہیں۔ جبری طور پر غلام بنائے گئے قوموں کی لاچار زندگی کی تفہیم اور اس کے رموز و اسرار کی تعبیر کے باب میں یہ سب اپنی آنکھوں پہ پٹی باندھے بیٹھے ہیں۔ ان کی اپنی نظر تجارت ،کاروبار، مفادات پر جمی ہوئی ہے، ان کا اپنا الگ زاویہ مقرر ہے اور وہ اِسی انفرادی زاویہ نظر سے معاملات کو دیکھتے ہیں اور مظلوم قوموں کی حیات کے مدو جزر ،نشیب و فراز کو سمجھنے کے باوجود وہ حقائق تسلیم نہیں کرتے اور نہ ہی سچ کا ساتھ دیتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کشمیر کے بنیادی مسئلے کو حل کرنے کے بجائے انسانی حقوق کی بات کرنے کی آڑ میں کشمیریوں کو بھارتی غلامی میں ہی گذارہ کرنے اور بھارتی رحم وکرم پر رہنے پر بھارت کے سر میں سر ملاتے ہیں۔ بس دنیا میں زورآور ممالک چھین اور جھپٹ کی پالیسی پر گامزن ہیں اور اپنا الو سیدھا کرنے کا شور برپا ہے۔

کشمیر میں جفائیں انتہا پر، کوئی پوچھے، کوئی ٹوکے، کوئی روکے ایسا کوئی نظر نہیں آرہا، بے ایمانوں، ظالموں، بے دردوں، ہوس پرستوں، مفاد پرستوں اور خود غرضوں کا دنیا پر راج قائم ہے، دوست کے چہرے مگر دشمن کا کردار، میٹھی بولی مگر بغل میں چھری، زبان پر واہ واہ مگر دل میں کراہ ،ظاہر آئینہ سے زیادہ صاف مگر باطن سیاہ تر اور ایسا بدتر کردار کہ اس کے تعفن اور بدبودار سے دماغ پھٹنے کو آجاتا ہے، نام کے تو بڑے مسلمان مگر کام کے پست ترین، بس عہدوں اور مسندوں کی مارا ماری ہے ،شکم سیرہ ہی عبادت اور جاہ پروری کو ہی معبود بنا دیا گیا ہے۔ اس رنگین دنیا میں آج بس یہی کچھ ہے۔ کافر دنیا سے کوئی امید تو نہیں تھی کیونکہ قرآن میں صاف صاف بتادیا گیا کہ وہ تمھارے دوست کبھی نہیں ہوسکتے۔

لیکن جسے مسلم دنیا کہا جاتا ہے اس میں غمخواری کے ایوان اجڑ چکے ہیں اور ویران پڑے ہیں مظلوم مسلمانوں کو جگر کے ٹکڑوں کو سمیٹنے والے اور دل کا خون ایک کرنے والے کی تلاش ہے، لیکن بھائی چارے کے ہدی خواں مر چکے ہیں، اخوت کا نغمہ اب کانوں کو نہیں ملتا، دل پر

ملت اسلامیہ کی سنگیت اور وہ نغمگی اب چھاپ نہیں چھوڑتی، مایوسی کی لپٹ میں، مسلم امہ کے حکمران جب سے امریکی طاغوت کے گماشتے بنے تو الجھنوں کے تنوع نے زندگی کا لطف ختم کر دیا، نشاط ثانیہ کی ہر خواہش طلوع سے پہلے ہی غروب ہو جاتی ہے، اٹھنے کی ہمت باندھی جاتی ہے کہ دھڑام گرا دیا جاتا ہے، ایک زخم سلتا نہیں کہ اگلا وار ہو جاتا ہے اور نئے گہرے گھاؤ سے تڑپنا پڑتا ہے، ایک گتھی سلجھ نہیں جاتی کہ دوسری الجھ جاتی ہے، گانٹھ پر گانٹھ لگی ہوئی ہے کھولنے کا ارادہ کیا جاتا ہے تو گرہ پہ گرہ لگ جاتی ہے۔

مصائب زدہ اور قابل رحم زلفوں کو کتنا ہی باندھنے اور بنائے رکھنے کی جستجو کی جائے؛ لیکن پھر بھی ہر عقدہ یونہی کھل جاتا ہے، ایسے ہی منتشر ہو جاتا ہے کہ پژمردگی اور بوسیدگی دور سے نظر آجاتی ہے۔مظلومین کو دل بڑا کرنے کا ہر طرف درس دیا جاتا ہے، لیکن ستم گروں کو تھپکیاں دی جاتی ہیں۔ایسے میں سوال یہ ہے کہ مظلوم مسلمان ظالموں کے ستم کیسے برداشت کریں؟ ان کی ریشہ دوانیاں کیسے چھپائیں؟ اپنوں ہی کا نشتر کیسے جھیل جائیں؟ اس میں صرف زخم نہیں کہ دوا لگا دی جائے بلکہ وہ دل سوز ہے، جس کا کوئی مرہم نہیں، جس کا کوئی علاج نہیں۔

حال دل سوز کچھ اگر کہہ دوں
موم بن جائے سنتے ہی فولاد

پون صدی پر محیط کشمیری مسلمانوں کی حق خودارادی کی جدوجہد کچلنے کے لیے نئ دہلی تمام اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر رہی ہے اور ہر دن جبر واستبداد کے واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ دنیا کے رنگ نیارے ہیں۔عالمی ضمیر مر چکے ہیں مشرق اور مغرب کے ہر حکمران نے کشمیر سے منہ موڑ لیا ہے۔دنیا کے حکمران دبے الفاظ میں بھی کشمیری مسلمانوں کو ان کا بنیادی اور پیدائشی حق دلانے کی بات نہیں کرتے ،ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے اور وہ پتھر بن چکے ہیں۔ عالمی طاقتیں کیوں خاموش ہیں۔چلیے مظلوم اپنے دوش ناتواں پر ظلم کا پہاڑ بھی اٹھا لیں، وہ بھی سہی؛ لیکن تم دنیاوالوں کی توجہ اس طرف مبذول کرانے کا بیڑہ تو اٹھالو تا کہ دنیا میں ایک شور برپا ہو۔اپنوں کی خموشی ،انکے ضمیر کا جمود اور انکی بے پرواہی، بے اعتنائی اور بے وفائی کا کیا

کریں؟ اسلامیان کشمیر کو اب مرغ بسمل کہیے! انھیں راہ عشق کا مظلوم نام دیجیے ! میدان کارزار کا بھٹکا سپاہی سمجھ لیجئے! یا پھر اپنی معصومیت میں قربان جانے والا نادان مان لیں! سبز پرچم کی حامل افوج پاکستان کو انھوں نے خوب ڈھونڈا، تلاش کیا، جستجو کی، سرگرداں رہے، سر دھنتے رہے کہ آئے گی، لازماً اور ضرور آئے گی کیونکہ وہ کشمیریوں کو تنہا نہ چھوڑے کا بار بار اعلان کر چکی ہے۔ لیکن اس کتاب کے منصۂ شہود آنے تک ایسا نظر کچھ نہ آیا۔

5 اگست 2019 کے بعد ایک بار پھر وادی کشمیر میں کئی ماہ تک زندگی عملاً معطل رہی، نقل و حمل پر سخت قدغنوں اور بندشوں کے باعث تمام تجارتی ادارے مقفل اور تعلیمی انسٹیٹیوٹ ویران پڑے رہے جبکہ بند رہنے سے پبلک ٹرانسپورٹ پر زنگ چڑھا۔ یہ بندشیں ''جدید دور کے وسیلہ رابطہ'' مواصلاتی سہولیات انٹرنیٹ اور موبائل فون پر بھی عائد کر دیں گئیں۔ مواصلاتی بندش نے وادی کشمیر کو بیرونی دنیا سے کاٹ کر رکھ دیا ہے جس سے سب سے زیادہ متاثر کشمیر کی معیشت ہوئی کیونکہ دور جدید میں پوری دنیا کی طرح کشمیر کی باغبانی اور دست سازی کی صنعت کا انحصار (e-commerce) پر ہے۔ مقبوضہ کشمیر چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے اعداد و شمار کے مطابق 5 اگست 2019 کو اٹھائے جانے والے بندشوں کے اقدام سے کشمیر کی معیشت کو اربوں ڈالر کا نقصان ہوا۔

کشمیر کے موسم کے مطابق اگست اور ستمبر کے مہینوں میں سیب اور دیگر پھل پک جاتے ہیں اور انہی دو مہینوں میں اسے درختوں سے اتار کر منڈیوں میں لایا جاتا ہے۔ مسلسل کرفیو اور لگاتار لاک ڈاؤن کے باعث اسلامیان کشمیر اپنے پھل و فروٹ کو منڈیوں اور پھر مارکیٹوں تک پہنچا سکے۔ اخروٹ، بادام، زعفران، قالین، پیپر ماشی اور شال بافی سے منسلک کاروباری حضرات کے نقصان کا کوئی حد و حساب نہیں۔ یہ دشمن بھارت کی بڑا جنگی حربہ ہے کہ اسلامیان کشمیر کو کنگال بنا دیا جائے تا کہ ان میں تحریک آزادی جاری رکھنے کی سکت باقی نہ رہ سکے۔

1990 سے جاری بھارتی بربریت کے باوجود مقبوضہ کشمیر خوشحال خطہ ثابت ہوا۔ جس کی خوشحالی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ صرف وادی میں بھارت کی مختلف

ریاستوں سے سالانہ تقریباً 4 لاکھ مزدور مارچ سے نومبر تک رزق کی تلاش اور پیسہ کمانے کے لیے کشمیر آتے ہیں۔

1990 سے آج تک کشمیری مسلمان بھارت سے آزادی حاصل کرنے کے لیے جانیں قربان کرتے چلے آرہے ہیں اور اتنے برس گزرنے کے باوجود آج بھی حالت یہ ہے کہ کشمیر کے کسی علاقے پر بھارت کا قبضہ تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اسے یہ امر الم نشرح ہو رہا ہے کہ نہتے کشمیری مسلمان ہندو بھارت سے اپنی آزادی پانے کے لیے ہر قیمت دینے پر آمادہ ہیں۔ جانی و مالی نقصان برداشت مگر ''عظیم قربانیوں'' کے عوض ارض کشمیر پنجہ ہنود سے آزاد ہوتا لیکن دور دور تک منزل نظر نہیں آرہی اور آزمائشیں دراز ہوتی چلی جارہی ہیں۔ اسلامیان کشمیر کو مسلسل جبر کے ذریعے گھروں میں مقید بنا کر بھارت دنیا کو دکھا رہا ہے کہ گویا اس کے یکطرفہ فیصلے پر کسی کشمیری نے احتجاج کیا نہ مخالفت کی۔ لیکن کشمیر کے آتش فشاں کے اندر جو لاوا پک رہا ہے پھٹ کر باہر آئے گا تب دنیا کو حقائق کا پتا چلے گا۔

5 اگست 2019 کے مابعد کشمیر کی ایک نئی داستان الم اور درد بھری کہانی کا آغاز 26 فروری 2019 کو اس وقت ہوا کہ جب بھارت نے 14 فروری 2019 کے فدائی حملے جس میں کشمیریوں کے ہیرو مجاہد عادل احمد ڈار نے 50 سے زائد قابض بھارتی فوجیوں کو واصل جہنم کر دیا بہانہ بنا کر رات کے اندھیرے میں آزاد کشمیر سے ملحق پاکستان کے صوبہ پختونخواہ کے بالاکوٹ جنگلاتی علاقے کے جابہ میں ایک ناکام فضائی حملہ کیا۔ جس کا اگلے روز دن کے اجالے میں پاکستان کی فضائیہ نے بھارت کو دندان شکن اور جبڑا توڑ جواب دیا۔ پاکستان کے جوابی حملے کے بعد بظاہر بھارت میں یہ ہمت نہ رہی کہ وہ پاکستان کے ساتھ ایک کھلی جنگ چھیڑ سکے تو اس نے اپنی بھڑاس کشمیر سے دفعہ 370 اور اسکی ذیلی شق 35A کا خاتمے کے ساتھ نکالنے کی کوشش کی۔ دفعہ 370 اور اسکی ذیلی شق کے حوالے سے اس کتاب کے پورے ایک باب میں اس امر کی وضاحت کی جاچکی ہے کہ یہ بھارت نواز کشمیری غدار جماعتوں کا معاملہ تھا وہ اسی کو بنیاد بنا کر بھارت کے گیت گاتے رہے اور اس کے عوض کرسی اقتدار پر بیٹھے مزے لوٹتے رہے۔

3اگست2019 جمعے کی سہ پہر کو جموں و کشمیر پر مسلط بھارتی گورنر جس کا نام ستیہ پال ملک تھا کے امور داخلہ کی وزارت کی جانب سے جاری کردہ ''سکیورٹی ایڈوائزری'' کشمیر کے ان تمام ہوٹل مالکان، کالجز اور یونیورسٹیز اور ایسے تمام اداروں کے سربراہان کے پاس پہنچی جنکے ہاں بھارتی ریاستوں سے آنے والے سیاح، ملازمین، مزدور ٹھرے ہوئے تھے یا طلباء زیرتعلیم تھے، ان سے کہا گیا کہ وہ تمام غیر ریاستی باشندوں کو فوری طور پر ان کے گھروں کو واپس جانے کو کہیں۔ اس کے علاوہ اس ''سکیورٹی ایڈوائزری'' میں کشمیر کی دھرتی کو ایک ہندودیش بنانے کے لیے جنوبی ضلع اسلام آباد کے صحت افزا مقام پہلگام کے سالہا سال برف سے ڈھکے فلک بوس پہاڑوں میں ایک قدرتی غار میں برف سے تراشیدہ بت ''امرناتھ'' کے درشن پر آئے ہوئے ہزاروں ہندو یاتر یاتریوں کو وارننگ دے دی گئی کہ انھیں کشمیری مجاہدین کے ذریعہ سے انتہائی خطرات لاحق ہیں اس لیے وہ فوری طور پر وادی چھوڑنے کے لیے تیاری پکڑیں۔ 1990 کے بعد دوسرا موقع تھا کہ جب بھارتی مکر کے تحت کشمیر سے ہندوؤں کا انخلاء عمل میں لایا گیا۔ اسے قبل 1990 میں اس وقت کے بھارتی گورنر جگ موہن نے اسی طرح کے ایک آپریشن اور اسی طرح کی ایڈوائزری کے ذریعہ کشمیر کے تقریباً دو لاکھ کشمیری پنڈتوں ''کشمیر کے ہندوؤں'' کو کشمیر سے نکالا گیا تھا۔

اس ایڈوائزری کے جاری ہونے کے بعد4اگست 2019 ہفتے کی صبح ہی سری نگر، سونمرگ، گلمرگ، یوسمرگ اور پہلگام کے تمام ہوٹل خالی ہوئے اور کشمیر کے کالجز اور یونیورسٹیز سے تمام بھارتی طلباء نے واپسی کی راہ لی۔ سری نگر ائیرپورٹ پر اس قدر رش تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی اور ہر دس منٹ بعد فوجی طیارے تھری 30 اور کمرشل طیارے اترتے اور پرواز بھرتے رہے۔ اس صورتحال سے اسلامیان کشمیر میں تشویش بڑھ گئی کہ شائد ہندوستان اور پاکستان کے مابین جنگ ہونے والی ہے۔ لیکن 5اگست 2019 کو انھیں پتا چلا کہ یہ تو کشمیر کا لاک ڈاؤن ہو چکا ہے۔ کشمیر کا لاک ڈاؤن دیکھتے ہوئے پاکستان کے غیور عوام آتش زیرپا ہوئے اور پاکستان کے کونے کونے سے کشمیری مسلمانوں کو عملی مدد بہم پہنچانے اور

ان پر ہو رہے قہرناک مظالم کا بدلہ چکانے کے لیے صدا بلند ہوئی، لیکن پاکستان تحریک انصاف کی حکومت باضابطہ طور پر کوئی عملی اقدام اٹھانے کے بجائے یوم یکجہتی کشمیر، انسانی زنجیر اور کشمیر آور مناتی رہی۔ خلوص، محبت، ہمدردی، ولولہ، جذبہ اور خون کو گرمانے والی تقاریر کہ ہم کشمیری بھائیوں کی آزادی کے لیے کٹ مر جانے کے لیے تیار ہیں اور ''کشمیر بنے گا پاکستان'' کا سلوگن قابل تحسین ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جس مصیبت میں اسلامیان کشمیر ایک بار پھر گرے پڑے۔ لیکن حکومتی سطح پر کیے گئے اس عمل سے انھیں اس مصیبت سے انھیں نجات دلائی جا سکی۔

15 اگست جمعرات 2019 کو انڈیا کے یومِ آزادی کے موقع پر دلی کے لال قلعے کی فصیل سے بھارتی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے نریندر مودی نے کشمیر سے دفعہ 370 کو ختم کرنے کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جو کام 72 برسوں میں نہ ہو سکا وہ ہم نے صرف 70 دنوں میں کر کے دکھایا۔ ہم مسئلے ٹالتے ہیں نہ پالتے ہیں۔ نریندر مودی نے کہا کہ بھارتی آئین میں کشمیر سے متعلق دفعہ 370 کا ختم کیا جانا ملک کے پہلے وزیر داخلہ سردار ولبھ بھائی پٹیل کے خوابوں کی تعبیر کی طرف پہلا قدم ہے۔ اسے ایک یوم قبل 14 اگست 2019 بدھ کو پاکستان کے یومِ آزادی کے موقع پر مظفر آباد میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے عمران خان نے کہا تھا کہ وہ نریندر مودی کو پیغام دینا چاہتے ہیں کہ ہم اینٹ کا جواب پتھر سے دیں گے۔ ان کا کہنا تھا کہ بھارت کشمیر میں ہونے والے مظالم سے توجہ ہٹانے کے لیے آزاد کشمیر پر حملہ کر سکتا ہے۔

5 اگست کے مابعد لگاتار اسلامیان کشمیر کس مصیبت میں مبتلا رہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ دہلی سے سول سوسائٹی کا ایک ایسا وفد وارد کشمیر ہوا جس کے تمام اراکین ہندو تھے اور وہ مسلمانوں کی کوئی طرفداری نہیں کر سکتے تھے لیکن کشمیر سے واپسی پر اس وفد پریس کلب آف انڈیا نئی دلی میں کشمیر سے لائی گئی ویڈیوز، تصاویر دکھا کر کشمیری مسلمانوں کے کرب والم کو طشت از بام کرنا تھا لیکن حکومت ہند سے انھیں یہ ویڈیوز اور تصاویر دکھانے سے روکا گیا اور انھیں اسکی اجازت نہ مل سکی۔ 15 اگست 2019 کو ملاح، کویتا کرشنن، ویمل بھائی

اور ژان دریز کی پریس کانفرنس کے دوران کوئی تصاویر یا ویڈیوز نہیں چلائی جاسکی۔دلی کے پریس کلب آف انڈیا کا کمرہ درجنوں کیمروں،صحافیوں اور انسانی حقوق کے کارکنان سے بھرا ہوا تھا۔ یہ تمام لوگ وادی کشمیر میں پانچ دن گزار کر واپس لوٹنے والے اکانومسٹ ژان دریز، نیشنل ایلائنز آف پیپلز موومنٹ کے ویمل بھائی،سی پی آئی ایم ایل پارٹی کی کویتا کرشنن اور ملاح کو سننے کے لیے آئے تھے۔5اگست 2019 کے بعد سرینگر، سوپور، باندی پورہ، پامپور، شوپیاں اور اسلام آباد میں 9 سے 13اگست 2019 تک قیام کرنے والے ان افراد نے وہاں کی صورتحال کے بارے میں تصاویر اور ویڈیوز دکھانے کا اعلان کیا تھا۔تاہم پریس کانفرنس شروع ہونے سے پہلے انھوں نے اچانک بتایا کہ اب وہ یہ سب نہیں دکھاسکیں گے۔ کویتا کرشنن نے کہا کہ پریس کلب آف انڈیا نے انھیں تنبیہ کی کہ وہ یہ سب کچھ دکھانے کے لیے پروجیکٹر کا استعمال نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ ان پر بی جے پی حکومت کا بہت دباؤ ہے۔

5اگست 2019 کے مابعد بھارت نے جموں وکشمیر کے تشخص اور انفرادیت کا خاتمہ کردیااوراسے یونین ٹیریٹری بنا کرارض کشمیراور جنت ارضی کو براہ راست دہلی کے اختیار میں لاکر کشمیری مسلمانوں کے سب کچھ کو فنا کے گھاٹ اتارنے کا مکر چلایا۔مشرق وسطیٰ کی طرح جنوبی ایشیامیں ایک اور اسرائیلی کارروائی اورایک اورفلسطین بنادیا گیاہے،فرق صرف یہ ہے کہ اس خطے میں بھارت اسرائیل کے طور پرابھرکرسامنے آیاجبکہ بے وطن ہونے والے فلسطینی،کشمیر کے مسلمان بن گئے۔پرافسوس بھارت کی اس سازش پردنیا میں سوائے ترکی اور ملیشیا کے کسی کاضمیر بیدار نہ ہوسکا۔دنیا کی مجرمانہ خاموشی سے حوصلہ پا کر بھارت اب کھلے عام بھارت کے سابق فوجی افسروں اور ریٹائرڈ بیوروکریٹوں کوکشمیر کی اراضی الاٹ کی جارہی ہے اوراس کتاب کے منصۂ شہود آنے تک وہ یہودی آبادکاروں کی طرح ہردن کے ساتھ ساتھ اپنی کالونیوں کووسعت دیتے رہیں گے۔1990 کوکشمیر میں مزاحمتی تحریک شروع ہونے کے پس پردہ یہی حقائق تھے کہ بھارت کسی بھی وقت نرم نوالے کی طرح کشمیراوراسلامیان کشمیر کو کھا جائے گا تحریک آزادی برائے اسلام کے جوفکری قائدین تھے انکی آنکھیں یہی کچھ دیکھ رہی

تھیں جو 2019 میں روبہ عمل آیا انھوں نے بھارتی ناجائز قبضے اوراسکے جارحانہ تسلط کے خلاف عسکری جدوجہد شروع کر کے بھارت کو یہ سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ کشمیر آپ کے لیے نرم نوالہ نہیں بلکہ گلے میں پھنس جانے والی ہڈی ثابت ہوگی۔

بلاشبہ قابض بھارت کی حربی صلاحیتوں اور فوجی تعداد کے مقابلے میں یہ ایک کمزور عسکریت تھی کسی بھی طور پر بھارت کے حربی اور فوجی صلاحیتوں سے اس کا کیا تقابل ہوسکتا تھا لیکن اس جدوجہد کا اصل اور بنیادی فلسفہ یہ تھا کہ کشمیر کا میدان کارزار گرم ہونے کے ساتھ ہی افواج پاکستان عین اسی طرح کشمیر میں داخل ہوکر مجاہدین کشمیر کی مدد کے لیے پہنچیں گی جس طرح بھارتی سفاک فوج مکتی باہنی کی مدد کے لیے مشرقی پاکستان میں داخل ہوئی تھی اور 90 ہزار پاکستانی فوجیوں کو سرنڈر کرواکر مشرقی پاکستان کو''بنگلہ دیش'' بنا کر دم لیا۔افواج پاکستان کو کشمیر میں مجاہدین کی مدد کرنے کے لیے لازماً داخل اس لیے بھی ہونا تھا کہ خطے میں کوئی ''کشمیرستان'' یا کوئی کشمیر دیش نہیں بننا تھا بلکہ اس لیے کہ ریاست جموں وکشمیر کو مملکت خداداد کا پانچواں صوبہ بن جانا تھا اوراس دوران لاکھوں بھارتی فوجی اہلکاروں کو ذلت کے ساتھ سرنڈر ہونا تھا اوراس طرح ایک تیر سے دوشکار ہوسکتے تھے لیکن افسوس صد افسوس ایسا نہ ہوسکا۔

واضح رہے کہ ریاست جموں وکشمیر بنیادی طور پر 7 بڑے ریجنوں وادی کشمیر، جموں، کرگل، لداخ ،بلتستان گلگت اور پیر پنچال اوروادی چناب پر مشتمل 84 ہزار 471 مربع میل پر محیط ریاست ہے۔ یہ ریاست آبادی کے حساب سے اقوام متحدہ کے 140 اور رقبے کے حساب سے 112 رکن ممالک سے بڑی ہے۔ اس ریاست کا ہر پہلو سے پاکستان کے ساتھ رشتہ بنتا ہے لیکن انگریز اور ہندو کی مشترکہ سازش کے باعث پون صدی گزرنے کے باوجود ابھی تک یہ خواب تشنہ تعبیر ہے اور 27 اکتوبر 1947 کو بھارت کے جبری قبضے اور جارحانہ تسلط کے باعث تمام تر رشتوں کے باوجود یہ مسلم اکثریتی ریاست مملکت پاکستان کا جز نہ بن سکی اور بھارت مسلم اکثریتی ریاست جموں وکشمیر میں انسانیت کی کھلم کھلا تذلیل کرتا چلا آرہا ہے۔

کشمیر کا طویل محاصرہ

5 اگست 2019 کے بعد بھارتی قابض فوج نے کشمیر کو ایک بار پھر محاصرے میں لیکر کشمیری مسلمانوں کے عبور و مرور پر کئی ماہ تک پابندی عائد کردی۔ زمانے کو پھر سے ظلمت کدوں اور ظالم خو حکمرانوں کا سامنا ہے ۔ پھر وہی دور جہالت کی داستانیں دہرائی جارہی ہے ،انسانیت دم توڑ رہی ہے اور عالم انسانی کی فضائیں مسموم و مکدر ہیں۔ ظلم ضمیر انسانی کی اجتماعی بیخ کنی کا نام ہے۔ بھارت عشروں سے وادی کشمیر میں ریاستی استبداد کے جو ابواب لکھ رہا ہے۔ انھیں پڑھ کر بھی عالمی سطح پر کشمیریوں کی طرف کوئی توجہ نہیں۔ عالمی چوہدری مسئلہ کشمیر کو خالصتاً مسلمانوں کا مسئلہ سمجھتے ہوئے ایسا عقدہ لاتخل قرار دے رہے ہیں کہ جس کی ان کی لغت فہم کے مطابق گرہ کشائی ممکن نہیں۔ کشمیر کی سسکتی بلکتی انسانیت پر کوئی توجہ نہیں کیونکہ دنیا کا دل پتھر اور اس کی فکریں بالیدگی کی شکار ہیں۔

جب انسانیت کی کتاب دستور بے توقیر ہو جائے تو بے ضمیروں، طالع آزماؤں اور جرائم پیشہ حکمرانوں کا ایک بے رحم کھیل شروع ہوجاتا ہے جو کسی اصول ضابطے کا پابند نہیں ہوتا۔ مفاد کی مقراض سے قطع و برید کے بعد بچ رہنے والے ادھورے سچ کی طوطی نقار خانے میں بول بھی رہے لیکن سیل بلا کے منہ زور تھپیڑوں کے شور کے باعث اسے کوئی نہیں سنتا۔

5 اگست 2019 کے بعد بھارت کی طرف سے اٹھائے جانے والے اقدام ، ریاستی استبداد ، سیاسی جبر اور عالم اسلام کی مجرمانہ خاموشی کی سہ گونہ ٹکٹکی سے بندھ گئے اور اس کتاب کے منصۂ شہود پر آنے تک سرزمین کشمیر پر 5 اگست 2019 کے بعد کشمیر کی مسلم ریاست کی

ڈیموگرافی کو تبدیل کرنے اور بھارت کے پیدا کردہ بھونچال کے آفٹر شاکس باقاعدگی کے ساتھ بدستور جاری رہے۔

پتھر کی سل پر نوشتہ ہے کہ باطل کا انکار انسان کی سرشت میں موجزن ہے لیکن اس کا اظہار اکثر ظلم کے بطن سے پھوٹتا ہے اور پھر انسان بلند تر نصب العین کے حصول کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر اٹھالیتا ہے۔ اغیار کہتے ہیں کہ پون صدی کے سن رسیدہ کشمیر تنازع کو تو تاریخ کے حافظے کی پاتال میں فراموش ہو جانا چاہیے تھا۔ واقعہ مگر یہ ہے کہ جاں بلب کشمیری مسلمانوں کی سانس کا ہر زیر و بم سیاسی منظر پر اپنے لہو کے نشان چھوڑ رہا ہے۔ کشمیر کا بچہ بچہ عزیمت کے چراغ جلا رہا ہے۔ تاریخ انسانی کا یہ پہلا معرکہ حق و باطل اور ظالم ومظلوم کی جنگ ہے کہ جس میں نہتے حق پرستوں کا باطل کی دس لاکھ سفاک فوج سے پالا پڑا ہوا ہے اور مظلوم نہتے ہاتھوں تاریخ کی طویل ترین جنگ کی تاریخ رقم کر رہے ہیں۔ اسلامیان کشمیر کے دل مضراب کا ہر تار اسلام کا سر بکھیرتا ہے اور اخوت اسلامی کا ڈنکا بجاتے ہوئے وہ مسلم ممالک پر مسلط حکمرانوں کے ضمیر کو جھنجوڑنے کی کوشش کر رہا ہے، یہ اسی اخوت اسلامی کا مظہر ہے کہ اس نے پاکستان کی گردان کو اپنا مسحور کن ساز بنالیا ہے۔

جابر، جارح اور قابض قوتوں سے آزادی کی کلیاں جب دل میں چٹخنے لگتی ہیں تو دل میں بے قراری و بے اطمینانی کا ایک طوفان اور سیلاب امنڈ آتا ہے، فریفتگی وشیفتگی کو دوبالا کر کے طمانیت حاصل ہو جاتی ہے۔ عشق اور دیوانگی وفدائیت کا عنصر جاگ جاتا ہے۔ علامہ نے کیا خوب فرمایا:

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم
عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوزِ دمِ
آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق
شاخِ گل میں جس طرح بادِ سحر گاہی کا نم
اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملوک

اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم
دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم؟
اے مسلماں !اپنے دل سے پوچھ، ملا سے نہ پوچھ
ہو گیا اللہ کے بندوں سے کیوں خالی حرم؟

(حضرت علامہ محمد اقبال)

بلاشبہ اسلامیان جموں وکشمیر کی سانس کا ہر زیر و بم انمٹ نشان چھوڑ رہا ہے۔

زیر و بم سے ساز خلقت کے جہاں بنتا گیا
یہ زمیں بنتی گئی ، یہ آسماں بنتا گیا
داستانِ جور بے حد خون سے لکھتا رہا
قطرہ قطرہ اشکِ غم کا بے کراں بنتا گیا
عشقِ تنہا سے ہوئیں آباد کتنی منزلیں
اک مسافر کارواں در کارواں بنتا گیا
میں ترے جس غم کو اپنا جانتا تھا وہ بھی تو

(فراق گورکھپوری)

کشمیر کا گلستان ویران اوراس چمن کی تمام رونقیں ماند پڑیں ہیں، دلوں کی کھیتیاں خشک ہورہی ہیں، یہاں کی بہاروخنک ہواؤں اورلطیف وسبک فضاؤں نے رت ہی بدل ڈالی۔ بحربیکراں کے بھنور میں پھنسی کشتی جانگسل لہروں میں ہچکولے کھارہی اوراسے ساحل حیات ابھی تک نصیب نہ ہوسکا۔ جوآزادی کی راہ پر چلاتواس کی جگر بازی کا کوئی مقابلہ نہیں۔شعوری طور پر اس راہ پر نکلنے والے میں ہرستم برداشت کرنے کامادہ موجود ہوتا ہے۔ دراصل نعرہ آزادی رطل گراں اورشوق لافانی ہے ۔یہ ایک ایسافعال ،محرک اورقوت آفریں احساس ہے کہ جوقلوب واذہان میں ایسی کیفیات پیدا کرتاہے کہ جوانسان کو طوفانوں ،

بھونچالوں اور زلازل کے سامنے ایسا کوہ ثبات اورآہنی دیوار بنادیتاہے کہ جو سد سکندری اورجدارچین کی مضبوطی کوبھی مات دیتاہے۔ اس نعرہ کی موجوں میں طوفان پیدا کرنے ،سمندرکے سکوت میں تلاطم لانے ،ظلام کے پہاڑوں کے سینے چیرکرراستہ بنانے ،بحرظلمات میں گھوڑے دوڑانے ،کوہستان میں بہارپیدا کرنے ،ریگستانوں میں نسترن وگلاب اگانے اوربنجرکوسبزہ زارکرنے کی بھرپورصلاحیت موجودہوتی ہے۔

1931 میں ڈوگرہ استبداد کے شکارکشمیری مسلمانوں میں حریت کی چنگاری روشن کرنے کے لیے علامہ اقبال نے انھیں ستیزہ کاری کی جرات دلائی اور پتھرکے دیوتاؤں سے ٹکرانے کی ہمت بندھائی بالآخرانھوں نے 1947 میں ظالم ڈوگرہ کواس وقت چلتا کردیا کہ جب تقسیم برصغیرہوکرمملکت پاکستان کا قیام عمل میں آرہاتھا۔لیکن اسی کے ساتھ بھارتی استبداد نے انھیں گھیرلیاجس پرشاعرکا''داغ داغ اجالے اورشب گزیدہ سحر'' کا نوحہ پوری طرح صادق آتا ہے۔

یوں اسلامیان کشمیرکوایک کے بعد دوسرے آگ اورخون کے دریا کاسامنا رہالیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ آگ اورخون کے دریا کی منہ زورلہروں سے وہ زیرنہ ہوسکے اورانھوں نے اپنی منزل سے منہ نہیں موڑا۔ وہ بے آب وگیاہ صحراؤں سے گزرے لیکن دشت امکان کواوجھل نہیں ہونے دیا۔ سنگ زنی کی مشق میں آئینہ سازی کا شوق ترک نہیں کیا۔وہ تیروخنجر کے زخموں کوزیرتبسم جھیلنے کے عادی ہوچکے ہیں۔وہ اپنے سینوں میں موجزن حصول آزادی کی سوزش وآگ کے ذریعے اپنی نسلوں میں آزادی کی شمع روشن کررہے ہیں۔

ظلم کی عمیق غار منہ پھاڑے ان کے سامنے بیٹھی ہے اورسفاک قابض بھارتی فوجی افسروں کااپنارینک بڑھانے کی بوالہوسی رگ و ریشہ میں دوڑ رہاہے۔مگردوسری طرف ملت اسلامیہ کشمیرپابہ جولانیوں ،دارورسن کی وحشتوں اورتازیانوں سے خوفزدہ نہیں۔ان کے عزم آزادی میں کم ہمتی اورضعیف ارادی کا شائبہ تک نہیں۔وہ ایک دوسرے کے دست وجبین کو بوسہ دے کرہمت افزائی کررہے ہیں۔راہ حق کی خاک کوآنکھوں کا سرمہ بنالینا گویادل کی لوح پرنقش کالحجرکی اہمیت رکھتاہے اوریہ انسان کواوج کمال پرپہنچاتاہے۔

کشمیر سے فلسطین اور دنیا کے کئی گوشوں میں مسلمانوں کی بے بسی کی تصویر دیکھ کر اس میں کیا شک باقی رہتا ہے کہ جنگی جنون میں مبتلا طاغوت کے آلہ کاروں نے مسلمان بستیوں کو جنگ وجدل اور اپنے شر ور فتن سے بھر دیا ہے اور انھیں بہیمیت کی سولی پر چڑھا دیا گیا ہے۔ امریکہ، اسکے اتحادیوں اور بھارت و اسرائیل نے دنیا کو ظلمت و تاریکی کی عمیق غار بنا ڈالا ہے۔ ان کے مظالم نے چاردانگ عالم تعفن زدہ کر کے انسانی بستیوں کو ہلاکت کی بھٹی میں جھونک دیا۔ یہ وہ درندے ہیں کہ جو انسانوں کو بے دریغ قتل کر رہے ہیں۔

عزت وعصمت تارتار کرتے انسانیت کا حجاب چاک کرنے میں کسی طرح بھی چوکتے نہیں۔ اگر چہ کشمیر سے فلسطین تک اور کرہ ارض کے دیگر گوشوں میں باطل سے انکار کرنے والے اپنے لہو سے خوفناک آندھیوں میں بھی شمع آزادی کی لو کی محافظت کے لیے زخموں سے چور ہونے کے باوجود کمربستہ ہیں لیکن افتاد پہ افتاد یہ آن پڑھی کہ مسلمان ممالک پر مسلط حکمران بھی کھلے عام ان کے دشمن بنے بیٹھے ہیں۔افسوس صد افسوس! نگاہ عاطفیت کے بجائے نگاہیں پھیر لینا یہ کیسی اور کونسی مسلمانیت ہے۔آج مسلمانوں کی کم مائیگی ،بے بضاعتی اور درماندگی صرف اس لیے ہے کہ امت مسلمہ کے ہر دستہ اول ''مجاہدین اسلام'' کو دہشت گرد کہہ کر مطعون کیا گیا ہے۔امت کا یہ وہی دستہ اول ہے کہ جس کی تکبیر وتفسیر مغرب کی وادیوں میں گونجی ،ہندوچین پر سطوت وقوت کی دھاگ بٹھادی اور شرق وغرب کی قلابیں ملادیں۔انکی ٹھوکر سے صحرا ودریا دونیم تھے ۔زمانے کے ظالم حکمرانوں کے تاج وتخت کو انھوں نے کچل ڈالا اور باطل ایوانوں میں کہرام مچا دیا۔ان کا استقلال وعزم ہمالیہ کو عار دلاتا رہا۔مگر افسوس اب انھیں دہشت گردی کی مکروہ اصطلاح میں جکڑ کے امہ کے غبارے سے ہوا کھیڑ دی گئی۔

5 اگست 2019 سے کئی ماہ تک لگاتار کشمیر شدید لاک ڈاؤن (Lockdown) میں محصور بنا رہا اور مسلمانان کشمیر لاک ڈاؤن میں اپنے گھروں کی چاردیواری کے اندر بند رہے۔ان ایام میں اسلامیان کشمیر پر کیا گذری یہ ایک ایسی داستان الم ہے کہ چند لفظوں میں بیان نہیں کی جاسکتی۔لاک ڈاؤن ہوتا کیا ہے اس کا کچھ عشر وعشیر احساس اب دنیا والوں کو بھی

ہو چکا ہو گا کیونکہ کرونا وبا کے باعث چاردانگ عالم رہنے بسنے والے لوگ معمولی اور محدود لاک ڈاؤن سے گزرے ہیں۔ دنیا کے مختلف ممالک کے لوگ کرونا وبا کے باعث جس معمولی اورمحدود لاک ڈاؤن سے گذرے، اس میں ان کی انتظامیہ مشینری ساری کی ساری اپنے ہی لوگوں پر مشتمل تھی اورقانون نافذ کرنے والے بھی اپنے ہی بھائی بندے تھے جو ان کی مشکلات کوکم کرنے کے لیے ہمہ وقت مستعد اورتیار تھے، ضرورت مندوں کواشیاء صرف خریدنے کی اجازت تھی اوراشیاء ضروریہ کے تمام سٹور کھلے تھے، بیماروں کے لیے علاج ومعالجے کے لیے ادویات ،ایمبولینس ڈاکٹرز دستیاب تھے لیکن اس کے باوجود اس معمولی اورمحدودلاک ڈاؤن میں بھی لوگ بہت تنگ پڑے اوررل گئے۔

اندازہ کیجئے مقبوضہ کشمیرمیں انتظامیہ ہندوستان سے لائے گئے ہندومتعصب گورنرکی زیرنگرانی ہے، فیصلے لینے والے سب کے سب مسلمان دشمن اغیارہندو ہیں۔ اسلامیان کشمیر پر انکےخون کے پیاسی بے رحم ہندوفوجی درندوں کا پہرہ بٹھایا گیا تھا۔ اشیاءصرف لینادورکی بات ،بیماروں کے لیے علاج ومعالجے اور ادویات خریدنے کی کوئی سبیل نہیں تھی، ہمسایوں کاایک دوسرے سے میل ملاپ پرقدغن عائدتھی ،عزیزوں اوررشتہ داروں کاکوئی اتہ پتہ نہ تھا کہ کس حال میں ہیں ،زندہ ہیں کہ مردہ ،تمام ذرائع مواصلات منقطع تھے ،عبور ومرور پراس حدتک پابندی عائدتھی کہ جوگھرکی دہلیزسے قدم باہررکھنے کی کوشش کررہاتھااسکی ہڈی پسلی توڑ دی جاتی،لوگ بھوکے روکھے اپنے گھروں میں دبک چکے تھے، بیمارعلاج کے لیے ترس رہے تھے، معمرین کرارہے تھےاور بچے دودھ کے لیے بلک رہے تھے۔یہ تھی کیفیت اس (Lockdown) کی جس کاسامنا کشمیری مسلمان کررہے تھے۔اس کتاب کے منصۂ شہود پرآنے تک اگرچہ اس لاک ڈاؤن میں کچھ نرمی آچکی تھی لیکن کروناوائرس کابہانہ بناکرانھیں لاک ڈاؤن کے اسی گپ اندھیرے میں پھرسے دھکیل دیاگیا۔مکررلکھ رہاہوں یہ قہرناک لاک ڈاؤن تھا۔اس جیساسافٹ لاک ڈاؤن ہرگزنہیں تھا کہ جوکروناوائرس کے باعث دنیاوالوں کوفیس کرناپڑا۔

5 اگست 2019کے بعدکئی ماہ تک نافذ اس لاک ڈاؤن کے دوران بھارت نے

اسلامیان کشمیر کو مسلسل اور لگا تار بے پناہ جانی اور مالی نقصان پہنچایا اڑھائی سو سے زائد کشمیری نوجوان شہید کر دیئے گئے، سینکڑوں مکانات کو بارود لگا کر بھسم کر دیا گیا اور ڈھائے گئے جبکہ اس شدید ترین لاک ڈاؤن کے دوران کشمیری مسلمانوں کو 5.3 ملین ڈالر کا معاشی نقصان پہنچایا گیا۔ مقبوضہ وادی کشمیر کے پھل وفروٹ اور ہر قسم کی تجارت پر چونکہ بھارت کی گرفت ہے اس لیے کشمیر کے تاجروں اور بیوپاریوں کے لیے بھارت کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں کہ جہاں وہ اپنی اشیاء بیچ سکیں۔ ارض کشمیر پر بھارتی جبری قبضے کے باعث پاکستان یا وسط ایشیا کی منڈیوں تک انھیں کوئی رسائی حاصل نہیں۔

اس شدید لاک ڈاؤن اور بندش نے کشمیر کے کن کن شعبہ ہائے جات کو تہہ و بالا کر دیا ہے، اس کتاب کے منصۂ شہود پر آنے تک اس کا تجزیہ کرنا قبل از وقت تھا اس لیے اسے اس کتاب میں شامل نہیں کیا گیا۔ تاہم کشمیر کی میوہ صنعت کی تباہی ابھی سے عیاں ہے۔ کشمیر میں سیب کی کاشتکاری سے لیکر اسکے کاروبار تک کی ساری چین تقریبا پوری طرح برباد ہو چکی تھی جبکہ اخروٹ جیسے خشک میوے کے کاروباریوں کی کمر بھی ٹوٹ گئی تھی۔ ریاست گیر لاک ڈاؤن، سڑکوں کی بندش اور کشمیری مسلمانوں کی قوتِ خرید کا خاتمہ انکی دنیا میں اندھیرا کیے ہوئے تھی۔ بہترین اقسام اور وافر مقدار میں سیبوں کی کاشت کے لیے مشہور جنوبی کشمیر کے شوپیاں اور شمالی کشمیر کی تحصیل سوپور بڑے مشہور علاقے ہیں۔

مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کا سب سے بڑا ذریعہ آمدن سیب ہے اور سیب ہی کشمیر کی اقتصادی اور معاشی (back bone) ہے۔ سال 2019 میں مقبوضہ کشمیر میں سیب کی پیداوار 18 لاکھ میٹرک ٹن تھی۔ 5 اگست 2019 سے 5 اگست 2020 کے لاک ڈاؤن میں کشمیر کی سیب صنعت کو 200 ارب روپے کا نقصان پہنچا۔ مقبوضہ کشمیر میں سیب باغات سے پھل اتارنے کا سیزن جولائی سے لیکر ستمبر تک ہوتا ہے لاک ڈاؤن اور ذرائع مواصلات کی بندش کی وجہ سے درختوں سے سیبوں کو اتارنے میں لگا تار تاخیر اور بعدازاں نقل وحمل کا مسئلہ درپیش آیا، جس کی وجہ سے سیب کی فصل تباہ اور برباد ہوگئی اور سیب درختوں پر ہی سڑ کر زمین پر گرا، اور وہیں

ڈھیر ہوگیا۔ سیب باغات کو پھل دار بنانے کے لیے محنت شاقہ سے کام لینا پڑتا ہے، درختوں کی گڑائی سے لے کر دواپاشی اورکھاد، دینے تک سال کے نصف ہاف تک ان امور پر کشمیر کے سیب باغات مالکان زرکثیر صرف کرتے ہیں، اپنے سیب باغات کی خوب اور بڑی خاطرداری کرتے ہیں اور سیب باغات میں پھل لگنے سے اگست ستمبر تک کئی بار سیب باغات میں مختلف قسم دواپاشی کی جاتی ہے تاکہ سیب بیماری سے بچ جائے۔اس کے علاوہ سیب کے درخت کی پرداخت کے لیے اسکی جڑوں کو مختلف قسم کی کھادیں دی جاتی ہیں تبھی تو خرچ کردہ رقوم سے سوگنا فائدہ کشید کرتے ہیں ''سکیب'' ایک سنڈھی ہے جو سیب کے درختوں کو لگ جائے تو فصل کو مکمل طور پر خراب کرتی ہے اور اس کے سائز کو محدود بنا دیتی ہے جس کے باعث اسے کوئی خریدتا ہے اور نہ وہ کھانے کا قابل رہتا ہے۔ اس بیماری سے سیب باغات کو بچانے کے لیے لازماً دواپاشی کی جاتی ہے۔

ہر دوصورت میں کشمیر کے سیب باغ مالکان کو سالانہ ٹھیک ٹھاک اور خطیر رقم صرف کرنی پڑتی ہے تب جا کر بھارتی ریاستوں سے بیوپاری ،آڑتھی آکر کی کشمیری باغ مالکان سے پورے باغ کا سیب خرید خرید کر دہلی کی آزادپور منڈی سے لے کر بھارتی ریاستوں کی مختلف منڈیوں میں پہنچا کر پر فروخت کرتے ہیں۔لیکن 2019 میں کئی ماہ جاری رہنے والے لاک ڈاؤن کے دوران بھارت کی مختلف ریاستوں سے تعلق رکھنے والے آڑتھی کشمیر نہ آسکے اور کمیشنگ ایجنٹ بھی ٹرانسپورٹ اور نیٹ ورک نہ ہونے کی وجہ سے کشمیر نہیں آسکے۔واضح رہے کہ مقبوضہ کشمیر میں تقریبا 50 لاکھ افراد بالواسطہ یا بلا واسطہ ہارٹی کلچر سے وابستہ ہیں، جس کا ایک بڑا حصہ سیبوں کی کاشت پر مشتمل ہے۔

کشمیر کے فروٹ کی دوسری پیداوار چیری ہے سیب کے علاوہ وادی میں چیری کے مختلف اقسام کی سالانہ پیداوار 15 ہزار میٹرک ٹن ہوتی ہے اور اس فصل کا سیزن ماہ مئی کے وسط سے شروع ہوکر ماہ جولائی کے وسط تک رہتا ہے۔ چیری کا شمار انتہائی حساس پھلوں میں ہوتا ہے۔چیری کا شمار انتہائی حساس پھلوں میں ہوتا ہے۔ چیری کے نازک اورنہایت ہی حساس

پھل میں سے 60 فیصد مخملی اور مشری چیری کہا جاتا ہے ۔ بھارت کے جبری قبضے کے باعث چیری کا پھل سری نگر ہوائی اڈے سے براہ راست بھارت کے مختلف شہروں جیسے دہلی، ممبئی، کولکتہ، چنئی، حیدر آباد، احمد آباد، بنگلورو جبکہ جموں یا امرتسر سے ریلوے کے ذریعے منتقل کیا جاتا ہے۔ بعض کو خصوصی طور پر ائر کارگو و ریلوے کے ذریعے فروٹ منڈی ممبئی منتقل کیا جاتا تھا۔ کشمیر کی چیری دہلی کی منڈی کو 20 فیصد جبکہ بھارت کی دیگر منڈیوں کو 10 فیصد مال منتقل کیا جاتا تھا۔

چیری کی فصل کا سیزن ماہ مئی کی وسط سے شروع ہوکر ماہ جولائی کے وسط تک ختم ہو جاتا ہے اور یہ فصل بہت ہی جلد خراب ہوجاتی ہے جس کے پیش نظر اس کے لیے ٹرانسپورٹ کے انتظامات نہایت سرعت کے ساتھ کیے جاتے ہیں تاکہ یہ فصل خراب نہ ہوجائے۔ 2020 ماہ مئی کے وسط سے جولائی کے وسط تک میں شدید قسم کے لاک ڈاؤن کے باعث میں چیری فصل کی پیکنگ کے لیے جہاں مواد و سامان دستیاب نہیں تھا وہیں جموں وکشمیر میں تمام سبزی و فروٹ منڈیاں بند تھیں اور ٹرانسپورٹ کی نقل وحمل بھی معطل تھی اس دوران یہ ساری کی ساری چیری فصل تباہ ہوگئی ۔ چیری باغ مالکان پریشان تھے کہ اگر اس پھل کو درختوں سے اتارا گیا تو پھر اسے کہاں لے جائیں ۔

مقبوضہ کشمیر کی کثیر آبادی سیب کی صنعت کے ساتھ وابستہ ہے وہیں اخروٹ کی پیداوار بھی پورے کشمیر میں بڑے پیمانے پر ہوتی ہے۔ کشمیر میں اخروٹ کی پیداوار زیادہ تر کشمیر کے بالائی علاقو ں میں کثرت سے ہوتی ہے۔ بارہمولہ، گاندربل ، کپوارہ ، لولاب، بانڈی پورہ ، ہندوارہ، ٹنگڈار، شوپیاں ، اوڑی، پلوامہ ، بڈگام ، ماگام ، گاندربل ، اسلام آباد ، رام بن ، گول ، بانہال ،راجوری اور پونچھ و دیگر علاقوں میں ہوتی ہے۔ مقبوضہ کشمیر سے سالانہ 8 ہزار کوئنل اخروٹ گری تیار ہوتی ہے اور اس کاروبار کے ساتھ ہزاروں لوگ وابستہ ہیں ۔

کشمیر میں سردیوں کی آمد کے ساتھ ہی اخروٹ کی فصل تیار ہو جاتی ہے۔ یہ خشک میوہ لوگوں کے روزگار کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ ستمبر کے اواخر تک اخروٹ پوری طرح سے پک

جاتے ہیں۔ درختوں سے اخروٹ اتارنے کے بعد انھیں ذخیرہ کیا جاتا ہے ۔اخروٹ کی صنعت سے اسلامیان کشمیر کی معیشت کو نہ صرف فائدہ حاصل ہوتا ہے بلکہ یہاں کی آبادی کے ایک کثیر حصے کو روزگار بھی حاصل ہوتا ہے۔ تاہم کئی ماہ تک مسلسل لاک ڈاؤن کے دوران 2019 میں کشمیر کے اخروٹ کو بھی نقصان پہنچا۔ نومبر 2019 کی ایک رپورٹ کے مطابق مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کی اخروٹ کی فصل میں کروڑوں روپے کا خسارہ ہوا ہے ۔ لاک ڈاؤن اور بندش کے باعث اخروٹ کی بیشتر فصل تباہ ہوگئی ۔ کرفیو نے صورتحال کو مشکل بنا دیا تھا ۔مواصلات کی عدم موجودگی میں ، تاجر آرڈر لینے اور مال بھیجنے سے قاصر رہے۔مقبوضہ کشمیر میں سفید اخروٹ کے مغز جسے گری اخروٹ کہا جاتا ہے کی بکثرت پیداوار ہوتی ہے اس کے علاوہ بھورے رنگ کی اخروٹ گری بھی یہاں پائی جاتی ہے۔واضح رہے کہ مارکیٹ کا مجموعی کاروبار ہر موسم میں اربوں روپے کا ہوتا ہے۔لیکن لاک ڈاؤن کے باعث 2019 میں اخروٹ کے درختوں کی پوری دلچسپی سے دیکھ ریکھ نہ ہو سکنے کے باعث اسلامیان کشمیر کے اس ذریعہ معاش پر پانی پھیر گیا۔

مقبوضہ وادی کشمیر میں کاشت ہونے والی دیگر فصلوں کی طرح ہی بادام کی فصل بھی ایک سال کے لاک ڈاؤن کی شکار ہوئی۔ ضلع پلوامہ کے اکثر کریواس (KAREVAS) تین ہزار سے زاید ہیکٹر اراضی پر بادام کے باغات ہیں۔مردم خیز ضلع پلوامہ کو بادام کی پیداوار میں کلیدی اہمیت حاصل ہے۔ 2019 میں اس ضلع سے 6 ہزار میٹرک ٹن بادام کی پیداوار ہوئی تھی ، لیکن ہندوستانی لاک ڈاؤن سے کسان بری طرح لٹ گئے ۔

اس مضمون کے آخر پر اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ جب کوئی قوم حصول آزادی کے سفر پر گامزن ہوجاتی ہے تو پھر اسے اپنے جانی ومالی نقصان پر رونا دھونا نہیں چاہیے اور اسے اپنی اراضی کی پیداوار ضائع ہونے یا اسے نقصان پہنچنے کا کوئی غم نہیں ہونا چاہیے ۔لیکن ارض کشمیر پر ہندوستان کے خلاف آزادی برائے اسلام کی تحریک چل رہی ہے اس نے ابھی تک فیصلہ کن جنگ کی شکل اختیار نہیں کی جس کے سامنے اس مالی نقصان کی

کوئی پرواہ نہیں۔مقبوضہ جموں کشمیر میں حق و باطل اور ظالم ومظلوم کی جو جنگ جاری ہے ''ٹک ٹک ''لڑی جارہی ہے۔ واضح رہے کہ پاکستان کے مایہ ناز کرکٹر شاہد آفریدی اپنے کرکٹرز سے کہہ رہے تھے کہ ٹک ٹک مت کھیلو۔جب کسی بھی علاقے میں ظالم اورمظلوم کی جنگ اس طرح لڑی جارہی ہوتو پھر جنگ کی یہ اینگ لمبی اورطویل ہوتی ہے۔اس دوران اگرحق کے لیےلڑنے والی قوم مالی اورمعاشی حالت کے اعتبار سے خودکفیل ہوتو وہ ایک لمبے عرصے تک اپنے حق کےحصول کے لیے آزادی کی تحریک چلاسکتی ہے اور بالآخرکامیاب بھی حاصل کرسکتی ہے لیکن اگروہ مالی اورمعاشی اعتبار سے کمزورہوجائے تو لازماً اس کے اثرات اس قوم کی تحریک پرپڑیں گے۔

بھارت کی لگاتار یہ پالیسی رہی ہے کہ وہ اسلامیان کشمیر کے خلاف ایسے مہینوں میں ہی زہرناک اقدام اٹھارہاہے جن میں ان کا پھل فروٹ پک کرباغات سے اتارنے تیار ہوجاتاہے۔اسلامیان کشمیرکوایسے سیزن میں جان وبوجھ کرپیچ وتاب دلایاجاتاہے تاکہ ان کاذریعہ معاش یعنی ان کا پھل فروٹ تباہ وبرباد ہوجائے ۔اس مضمون میں بھارت کے اس ناپاک منصوبے کوطشت ازبام کرنے کی کوشش کی گئی ۔

⊙......⊙......⊙

دفعہ 370 کا خاتمہ

5 اگست 2019 سے قبل ہی مودی کی قیادت والی بھارت کی بی جے پی سرکار مقبوضہ جموں وکشمیر کے حوالے سے بھارتی آئین کے آرٹیکل 370 اور 35 اے کو کالعدم قرار دینے کے بارے میں حتمی فیصلہ لے چکی تھی۔ کیوں کہ بی جے پی نے اپنے منشور میں کہا تھا کہ وہ دفعہ 370 اور اس کی ذیلی شق 35A کو ختم کر کے ہی دم لے گی۔ 5 اگست 2019 سے قبل بھارتی وزیر داخلہ امت شاہ جب کشمیر کے دوروزہ دورے سے دہلی لوٹے تو انھوں نے بھارتی پارلیمنٹ میں کہا تھا کہ دفعہ 370 اور اس کی ذیلی شق 35A ایک عبوری انتظام ہے۔جس کی اب کوئی ضرورت نہیں۔

بھارتی آئین میں شق 370 اور 35A آخر تھی کیا؟ بھارتی آئین میں موجود دفعہ 370 اور اس کی ذیلی شق 35A میں اِس بات کی تشریح کی گئی تھی کہ ریاست جموں وکشمیر کا پشتنی باشندہ ہی کشمیر کا مستقل شہری ہے اور وہی ریاست جموں وکشمیر میں آباد ہوسکتا ہے اور زمین اور جائیداد خریدنے کا مجاز ہے۔ بھارتی آئین کی دفعہ 370 اور 35 اے کے رو سے کوئی بھی غیر ریاستی باشندہ اس ریاست میں مستقل شہریت، جائیداد کی خرید وفروخت و وسائل، سرکاری و دیگر معاشی سہولیات میں حصہ نہیں لے سکتا تھا۔

اس تشریح کے مطابق خطے کے بعض تجزیہ نگاروں کے مطابق دفعہ 370 اوراسکی ذیلی دفعہ 35A کا جموں وکشمیر پر اطلاق اس امر پر گواہ تھا کہ ریاست جموں وکشمیر کی جغرافیائی حد بندیاں اور سٹیٹس ہرگز وہ نہیں تھا کہ جو بھارتی ریاستوں کا بھارتی وفاق کے ساتھ ہے۔ان

کا کہنا تھا کہ 1947 سے آج تک یعنی گذشتہ پون صدی سے مقبوضہ جموں وکشمیر پر بھارت کا جبری قبضہ بدستور برقرار ہے اور ریاست جموں وکشمیر کا غالب حصہ بھارت کے جبری انتظام میں ہے۔اس حقیت کے پیش نظران تجزیہ نگاروں کا کہنا تھا کہ جب تک نہ کشمیر ہندوستان سے آزاد کرایا جاتا ہے تب تک بھارتی آئین میں شامل دفعہ 370اور35A کا دفاع اہل کشمیر کے لیے ناگز یرتھا کیونکہ اسے اول یہ کہ کشمیراور کشمیریوں کی بقااورانکی سلامتی آشکار ہوتی تھی دوئم یہ کہ اسے یہ بات واضح ہوجاتی تھی کہ ریاست جموں وکشمیر بھارتی فیڈریشن میں ہرگز شامل نہیں ہے بلکہ ایک ایسا متنازعہ علاقہ ہے جس کے مستقبل کا فیصلہ ہونا باقی ہے اوراس طرح میدان جدوجہد میں کشمیریوں کے لیےشق 370اور35A ایک دفاعی لائن کی حیثیت رکھتی تھی ۔ان کے مطابق جموں وکشمیر کی جغرافیائی حدبندیوں کو بھارت میں ضم کرنے کی جملہ سازشوں سے بچانے کے لیے دفعہ 370اور35اے بطورایک حفاظتی حصارتھا ۔ان تجزیہ نگاروں کے خیال کے مطابق بھارتی آئین کے دفعہ 370 اور35اے ریاست جموں وکشمیر کے لوگوں کو مستقل شہریت کی ضمانت دیتا تھا۔جس کے روسے جموں وکشمیر کے عوام کو حق خودارادیت ملنے تک ہر لحاظ سے پوری طرح افادیت اور خصوصیت حاصل تھی اوروہ یہ کہ بھارت بھی غیرمحسوس یا غیرشعوری طور پر اس آرٹیکل کے ذریعہ سے یہ مانتا تھا کہ جموں وکشمیرایک ایسا متنازعہ خطہ ہے کہ جس کے مستقبل کا فیصلہ ہونا باقی ہے ۔ان تجزیہ نگاروں کے مطابق چانکیہ فسطائیت کی سازشوں کے باعث بھارتی جبری انتظام کی دفعہ 370اور35 اے کا خاتمہ ہو گیا تو کشمیر کا متنازعہ سٹیٹس بھی معدوم و مجروح ہوگیا۔

لیکن کشمیر کے فہمیدہ طبقے کے مطابق بھارتی آئین میں موجود دفعہ 370اور35 اے یہ وہ سیڑھی تھی جس کے ذریعہ سے بھارت کشمیر میں ڈاکہ زنی کرتارہا۔ان کا خیال ہے کہ بھارتی آئین میں موجود اسی آرٹیکل کی توسط سے بھارت کوکشمیر میں غداروں کی ایک ایسی فوج ظفرموج میسر آئی کہ جنھوں نے کشمیر پر بھارت کے جبری قبضے اورجارحانہ تسلط کوتسلیم کرلیااور بھارتی مفادات کوتحفظ فراہم کیا۔ان کے لغت فہم کے مطابق بھارت نواز کشمیری غدار

وں کے لیے یہ ایک ایسا پل تھا جو انھیں دہلی سے جوڑے ہوئے تھا یہی وجہ ہے کہ کشمیر کی بھارت نواز جماعتیں دفعہ 370 کی ڈگڈگی بجا کر کشمیریوں کو مدت تک یہ کہتے ہوئے گمراہ کرتے رہے کہ بھارت ہی سچ مچ میں کشمیریوں کا ہمدرد اور نجات دہندہ ہے۔ اس پس منظر میں کشمیر کا فہمیدہ طبقہ ہر حال میں بھارتی آئین میں کشمیر سے متعلق ان شقوں کا خاتمہ چاہتا تھا جسے کشمیری مسلمان دھوکہ عظیم میں مبتلا رکھے گئے تھے اور اس کے خاتمے سے بھارت کا اصلی چہرہ بے نقاب ہو کر کشمیریوں کے سامنے آ جائے گا۔ کشمیر کے فہمیدہ طبقے کا کہنا تھا کہ اگر دفعہ 370 کشمیریوں کے لیے ایک حفاظتی حصار تھا تو پھر اس کی موجودگی میں بھارتی قابض افواج نے کشمیر کی لاکھوں کنال اراضی پر قبضہ کیوں کیا۔

اگر یہ کشمیریوں کے لیے کوئی حفاظتی حصار تھا تو پھر کیوں کشمیری مسلمانوں کو اپنے ہی وطن میں ہر قدم پر تنگ کیا جاتا رہا۔ اس طبقے کا کہنا ہے کہ 1947 میں جب بھارت نے جارحیت کا ارتکاب کیا اور جموں وکشمیر پر جبری تسلط جمایا تو اسی وقت سے کشمیر کے لیے بھارتی چانکیہ کا یہ ناپاک اور شرمناک منصوبہ ترتیب پایا کہ یہاں لازماً (Demography) کو تبدیل کرنا ہے تاکہ یہاں کے مسلم اکثریتی کردار کو اقلیت میں تبدیل کرنے کا راستہ ہموار ہو جائے۔

جب ریاست جموں و کشمیر ہندو ڈوگرہ مہاراجہ ہری سنگھ کے تصرف میں تھی تو اس نے 1927 میں ریاست جموں و کشمیر کے لیے ایک قانون بنایا تھا جس کے تحت کوئی بھی غیر ریاستی باشندہ جموں وکشمیر میں زمین وجائیداد خرید سکتا تھا اور نہ ہی کوئی غیر ریاستی باشندہ یہاں کی مستقل سکونت اختیار کر سکتا تھا۔ ریاست جموں وکشمیر کے لیے یہ قوانین ہندو ڈوگرہ شاہی دور میں 1927 اور 1932 میں مرتب کیے گئے تھے۔ ہندو ڈوگرہ مہاراجہ اس بات سے خائف تھا کہ غیر ریاستی باشندے ریاست میں داخل ہو کر یہاں ہمیشہ کے لیے سکونت اختیار کر لیں گے جسے کئی اور باتوں کے علاوہ ڈوگرہ راج کے لیے خطرات پیدا ہونگے۔

1954 میں شق 370 اور 35A کو (Application to Jammu and Kashmir) آرڈر کے تحت صدارتی حکمنامہ کے ذریعے بھارتی آئین میں شامل کی

گئیا وراس طرح بھارت نے مقبوضہ جموں وکشمیر سے متعلق مہاراجہ ہری سنگھ کے دور کے خصوصی سٹیٹس کو برقرار رکھا تھا جس کا مقصد ڈوگرہ مہاراجہ اورغدار کشمیر کو دام فریب میں لانا تھا۔ اور باتوں کے علاوہ شق 370اور35Aمیں 1947 میں ان ریاستی باشندوں کے لیے بھی ریاست میں واپس آنے کا حق محفوظ رکھا گیا تھا جو 1947 کے پر آشوب دور میں پاکستان کی طرف مہاجرت کر گئے بشرطیکہ وہ 1927 اور 1932 میں مرتب قوانین کے تحت ریاست جموں وکشمیر کے مستقل باشندے رہے ہوں۔

لیکن استبداد زمانہ کے ساتھ ساتھ مقبوضہ جموں وکشمیر کے مسلمانوں کی شرح آبادی کا تناسب گھٹانے اوراس ریاست کی غالب مسلم اکثریتی حیثیت کو بگاڑنے کی چانکیہ فسطائیت کی مذموم سازشوں اورزہرناک منصوبے بنتے چلے گئے جس کے باعث آرٹیکل 370 اوراس کا ذیلی آرٹیکل 35اے کمزورا یکٹ بن کر رہ گیا تھا اورخفیہ طور پر بھارت میں مندروں کی دیکھ بھال کرنے والے بھارت کے ہندوشرائن بورڈ اورفوجی کیمپس کو بڑے پیمانے پراراضی الاٹ کردی گئی تھی اور جموں وکشمیر کے مسلمانقابض بھارتی افواج کے سامنے اپنے ہی وطن اوراپنے ہی گھر میں اجنبی بن کررہ گئے۔ یہ المیہ ہے کہ ایسی صورتحال فلسطین، بوسنیا اورسنکیانگ کے مسلمانوں کے ساتھ پیش آئی ہے اور وہ اکثریت ہونے کے باوصف اقلیت میں تبدیل کر دیئے گئے۔

2014 میں آر ایس ایس کے ایک تھنک ٹینک گروپ ''دی جموں کشمیر سٹڈی سینٹر'' نے بھارتی سپریم کورٹ میں آرٹیکل 370 کو چیلنج کیا تھا۔ جب مودی کی قیادت میں بی جے پی سرکار نے اس آرٹیکل کا خاتمہ کردیا تواس وقت یہ کیس اس وقت سے بھارتی سپریم کورٹ میں زیرسماعت تھا۔لیکن جس بھارتی سپریم کورٹ نے پانچ سو سالہ بابری مسجد کو مندرقرار دیا تو کشمیر کے حوالے وہ کیا فیصلہ صادر کرسکتی تھی سب کے علم میں تھا۔صاف دکھائی دے رہا تھا کہ پوری سٹیٹ آف انڈیا ان عرض گذاروں کی پشت پر نہایت مستعدی کے ساتھ کھڑی تھی۔

اگر چہ کشمیری عوام کی اصل جدوجہد بھارتی جبری قبضے کا خاتمہ اور بھارت سے مکمل آزادی حاصل کرنا ہے، لیکن ساتھ ہی وہ بھارت کے ان تمام زہرناک منصوبوں کو بھی کامیاب نہ

ہونے دینے پر کمر بستہ رہے اور ہر وقت احتجاج کرتے رہے کہ جن کی وجہ سے آزادی کی جدوجہد پر بھیانک اور دور رس اثرات پڑ سکتے ہیں۔ جموں کشمیر پر 1947 میں بھارت کے جابرانہ قبضے سے اب تک کشمیر کی مسلم پہچان کو ختم کرنے کے لیے بڑے داؤ کھیلے گئے، لیکن بھارت کو ہمیشہ منہ کی کھانا پڑی۔ لیکن 5 اگست 2019 کو بھارت نے جو اقدام اٹھائے تو اسکی لغت فہم کے مطابق متنازعہ حیثیت کی تمام علامات کو ختم کر کے جموں وکشمیر بھارتی یوپی، سی پی اور دوسری ریاستوں کی طرح بھارت کا حصہ بن گیا۔ لیکن کشمیر کے غیور عوام نے جس طرح ہمیشہ بھارت کے مکروہ عزائم کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے تحریک آزادی کی شمع کو اپنے لہو سے فروزاں رکھا ہے اور ہر بار صدائے احتجاج بلند کر کے اپنی حساسیت کا بین ثبوت دیا جس کے باعث بھارت کو ہر بار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اب بھی وہ اسی عزم وہمت کے ساتھ مطالبہ آزادی سے دستبردار نہیں ہونگے۔

1990 کے بعد 2019 دوسرا موقع تھا کہ جب مقبوضہ کشمیر سے ہندوؤں کا انخلاء عمل میں لایا جا رہا تھا۔ 1990 میں بدنام زمانہ گورنر جگموہن نے یہ کہتے ہوئے کہ کشمیری مسلمانوں کے خلاف خونین فوجی آپریشن شروع ہونے والے ہیں تو اس دوران کشمیری ہندوؤں کو کوئی گزند نہ پہنچ پائے، کشمیری ہندوؤں کو وادی کشمیر سے نکال کر جموں اور دہلی منتقل کر دیا گیا تھا اور کشمیری ہندوؤں کے انخلاء کے بعد مقبوضہ کشمیر میں بڑے بڑے فوجی آپریشن ہوئے جن میں ہزاروں کشمیری مسلمان شہید کر دیئے گئے جبکہ 2019 کے انخلاء کے وقت بھی مقبوضہ کشمیر میں گورنر راج نافذ تھا فرق صرف یہ پہلے گورنر کا نام جگموہن تھا اور اس دوسرے گورنر کا نام ستیہ پال ملک تھا ستیہ پال ملک کے حکم پر کہ غیر ریاستی سیاحوں اور ہندو یاتریوں کا انخلاء عمل میں لایا گیا اور حفظ ماتقدم کے پیش نظر یہی لگ رہا تھا کہ بڑے پیمانے پر کشمیری مسلمانوں کی نسل کشی ہو گی۔

5 اگست 2019 سے چند دن قبل بھارت کی طرف سے مقبوضہ کشمیر میں کسی بڑی کارروائی کے امکانات نظر آ رہے تھے۔ مقبوضہ وادی میں ہر طرف انھونی خوف چھایا ہوا تھا اور ملت اسلامیہ کشمیر خوف و ہراس کی گرفت میں تھے جبکہ کٹھ پتلی گورنر انتظامیہ کی طرف سے کیے جانے

والے بعض اعلانات اور ہندوستان کی قابض فوج کے مزید دو لاکھ اہلکار اور فوجی کمپنیوں کی وادی کشمیر آمد اور بڑے پیمانے پر فوجی نقل وحمل کسی خوفناک کارروائی کے خدشے کو بڑھا رہے تھے۔ جمعہ 2 اگست 2019 کو کٹھ پتلی گورنر انتظامیہ کے پرنسپل سیکرٹری کا ایک آڈر جاری ہوا تھا جس میں ہندوستان بھر سے امرناتھ گھپا کے درشن پر آئے ہوئے ہزاروں ہندو یاتریوں اور بھارتی اور دیگر غیر ممالک سے آئے ہوئے سیاحوں کو فوراً وادی کشمیر چھوڑنے کے لیے کہا گیا۔

3 اگست 2019 سے وادی کشمیر سے سیاحوں اور یاتریوں نے وادی سے نکلنے کا آغاز کر دیا۔ اس دوران وادی کشمیر میں مزدوری کے لیے آئے ہوئے غیر ریاستی مزدوروں میں تشویش کی لہر دور گئی اور ہزاروں کی تعداد میں غیر ریاستی مزدوروں نے بھی وادی سے کوچ کرنیکا آغاز کر دیا۔ سوشل میڈیا پر کئی بھارتی ریاستوں سے آئے ہوئے مزدوروں کو روتے بلکتے ہوئے دیکھا گیا کیونکہ وہ مزدرری چھوڑ کر واپس نہیں جانا چاہتے تھے واضح رہے کہ تقریباً چار لاکھ غیر ریاستی مزدور کشمیر کی دھرتی پر اپنا روز گار کمانے ہر سال اپریل کے مہینے میں وارد کشمیر ہو جاتے ہیں اور سردیاں شروع ہوتے ہی یہ مزدور نومبر کے مہینے میں واپس اپنی ریاستوں کو چلے جاتے ہیں۔ بھارتیوں کو بھارت واپس چلے جانے سے افراتفری مچی ہوئی تھی تو دوسری طرف زندہ دلان کشمیر پیٹرول پمپوں کے باہر ایندھن کے حصول کے لیے گاڑیوں کی لمبی قطاریں لگا چکے تھے جبکہ بینکوں کے اے ٹی ایموں کے باہر بھی بینک کھاتے داروں کی تا حد نظر قطاریں لگی ہوئیں تھیں۔

جب دہلی کے تعینات کردہ گورنر کی طرف سے مقبوضہ کشمیر سے بھارتی باشندوں کو وادی چھوڑنے کو کہا گیا تو اس وقت کے وادی کشمیر کے مختلف ٹورسٹ مقامات پر تقریباً 30 ہزار سیاح مقیم تھے جنھیں 3 اگست جمعہ کی شام سے ہی پہلگام اور گلمرگ کے علاوہ سونہ مرگ، یوسمرگ اور سرینگر کے ہوٹلوں میں مقیم سیاحوں کو زبردستی نکالا گیا اور رات کے دوران ہی انھیں وادی کشمیر سے نکالنے کے لیے سرکاری ٹرانسپورٹ کی بسیں کام پر لگا دی گئیں جبکہ بھارت کی سول ایوی ایشن نے اضافی پروازوں کا انتظام کیا۔ اتوار 4 اگست کی صبح ان تمام سیاحوں کو خصوصی

پروازوں کے ذریعہ سری نگر سے نئی دہلی پہنچا دیا گیا اور سری نگر میں جو ہنگامی صورتحال دیکھنے کو مل رہی تھی اسے لگتا تھا کہ کوئی بڑا معاملہ ہونے والا ہے۔ سرینگر ائیر پورٹ پر پہلی بار جم غفیر دیکھنے کو مل رہا تھا اور معمول سے یکسر ہٹ کر پروازیں اڑان بھر رہی تھیں۔

اسلامیان کشمیر کا اندازہ تھا کہ مقبوضہ کشمیر کی بھارتی آئین میں حاصل خصوصی پوزیشن کو ختم کیا جائے گا اور ممکنہ عوامی ردعمل کو روکنے کے لیے قابض فورسز کو تعینات کیا گیا ہے۔ اسلامیان کشمیر کا یہ اندازہ لگانا اس حقیقت کی بنیاد پر استوار تھا کہ بی جے پی کشمیر کو انڈین وفاق میں مکمل انضمام کی مہم ستر برسوں سے چلا رہی تھی اور پہلی مرتبہ اس پارٹی کو سیاسی غلبہ حاصل ہوا تھا تو اس لیے کسی بڑے ایڈوانچر کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔ تاہم جھوٹے ہندو گورنر کی طرف سے اخبارات پر بیان چھپا جس میں کہا گیا کہ عوامی اندازے درست نہیں ۔

اسے قبل مودی کے سلامتی مشیر اجیت کما رڈول جمعرات 25 جولائی 2019 کو خفیہ طور پر وادی کشمیر وارد ہوا تھا۔ اس دوران مسلسل دودنوں تک فوج اور انٹیلی جنس ایجنسیوں کے سینئر آفیسران سے اجیت ڈول کی میٹنگیں ہوئیں جمعہ 27 جولائی 2019 کی شام کو جونہی اجیت کما رڈول نئ دہلی پہنچا تو وادی کشمیر میں بھارتی فوج کی مذید نفری بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا ۔ اس دوران 28 جولائی ہفتے کی صبح جموں میں تعینات آرمڈ پولیس کمانڈنٹوں، آئی آر پی بٹالین کمانڈروں، پولیس تربیتی کالجز تلوارا، وجے پور اور کھٹوعہ کے پرنسپلوں کے نام وائرلیس پیغام کے تحت انھیں فوج کی اضافی کمپنیوں کو تیار رکھنے اور تشدد آمیز مظاہروں کو روکنے کے آلات سے متعلق آگاہ کرنے کی ہنگامی طور پر ہدایات دی گئیں تھیں۔ اجیت ڈول کے دورے کے فورا بعد وادی کشمیر میں اضافی فوجیوں کی تعیناتی سے پہلے سے ہی موجود ان اندیشوں کو ہوا ملی کہ مودی کوئی بڑا قدم اٹھانے جا رہاہے۔ کشمیر میں اچانک دو لاکھ اضافی فوجیوں کی تعیناتی سے کشمیر میں افراتفری کا ماحول بن گیا۔ اسی دوران 5 اگست 2019 کو وادی کشمیراور جموں کے مسلم اکثریتی علاقوں کالاک ڈاوَن اور محاصرہ کیا گیا اور مودی کی قیادت والی بی جے پی سرکار نے ریاست جموں وکشمیر پر دفعہ 370 اوراسکی ذیلی شق 35A کا خاتمہ کردیا۔

لاکھوں بھارتی شہریوں کو کشمیر کا ڈومیسائل اجرا

اسلامیان کشمیر کی جدوجہد میں فنی، فکری اوراجزائی کمزوریاں ضرورموجود ہیں لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنے پیدائشی حق کا مطالبہ ترک کرکے بھارت کے سامنے سپر انداز اور سرینڈر ہوئے ۔ بھارت کے سفاکانہ اورقاتلانہ حربوں نے اسلامیان کشمیر کے کشت یقین کوخودآبادادورشاد بادرکھااوروہ ان کے لہومیں چنگاریاں سلگارہاہے۔اس امر میں کوئی ابہام نہیں ہونا چاہیے کہ بھارت کے بے محاباطاقت کے استعمال سے کشمیر کے موج خون کے لگا تار رواں ہے اوروہ تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہا۔اس خوفناک صورتحال کے پیش نظر ملت اسلامیہ کشمیرکی آنکھوں میں سفاک بھارت کے خلاف نفرت کے دہکتے انگارے پائے جارہے ہیں۔ وہ چشم گریہ اورقاش قش دل کے ساتھ اپنے پیاروں یہ عہددہرکے رخصت کررہے ہیں کہ وہ کسی بھی صورت میں سفاک بھارت کی بالادستی قبول قطعاً نہیں کریں گے ۔

5 اگست 2019 کے بعدکشمیرمیں بھارت کے اٹھائے گئے بے شمارعفونت زدہ اقدام میں سے ایک یہ کہ لاکھوں کی تعدادمیں بھارتی باشندوں کوجموں وکشمیرکا شہری بنانے کے لیے انھیں ڈومیسائل سرٹیفکیٹ اجرا کیا جا رہا ہے۔ برہمنی شاطرانہ ذہن کے تیارکردہ شرمناک منصوبے پر یہ جابرانہ عمل بالفعل اور بالعمل نہایت خاموشی کے ساتھ شدومد سے جاری ہے ۔معتبر رپورٹس کے مطابق جموں کے تمام ہندوتحصیلداروں کی جانب سے گزشتہ کئی ہفتوں سے لاکھوں بھارتی ہندوؤں کو کشمیر کا ڈومیسائل سرٹیفلیٹ اجرا کیا جا چکا اور لاکھوں امیدواراس سرٹیفکیٹ کے حصول کے لیے قطاراندرقطار منتظر ہیں۔

لیکن اس دوران 25جون 2020 جمعرات کواچانک ایک ڈومیسائل سرٹیفیکیٹ کاعکس سوشل میڈیاپروائرل ہواجوبھارتی ریاست بہار سے تعلق رکھنے والے ریاست جموں وکشمیر میں تعینات ایک سول سرونٹ نوین کمار چودھری کواجرا کردیا گیاہے۔اجرا کردہ اس ڈومسائل کی تصویرسوشل میڈیاکے ذریعے جب آشکارہوئی اوراگلے روزاس کاعکس سری نگر کے اخبارات میں بھی چھپ گیا۔کشمیر سے 2041 کلومیٹر دوربھارت کی ریاست بہارمیں پیداہونے والا،وہیں پلا بڑھنے والا،وہیں سے تعلیم پانے والااوروہیں سرکاری نوکری میں بھرتی ہونے والاسینئر آئی اے ایس افسر نوین کمار چودھری کو 15 سال قبل کشمیر میں سیکریٹری لیول کی نوکری دی گئی اور اب اس بیوروکریٹ کو بیوروکیسی کا بھرپورصلہ دیا گیا اوراسے ریاست جموں وکشمیر کامستقل رہائشی بنا دیا گیا۔نوین کمار چودھری کو ڈومیسائل سرٹیفکیٹ جموں کے گاندھی نگر کے تحصیلدار نے جاری کیا ہے۔نوید کمار چودھری اس وقت جموں وکشمیر کی کٹھ پتلی انتظامیہ میں محکمہ زراعت اور باغبانی کے پرنسپل سیکریٹری کے عہدے پرتعینات ہیں۔

عجب بھارت کا یہ غضب ماجرا دیکھ کراسلامیان کے پاؤں تلے زمین کھسک گئی اور وہ اس ظلم عظیم کے خلاف صف بندی توکررہے ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ اس ساری صورتحال پرعالمی ادارہ اقوام متحدہ جواہل کشمیرکواستصواب دینے کا ضامن ہے منہ میں گھنگھنیاں ڈال کے بیٹھا ہے اوراس نے چپ کا روزہ رکھاہے۔حالانکہ بھارت کا یہ سامراجی اقدام سلامتی کونسل کی متعلقہ قراردادوں اور عالمی قانون بشمول چوتھے جینوا کنونشن کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ افوس یہ ہے کہ 5اگست 2019 کے بھارتی حکومت نے عالمی قوانین کی دھجیاں بکھیرکرکشمیرپر جوسامراجی اقدام اٹھائے جس پس پردہ مکروہ عزائم اورناپاک مقاصد کشمیر میں آبادی کا تناسب تبدیل کرکے اسلامیان کشمیرکواپنی ہی سرزمین پراقلیت میں بدلنااوراپنے آبائی گھروں سے بے دخل کرنا ہے اس وقت بھی اقوام متحدہ چندبیان دینے کے علاوہ عملی طورپربھارت پرکوئی دباؤبڑھانھیں سکا۔واضح رہے کہ خدانہ کرے کہبھارت کواپنے ابلیسی منصوبوں کی عمل آوری میں کوئی کامیابی حاصل ہولیکن اگراسے کل کلاں اس حوالے سے کوئی اطمینان حاصل

کرلیا دکھائی دے اور اسے سرزمین کشمیر پر مسلمانوں کی آبادی کا تناسب تبدیل ہونے کا یقین ہوگیا تو وہ اعلاناً اقوام متحدہ کو یہ دعوت دے گا کہ اگر وہ چاہتا ہے کہ وہ کشمیر میں استصواب کرائے تو وہ آئے اور اپنا شوق پورا کرے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔اسے استصواب کے اپنے حق میں نتائج برآمد ہونے کا یقین ہوگا کیونکہ اس نے تب تک اس ایشو پر پوری طرح کام کیا ہوگا۔

کشمیر کی سرزمین پر یہود و ہنود گٹھ کا متعفن جوڑ کوئی ڈھکی چھپی نہیں بات نہیں۔میڈیا پر کئی مرتبہ اس بات کو اجاگر کیا گیا ہے کہ قابض بھارتی فوج کے ساتھ ارض کشمیر پر اسرائیلی کمانڈوز بھی دیکھے گئے ہیں جو کشمیری مسلمانوں کے قتل عام کرتے وقت ایک دوسرے کے معاون ہوتے ہیں۔

سفاک اسرائیل نے جس طرح اسلامیان فلسطین پر ستم ڈھائے، یہود و ہنود کے ناپاک گٹھ جوڑ کے تحت بھارت بھی اسی طرح ملت اسلامیہ کشمیر پر ستم ڈھاتا چلا آرہا ہے۔اسلامیان کشمیر پر جبر وتعذیب کے جتنے بھی ہتھکنڈے استعمال کیے جارہے ہیں اور جس قسم کے آتشیں اسلحہ سے ان کی نسل کشی کی جارہی ہے سب اسرائیل طرز پر ہو رہا ہے اور سرزمین کشمیر پر مسلمانان کشمیر کو اقلیت میں تبدیل کرنے کے لیے اب جس مسموم حربے پر کام جاری ہے یہ تو پوری طرح اسرائیل سے درآمد شدہ ہے اور بھارت اور اسرائیل کشمیر کو دوسرا فلسطین بنانے کے مشترکہ ناپاک منصوبے پر کام کرر ہے ہیں۔اس تعفن زدہ گٹھ جوڑ کا ہی نتیجہ ہے کہ مقبوضہ وادی کشمیر اور جموں کے مسلمان اکثریتی علاقوں میں اسرائیلی ماڈل کو روبہ عمل لاکرنے فلسطینیوں کی طرح اسلامیان کشمیر کو اپنے دیس اور اپنے گھروں سے بے دخل کیا جائے گا۔

واضح رہے کہ بدھ یکم اپریل 2020 کی صبح بھارتی وزارت داخلہ سے ایک اعلامیہ جاری کیا جس کے مطابق اب کشمیر میں ''ڈومیسائل'' اقامتی قانون میں ترمیم کے ساتھ شہریت کا نیا قانون نافذ کر دیا گیا اور اس نئے ڈومسائل سرٹیفکیٹ کی رو سے لاکھوں غیر ریاستی یعنی ہندوستانی باشندوں کو ارض کشمیر پر بسانے کا راستہ ہموار کیا گیا ہے اور کٹھ پتلی سرکار کے محکمہ جات

میں اعلیٰ اور گیزیٹڈ عہدوں کے لیے پورے انڈیا سے ہندو امیدوار کے اہل ہوں گے۔ چپڑاسی، خاکروب، نچلی سطح کے کلرک، پولیس کانسٹیبل وغیرہ چوتھے درجے کی نوکریاں کشمیری مسلمانوں کے لیے مختص کردیں گئیں۔اس طرح مودی نے کشمیر پر ایک ایسے شرمناک منصوبہ کو لاگو کردیا کہ جس کے تحت ایک کروڑ سے زائد ریاست جموں وکشمیر کے مسلمانوں کی مسلم شناخت،عزت وناموس خطرے میں پڑگئی اور نیا ڈومسائل سرٹیفکیٹ اجرا کر کے انکے تمام جانی ومالی اور مذہبی حقوق سمندر برد کردیئے گئے اب اس دنیا انکی کوئی شناخت،کوئی عزت اورکوئی پرسان حال نہ ہوگا۔

بھارت نے کشمیر کی ڈومسائل میں جوتبدیلی کی اور جو نیا ڈومسائل اجرا کردیا اس کے مطابق اب کوئی بھی بھارتی شہری جو 15 سال سے مقبوضہ کشمیر میں قیام پذیر ہو یا سات سال سے مقبوضہ کشمیر میں پڑھائی کررہا ہو اور اپنی تعلیم کے دوران میٹرک اور انٹر وہیں سے پاس کیا ہو تو وہ کشمیر کا ڈومیسائل لے سکتا ہے،اسی طرح جو تارکین وطن کشمیر کے (Relief and Rehabilitation) کمشنر کے پاس رجسٹرڈ ہونگے وہ بھی کشمیر کا ڈومیسائل لے سکیں گے جبکہ کشمیر میں بھارت کے سرکاری محکموں جنھیں''فیڈرل ڈیپارٹمنٹس'' کا نام دیا گیا ہے میں کام کرنے والے اہلکار جن میں فیڈرل گورنمنٹ، آل انڈیا سروسز افسران، سرکاری افسران و اہلکاران، بھارت کے سرکاری بینک، بھارت کی سرکاری یونیورسٹیز سمیت دیگر سرکاری و نیم سرکاری اداروں میں کام کرنے والے اہلکار جو عرصہ 10 سال سے مقبوضہ جموں کشمیر میں موجود ہوں وہ بھی ریاست جموں وکشمیر کا ڈومیسائل حاصل کرسکیں گے،اس کے علاوہ ایسے افراد جو مقبوضہ جموں کشمیر سے باہر کہیں ملازمت کررہے ہوں یا تعلیم حاصل کررہے ہوں مگر ان کے والدین درج بالا طریقہ کار پر پورا، اترتے ہوں یعنی دس سال سے کشمیر میں موجود ہوں پر وہ بھی مقبوضہ جموں کشمیر کا ڈومیسائل حاصل کرسکیں گے۔ اب ان 5 لاکھ بھارتی ہندو نائیوں،موچیوں، مستریوں، خاکروبوں، اینٹ سازوں اورمزدوروں کی شکل میں گزشتہ کئی برسوں سے کشمیر میں کام کررہے ہیں کو بھی کشمیر کا ڈومسائل دیا جائے گا۔

کشمیر سے متعلق نئے ''ڈومسائل'' شناخت شہریت سے سب سے زیادہ فائدہ ان لاکھوں بھارتی ہندو فوجیوں کو پہنچایا گیا اوراس نئے ڈومسائل کے تحت انھیں سرزمین کشمیر میں مستقل طور پر بسایا جائے گا کہ جنھوں نے گذشتہ 30 برسوں کے دوران ایک لاکھ سے زائد کشمیری مسلمانوں کوموت کے گھاٹ اتارا۔ نئے ڈومسائل کے اجرا کے تحت قابض اورسفاک بھارتی فوج کشمیر اب کشمیر کے مستقل باشندے ہوں گے اور انھیں یہاں ووٹ دینے اور جائیداد خریدنے اوراسکی ملکیت کا حق حاصل ہوگا۔

حالانکہ ریاست جموں وکشمیر میں 1927 سے یکم اپریل 2020 تک کشمیریوں کے پاس جو ڈومیسائل تھا وہ غیر کشمیریوں ''بھارتی ہندوؤں'' کو کشمیر کی شہریت حاصل کرنے، کشمیر میں مستقل رہائش اختیار کرنے، جائیداد خریدنے، نوکریاں حاصل کرنے سے روک رہا تھا۔اس ڈومسائل کے اجرا کا اپنا ایک پس منظر تھا جو تقسیم ہند سے قبل سے جاری تھا اوروہ یہ کہ برٹش انڈیا میں ریاست جموں وکشمیر پر جموں کے ایک ہندوڈوگرہ خاندان کی حکومت تھی جنھیں مہاراجوں کے نام سے پکارا جاتا تھا اوراس خاندان کی حکومت ریاست جموں وکشمیر میں مہاراجہ حکومت کہلاتی تھی۔ چنانچہ ڈوگرہ راج میں کئی وجوہات کی بنیاد پر جن میں ایک اہم وجہ یہ بھی تھی کہ کرہ ارض پرموجود ہرلحاظ سے کشمیر کے انتہائی خوبصورت علاقے کی طرف پنجاب اور دوسری شمالی ریاستوں سے جو لوگ رخ کیا کرتے تھے تو انھیں ریاست جموں وکشمیر میں مستقل آباد ہونے اور یہاں کی سرکاری نوکریوں پر قبضہ جمانے سے روکنے کے لیے 1927 میں مہاراجہ ہری سنگھ کی مطلق العنان حکومت نے ریاست جموں کشمیر شہریت قانون پاس کر دیا جس کی رو سے کوئی بھی غیر کشمیری یہاں جائیداد کا مالک نہیں بن سکتا اور نہ سرکاری نوکری حاصل کر سکتا ہے۔

1947 میں ریاست جموں وکشمیر پر بھارت کا جابرانہ قبضہ اور جارحانہ تسلط ہوا تو اس کے باوجود ڈوگرہ شاہی کا یہ قانون شہریت دفعہ 370 کی ذیلی شق 35A کے تحت برقرار رہا لیکن بھارت کے ہندوؤں کو اسے بڑی چبھن ہورہی تھی اوروہ ان دفعات کا ہرصورت میں خاتمہ چاہتے تھے۔ بھارت کی دونوں بڑی سیاسی جماعتیں کانگریس اور بی جے پی اسے ہضم کرنے

کے لیے تیار نہیں تھیں اور کانگریس درپردہ مگر بی جے پی کھلم کھلا کشمیریوں کے شہری سٹیٹس کے خلاف برسر جنگ تھیں۔

5 اگست 2019 کے اقدام کے بعد نریندر مودی کی حکومت کشمیریوں کی شناخت اور ان کی ''ڈیموگرافی'' کے خاتمہ پر کمر بستہ ہوکر ناپاک منصوبے سازی کرتی رہی جن میں پہلا گھناؤنا منصوبہ ڈومسائل کی تبدیلی ہے۔ 5 اگست 2019 کے بعد مودی موقع کی تاک میں تھا اور یکم اپریل 2020 بدھ کو ایسے وقت جبکہ پوری دنیا کے ساتھ اہل کشمیر بھی کرونا وائرس سے جنگ لڑ رہے تھے۔ پوری دنیا کرونا وائرس کی مصیبت میں پھنس چکی تھی مودی وائرس نے نئے ڈومسائل کے ذریعے کشمیر پر یہ سمجھتے ہوئے حملہ کر دیا اس وقت کشمیر میں اس کے خلاف کوئی ہمہ گیر سطح کا ردعمل سامنے آئے گا اور نہ کوئی صدا بلند ہوگی جسے دنیا نئے ڈومسائل کے اجرا پر کشمیریوں کی تائید سکوتی سے تعبیر کرے گی۔ جبکہ دنیا میں کرونا کی وبا سے اس وقت کوئی اس پوزیشن میں نہیں کہ اپنا غم چھوڑ کر کشمیریوں کی حمایت میں کھڑا ہو جائے گا۔ انسانی حقوق کی کوئی تنظیم، کوئی یورپی یونین، کوئی پاکستان، کوئی ترکی، کوئی ملیشیا بول نہیں سکے گا اور نہ ہی کوئی زوردار آواز بلند ہو سکے گی۔ واضح رہے کہ 5 اگست 2019 میں اٹھائے گئے اقدام کے ساتھ ہی وادی کشمیر کا لاک ڈاؤن کر کے ہزاروں کشمیری مسلمانوں جن میں سینکڑوں سرکردہ سماجی شخصیات اور بزرگ عمر کے لوگوں کو گرفتار کیا گیا۔ سیاسی اجتماعات، تقاریر اور انٹرنیٹ پر سخت قدغن لگائی گئی اور اس طرح ایک بار پھر کشمیر اور یہاں کیباسیوں کے جاری گھیراؤ کو مذید تنگ کیا گیا اور شکنجے کو مذید سخت کیا گیا۔

بھارت کے سفاکانہ اور قاتلانہ حربوں نے اسلامیان کشمیر کے کشت یقین کو خود آباد اور شاد باد رکھا اور وہ ان کے لہو میں چنگاریاں سلگا رہا ہے۔ اس خوفناک صورتحال کے پیش نظر ملت اسلامیہ کشمیر کی آنکھوں میں سفاک بھارت کے خلاف نفرت کے دہکتے انگارے پائے جاتے ہیں۔ کشمیر میں بھارت کے بے شمار عفونت زدہ اقدام میں سے ایک یہ کہ لاکھوں کی تعداد میں بھارتی باشندوں کو جموں وکشمیر کا شہری بنانے کے لیے انھیں ڈومسائل سرٹیفکیٹ

جاری کیا جا رہا ہے۔ برہمنی شاطرانہ ذہن کے تیارکردہ شرمناک منصوبے پر یہ جابرانہ عمل بالفعل اور بالعمل نہایت خاموشی کے ساتھ شدومد سے جاری ہے۔ معتبر رپورٹس کے مطابق جموں کے تمام ہندو تحصیلداروں کی جانب سے گزشتہ کئی ہفتوں سے لاکھوں بھارتی ہندوؤں کو کشمیر کا ڈومیسائل سرٹیفکیٹ کا جاری کیا جا چکا اور لاکھوں امیدوار اس سرٹیفکیٹ کے حصول کے لیے قطار اندر قطار منتظر ہیں۔ لیکن اس دوران 25 جون جمعرات کو اچانک ایک ڈومسائل سرٹیفکیٹ کا عکس سوشل میڈیا پر وائرل ہوا جو بھارتی ریاست بہار سے تعلق رکھنے والے ریاست جموں وکشمیر میں تعینات ایک سول سروئنٹ نوین کمار چودھری کو جاری کیا گیا ہے۔

اس ڈومیسائل کی تصویر سوشل میڈیا کے ذریعے جب آشکار ہوئی اور اگلے روز اس کا عکس سری نگر کے اخبارات میں بھی چھپ گیا۔

کشمیر سے 2041 کلومیٹر دور انڈیا کی ریاست بہار میں پیدا ہونے والا، وہیں پلا بڑھنے والا، وہیں سے تعلیم پانے والا اور وہیں سرکاری نوکری میں بھرتی ہونے والا سینئر آئی اے ایس افسر نوین کمار چودھری کو 15 سال قبل کشمیر میں سیکریٹری لیول کی نوکری دی گئی اور اب اس بیوروکریٹ کو بیوروکیسی کا بھرپور صلہ دیا گیا اور اسے ریاست جموں وکشمیر کا مستقل رہائشی بنا دیا گیا۔ نوین کمار چودھری کو ڈومیسائل سرٹیفکیٹ جموں کے گاندھی نگر کے تحصیلدار نے جاری کیا ہے۔ نوین کمار چودھری اس وقت جموں وکشمیر کی کٹھ پتلی انتظامیہ میں محکمہ زراعت اور باغبانی کے پرنسپل سیکرٹری کے عہدے پر تعینات ہے۔ عجب بھارت کا یہ غضب ماجرا دیکھ کر اسلامیان کے پاؤں تلے زمین کھسک گئی اور وہ اس ظلم عظیم کے خلاف صف بندی تو کر رہے ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ اس ساری صورتحال پر عالمی ادارہ اقوام متحدہ جو اہل کشمیر کو استصواب دینے کا ضامن ہے منہ میں گھنگھنیاں ڈال کے بیٹھا ہے اور اس نے چپ کا روزہ رکھا ہے۔ حالانکہ بھارت کا یہ سامراجی اقدام سلامتی کونسل کی قراردادوں اور عالمی قانون بشمول چوتھے جینوا کنونشن کی کھلی خلاف ورزی ہے۔

افسوس یہ ہے کہ 5 اگست 2019 کو بھارتی حکومت نے عالمی قوانین کی دھجیاں بکھیر کر

کشمیر پر جو سامراجی اقدام اٹھائے جس پس پردہ مکروہ عزائم اور ناپاک مقاصد کشمیر میں آبادی کا تناسب تبدیل کر کے اسلامیان کشمیر کو اپنی ہی سرزمین پر اقلیت میں بدلنا اور اپنے آبائی گھروں سے بے دخل کرنا ہے اس وقت بھی اقوام متحدہ چند بیان دینے کے علاوہ عملی طور پر بھارت پر کوئی دباؤ بڑھا نہیں سکا ۔واضح رہے کہ خدانہ کرے کہ بھارت کو اپنے ابلیسی منصوبوں کی عمل آوری میں کوئی کامیابی حاصل ہو لیکن اگر اسے کل کلاں اس حوالے سے کوئی اطمینان دکھائی دے اور اسے سرزمین کشمیر پر مسلمانوں کی آبادی کا تناسب تبدیل ہونے کا یقین ہو گیا تو وہ اعلانا اقوام متحدہ کو یہ دعوت دے گا کہ اگر وہ چاہتا ہے کہ وہ کشمیر میں استصواب کرائے تو وہ آئے اور اپنا شوق پورا کرے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اسے استصواب کے اپنے حق میں نتائج برآمد ہونے کا یقین ہوگا کیونکہ اس نے تب تک اس ایشو پر پوری طرح کام کیا ہوگا۔ کشمیر کی سرزمین پر یہود و ہنود گٹھ کا متعفن جوڑ کوئی ڈھکی چھپی نہیں بات نہیں۔ میڈیا پر کئی مرتبہ اس بات کو اجاگر کیا گیا ہے کہ قابض بھارتی فوج کے ساتھ ارض کشمیر پر اسرائیلی کمانڈوز بھی دیکھے گئے ہیں جو کشمیری مسلمانوں کا قتل عام کرتے وقت ایک دوسرے کے معاون ہوتے ہیں۔سفاک اسرائیل نے جس طرح اسلامیان فلسطین پر ستم ڈھائے، یہود و ہنود کے ناپاک گٹھ جوڑ کے تحت بھارت بھی اسی طرح ملت اسلامیہ کشمیر پر ستم ڈھاتا چلا آ رہا ہے۔

آج جو کچھ کشمیر میں ہو رہا ہے وہ سب اسرائیل طرز پر ہو رہا ہے اور سرزمین کشمیر پر مسلمانان کشمیر کو اقلیت میں تبدیل کرنے کے لیے اب جس حربے پر کام جاری ہے یہ تو پوری طرح اسرائیل سے درآمد شدہ ہے اور بھارت اور اسرائیل کشمیر کو دوسرا فلسطین بنانے کے مشترکہ ناپاک منصوبے پر کام کر رہے ہیں۔اس تعفن زدہ گٹھ جوڑ کا ہی نتیجہ ہے کہ مقبوضہ وادی کشمیر اور جموں کے مسلمان اکثریتی علاقوں میں اسرائیلی ماڈل کو روبہ عمل لا کر فلسطینیوں کی طرح اسلامیان کشمیر کو اپنے دیس اور اپنے گھروں سے بے دخل کیا جائے گا۔ واضح رہے کہ بدھ یکم اپریل 2020 کی صبح بھارتی وزارت داخلہ سے ایک اعلامیہ جاری کیا جس کے مطابق

اب کشمیر میں ڈومیسائل اقامتی قانون میں ترمیم کے ساتھ شہریت کا نیا قانون نافذ کر دیا گیا اور اس نئے ڈومسائل سرٹیفکیٹ کی رو سے لاکھوں غیر ریاستی یعنی ہندوستانی باشندوں کو ارض کشمیر پر بسانے کا راستہ ہموار کیا گیا ہے اور کٹھ پتلی سرکار کے محکمہ جات میں اعلی عہدوں کے لیے پورے انڈیا سے ہندو امیدوار اہل ہوں گے۔ چپڑاسی، خاکروب، نچلی سطح کے کلرک، پولیس کانسٹیبل وغیرہ چوتھے درجے کی نوکریاں کشمیری مسلمانوں کے لیے مختص کر دیں گئیں۔ اس طرح مودی نے کشمیر پر ایک ایسے شرمناک منصوبہ کو لاگو کر دیا کہ جس کے تحت ایک کروڑ سے زائد ریاست جموں و کشمیر کے مسلمانوں کی مسلم شناخت، عزت و ناموس خطرے میں پڑ گئی۔ اب اس دنیا میں ان کی کوئی شناخت کوئی عزت اور کوئی پرسان حال نہ ہوگا۔

⊙......⊙......⊙

کشمیر کو برصغیر کا فلسطین بنانے پر عمل درآمد

5 اگست 2019 کے بعد اٹھائے جانے والے بھارتی اقدام اور مقبوضہ وادی کشمیر کے فوجی محاصرے کے طویل دورانیے میں ظلم وجور کی وہ کونسی قسم ہے کہ جو قابض فوج کی طرف سے اسلامیان کشمیر پر آزمائی نہ گئی ہو۔ ظلم وستم کے ساتھ ساتھ بھارت کشمیر کی (Demography) تبدیل کرنے کے لیے واضح طور پر کئی طرح کے ناپاک اقدام بھی اٹھا رہا ہے جن میں اسرائیلی طرز کا شرمناک منصوبہ بھی شامل ہے جس پر وہ عمل درآمد ہو چکا ہے اور بدھ 27 نومبر 2019 کو کشمیری پنڈتوں ''کشمیری ہندوؤں'' اور بھارتی ہندوؤں کی ایک مشترکہ تقریب سے تقریر کرتے ہوئے امریکی شہر نیویارک میں تعینات بھارتی قونصلیٹ جنرل سندیپ چکرورتی نے اسی طرف بلیغ اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ نریندر مودی حکومت مقبوضہ کشمیر میں ہندوؤں کی آبادکاری کو یقینی بنانے کے لیے اسرائیل طرز کا ماڈل اپنائے گی۔ بھارتی قونصلیٹ جنرل کا کہنا تھا کہ اگر اسرائیل فلسطینی علاقوں میں یہودیوں کو آباد کر سکتا ہے تو ہم بھی اس کی پیروی کرتے ہوئے کشمیر میں ہندوؤں کو بسا لیں گے۔

دراصل ہندو منصوبہ سازوں کی کھوپڑیوں میں یہ بات پڑی کہ کشمیر کی مسلمان آبادی کے شرح تناسب کو بدلے بغیر کوئی چارہ کار نہیں اور اسی سے یہ مسئلہ ہمیشہ ہمیش کے لیے ختم ہو جائے گا تو اس نے کشمیر میں اسرائیل طرز کے ماڈل پر عمل درآمد شروع کر دیا۔ سرزمین فلسطین پر اسرائیل نے دنیا کے کونے کونے سے یہودیوں کو لا لا کر بسایا اور فلسطینیوں کو اقلیت میں بدلنے کے ناپاک منصوبے پر کام کرتا رہا۔ بھارت سمجھتا ہے کہ جب کشمیر میں فلسطین جیسا ماڈل

اپنایا جائے گا اور بھارت کے طول وعرض سے ہندوؤں کو لاکر کشمیر میں بسایا جائے گا تو کشمیری مسلمانوں کو اقلیت میں بدل دینے اور پھر انکی آواز دبانے کا یہی کارگر طریقہ ہے جسے کشمیری مسلمان مکمل طور پر زیر ہوسکیں گے۔

بھارت کے ناپاک منصوبوں کو بنظر غائر دیکھا جائے تو بات بالکل اور واضح طور سمجھ میں آجاتی ہے کہ کشمیری مسلمانوں کا بھارت سے جھگڑا یہ محض اختیارات اور انتظامی فیصلوں کا نہیں بلکہ یہ کشمیر کے نظریاتی اور تہذیبی تشخص کی لڑائی ہے۔ بھارتی منصوبہ سازوں اور تھینک ٹینکس نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جب تک کشمیری مسلمان اپنی مسلمانیت پر فخر کرتے اور اپنی تہذیب، اپنے تشخص کی بحالی اور بقا پر اصرار کرتے ہیں تب تک کشمیر کی کشمکش ختم نہیں ہوسکتی کیونکہ کشمیریوں کے اجتماعی شعور میں ایک خلاء اور احساس محرومی ان کے اجتماعی شعور کے خلاف بڑھاوا دے رہی ہے کہ ان کی تاریخ اور تہذیب کے فطری دھارے دریائے جہلم کے ساتھ ساتھ پاکستان کی طرف چلتے اور بہتے ہیں نہ کہ ان دھاروں کا رخ دریائے ستلج کے ساتھ بھارت کی طرف۔

یہی وجہ ہے کہ بھارت کشمیر کی اسلامی تہذیب، ثقافت، تعلیم، تشخص اور نظریاتی ہیت پر حملہ کر کے کشمیریوں کے اجتماعی شعور کے خلاء کو (Indianization) کے ذریعے پر کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ امرناتھ یاترا کے ذریعے بھارت ریاست جموں وکشمیر میں ہندو عنصر اور ہندو تشخص کو ابھار رہا ہے تا کہ یہ تاثر نمایاں ہو کہ کشمیر محض مسلم اکثریتی ریاست نہیں بلکہ کشمیریت کی گہری جڑیں ہندو ازم میں بھی پیوستہ ہیں اور ہندو ازم ریاست کا غالب عنصر ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلامیان کشمیر 1947 سے آج تک مسلسل انتہائی نا مساعد، مشکل اور کٹھن حالات میں بھی کشمیر کی اسلامی تہذیب و ثقافت اور تشخص کی محافظت کی اور کر رہے ہیں۔ بھارتی جابرانہ قبضے اور جارحانہ تسلط کے باوجود وہ جزیرے کی مانند الگ تھلگ رہے اپنے تشخص اور تہذیب کو بچانے کے لیے انھوں نے اس طرح کی تنہائی کو بخوشی قبول کیے رکھا۔

اسلامیانِ جموں وکشمیر کے نسل کشی کے منصوبہ ساز، قاتلین ہند میں سب سے بڑے قاتل

جگ موہن نے 1990 میں جب وادی کشمیر سے (2لاکھ) کشمیری پنڈتوں ''کشمیری ہندوؤں'' کوجموں دہلی اور بھارت کی مختلف ریاستوں میں منتقل کردیااس کے پس منظر میں یہی فلسفہ تھا کہ کشمیری پنڈت ''کشمیری ہندو'' جموں، دہلی اوردیگر بھارتی ریاستوں میں کپڑے پھاڑتے، روتے، بلکتے، چیختے اورچلاتے ہوئے بھارت ہندوؤں سے فریادکناں ہوں گے کہ کشمیری مسلمانوں نے ان پرمظالم ڈھائے اورانھیں ان کے گھروں سے بے دخل ہونے پرمجبور کر دیا اوراس طرح کی فریادسن کربھارت کے اطراف واکناف کے ہندوکشمیری پنڈتوں ''کشمیری ہندوؤں'' کی ڈھارس بندھائیں گے اوران سے وعدہ کریں گے کہ وقت آنے پروہ انھیں ان کے گھروں کولوٹائیں گے اورخودبھی ان کے ساتھ جاکران کی حفاظت کے لیے انکے گھروں کے سامنے ارض کشمیرمیں اپنا گھر بسائیں گے۔

ان تمام ناپاک سازشوں کامطلب واحد یہ تھا کہ کشمیر کے اسلامی تشخص کو مٹا کر اسے کشمیریوں کے لیے فلسطین بنا دیا جائے گیا یعنی کشمیر کو برصغیر کا فلسطین بنا دیا جائے گا۔یہ کشمیریوں کی (Indianization) کا وہ دیرینہ بھارتی خواب تھا جو 1947 سے پورا نہ ہو سکا تھا۔لیکن جب اسلامیان کشمیر کو ہندو بھارت کو للکارااور(Quit Kashmir Movement) شروع ہوئی تو ارض کشمیر بھارتی ہندو باشندوں کو دیئے جانے اور انھیں منتقل کرنے کے نامرادمنصوبے تیار ہوئے اور اس سلسلے میں سب سے اہم کام یہ ہوا کہ جب کشمیرکی سرزمین پر''امرناتھ شرائن بورڈ'' کا قیام عمل میں لایا گیااور 2006 میں اس ہندوبورڈ کو 800 کنال اراضی دے دی گئی تاکہ وہ کشمیر میں ایک ''ہندوکشمیر'' کا بیس بنا سکے۔ یہ اراضی کشمیرکے ضلع گاندربل میں ہندوؤں کے امرناتھ شرائن بورڈ کومنتقل کی گئی جس پراسلامیان کشمیرنے شدیداحتجاج کیااورانھوں نے اس فیصلے کو ماننے سے صاف انکارکردیا۔اس کے بعد 2011 میں کشمیری مسلمانوں کی آبادی کا شرح تناسب گھٹانے کے لیے مردم شماری میں ہیرا پھیری کا مکروہ کھیل کھیلا گیا جو ہنوز جاری ہے۔جبکہ 5اگست 2019 کااقدام کشمیرکوفلسطین

بنانے کے کھیل کی تکمیل ہے۔ المختصر! بھارت کا منصوبہ ساز طبقہ اس نتیجے پر پہنچا کہ کشمیر کا اسلامی تشخص تبدیل کیے بغیر کشمیری مسلمانوں کو بھارت کی غلامی تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لیے 1990 سے ہی ایک طویل المیعاد شرمناک منصوبے پر کام شروع کر دیا گیا تھا۔

فلسطین میں برطانوی نوآبادیاتی دور سے اب تک اسرائیل کے قیام، یہودی آبادکاری میں مسلسل توسیع، فلسطینیوں کو ان کے وطن اور شہری و انسانی حقوق سے بتدریج محروم کرتے چلے جانے اور عالم اسلام بالخصوص عرب ممالک کو مختلف قسم کے تزویری حربوں کے ذریعے فلسطینیوں کی حمایت سے دست کش یا کم از کم خاموش کر دینے کا جو عمل گزشتہ ایک سو سال کی تاریخ ہمارے سامنے پیش کرتی ہے، وہ اسی قسم کی پالیسیوں سے عبارت ہے، اور کوئی ایک مرحلہ بھی اس دوران ایسا دکھائی نہیں دیتا جس کے بارے میں کہا جا سکتا ہو کہ مغربی ممالک بالخصوص امریکہ نے خود اپنے طے کردہ اصولوں کا کوئی دائرہ بھی قائم رہنے دیا ہو۔اصول اور اصولی موقف کی گزشتہ تاریخ سے ہم یہ سمجھے ہیں کہ دنیا کے کسی خطہ میں اپنے اہداف و مقاصد کے حصول کے لیے مرحلہ وار پالیسیوں کو اصول کا نام دے دیا جاتا ہے، ایک مرحلہ مکمل ہونے پر وہ اصول تکمیل تک پہنچ جاتا ہے، اور دوسرا مرحلہ شروع ہونے کے بعد اس کے اختتام پذیر ہونے تک نئی پالیسی اور حکمت عملی کو اصول کا عنوان دے دیا جاتا ہے۔ جبکہ اس کھیل کا دائرہ صرف مشرق وسطی تک محدود نہیں ہے بلکہ دنیا کے دیگر علاقوں بالخصوص کشمیر کا میں یہی ناٹک رچایا جارہا ہے اور کشمیر میں ہندو آبادکاری سے ریاست جموں وکشمیر کا حال فلسطین سے ہرگز مختلف نہیں۔

خیال رہے کہ 90لاکھ کشمیریوں پر10لاکھ بھارتی قابض فوج مسلط ہیں اس طرح ہر 8 نہتے کشمیریوں پر جدید اسلحے سے لیس ایک فوجی مسلط ہے۔ بیس ہزار سے زائد کشمیری جیلوں میں بند ہیں۔ چھ ہزار سے زائد نامعلوم اور اجتماعی قبریں دریافت ہو چکی ہیں۔ مسلسل ظلم وستم اور کشیدگی اور تنا کے سبب 49 فیصد بالغ کشمیری شہری دماغی امراض کا شکار بن چکے ہیں۔ نوجوانوں کو پیلٹ گنوں کے ذریعہ بینائی سے محروم کرنا روز مرہ کا معمول ہے۔ لیکن عالمی سطح پر

سرد مہری اب مجرمانہ حیثیت اختیار کر رہی ہے خصوصا مسلم ممالک کے حکمرانوں نے بھی آواز نہ اٹھا کر اور بالواسطہ طور پر بھارت کا ساتھ دے کر ایک مایوس کن سوچ پیدا کی ہے۔

5 اگست 2019 کے بھارتی اقدام کے بعد دو ماہ تک حکومت پاکستان نے کشمیر پر بھارت کی نئی قسم کی جارحیت پر بھرپور ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے عالمی برادری میں تحریک پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن بعد ازاں بڑی بدقسمتی یہ ہوئی کہ حکومت پاکستان اپنی اس مہم کو جاری نہ رکھ سکی۔ یہ صریحاً کشمیر کاز پر حکومت پاکستان کی مجرمانہ غفلت ہے۔ حکومت پاکستان کی خاموشی سے ہی بھارت کو یہ حوصلہ ملا کہ وہ کشمیر میں اسرائیل طرز کا ماڈل اپنا کر کشمیر کو برصغیر کا فلسطین بنا رہا ہے۔

⊙......⊙......⊙

حصول آزادی کے لیے اسلامیانِ کشمیر کی قربانیاں

خطے میں بھارت کی طرف سے مسلم دشمنی، مسلمان کش پالیسی، خوف، نفرت اور وحشت کی، جو فصل برسوں پہلے بوئی گئی تھی آج وہ برگ و بار لا رہی ہے۔ اگر کسی کے پاس متاعِ لوح و قلم ہے اور وہ اس ماحول کی عکاسی کرنا چاہتا ہے، تو پھر اسے خونِ جگر میں انگلیاں ڈبونا پڑتی ہیں۔ یہ ساری رودادِ سفر، جذبوں سے معمور ہے۔ ہر گام پر دل کی دھڑکن تیز سے تیز تر ہوتی رہی ہے۔ چہار سو پھیلے اندھیرے اور کھولتے ہوئے اشتعال کے باعث قلم پر کپکپی طاری ہونا فطری ہے۔ زبانیں بولنے کے لیے بے تاب لیکن دستورِ زبان بندی ایسا کہ ہونٹوں سے لفظ پھسل پھسل کر اپنے معنی ہی کھو دیتے ہیں۔ صدیوں پر صدیاں بیت چکی ہیں۔ معلوم تاریخ میں کشمیر اور اہلِ کشمیر کے مقدر میں خوشحالی، آزادی اور امن کے دن بہت تھوڑے گزرے ہیں۔ اغیار نے اس خطہ جنت نشاں پر ظلم و جبر کے وہ قہر نازل کیے کہ ان کے تذکرے سے آج بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس وادی گل رنگ کے حسین اور تر دماغ انسانوں سے تاریخ کے کئی ادوار میں مال برداری کا کام لیا گیا ''بیگار والے'' یعنی بوجھ اٹھانے والے جیسے تضحیک آمیز نام سے انھیں منسوب کیا گیا۔

غلامی در غلامی، غربت اور افلاس ان پر مسلط کی گئی اور انھیں بزدلی کا طعنہ یوں دیا گیا کہ ''آپ تپ سی تے ٹھس کرسی'' یعنی انھیں غلامی کا دائمی اسیر سمجھا گیا کہ وہ تو عادتاً غلامی پسند ہیں۔ حالاں کہ انیسویں، بیسویں صدی میں آزادی، حریت فکر اور خود داری کے ترجمان شاعر، اقبال کا خمیر اسی کشمیر سے اٹھا تھا۔ اگر غلامی کشمیریوں کے خمیر کا حصہ ہوتی، تو پھر کشمیر

کے لالہ زاروں سے کوئی اقبال نہ اٹھتا۔

گرم ہو جاتا ہے جب محکوم قوموں کا لہو
تھرتھراتا ہے جہانِ چار سولے و رنگ و بو
الحذر، محکوم کی میت سے سو بار الحذر
اے اسرافیل !اے خدائے کائنات !اے جان پاک!

ملت کشمیر کے غدار شیخ عبداللہ کا دہلی کی دہلیز پر ناک اور ماتھا رگڑنے اور بھارت ماتا کی جے کا نعرہ لگانے سے بھارت سمجھتا رہا کہ کشمیری مسلمان اس کے لیے مرغان دست آموز ہیں لیکن 1990 میں کشمیر کے شیر دل نوجوان اٹھے اور چانکیہ استعمار کی سینہ زوری اور دیدہ دلیرانہ رعونت اور نخوت خاک میں ملا کر اسے سمجھایا کہ غدار ملت شیخ عبداللہ کے دور کی مکروہ روایات اور اس کی متعفن پوٹلیاں کھول کر بیٹھ کر تمھارے گن گانے کا وقت اب ختم ہو چکا ہے اب ہمارے ساتھ تمہاری مکاری وعیاری ہرگز چل نہیں سکتی۔کشمیر کے بہادر نوجوانوں کی اس للکار کے سامنے بھارت کی ایک بھی نہیں چل سکی تو اسکی درندے فوجی اہلکاروں نے کشمیر کے طول وعرض میں خون کی ہولی کھیلی اور آلائے کلمہ الحق کی سربلندی اور کشمیر کی آزادی برائے اسلام کے مطالبے کی پاداش میں ملت اسلامیہ کشمیر کے تادم تحریر ایک لاکھ نفوس کو شہید کر ڈالا،اور اربوں روپے کے املاک کا نقصان پہنچایا لیکن اس عظیم جانی ومالی قربانی ،یا عرف عام میں بڑا نقصان اٹھانے کے باوجود ملت اسلامیہ کشمیر بھارت سے آزادی حاصل کرنے کے مطالبے پر سرمو انحراف نہیں کر رہے۔

دنیا کے بلند ترین پہاڑی سلسلے ہمالیہ کے دامن میں واقع خطہ کشمیر کئی عشروں سے پاکستان اور بھارت کے درمیان ایک انتہائی متنازع علاقے کی حیثیت رکھتا ہے۔1990 کے بعد یہاں لگاتار اور مسلسل بھارتی بربریت اور ظلم وجور اور گھیراؤ جاری ہے۔کشمیری مسلمانوں کے سرعام تشدد کے واقعات وہاں کی روز مرہ زندگی کا معمول بن چکے ہیں۔ اس کربناک صورتحال کے باوجود دست سوال دراز کرنے کے بجائے کشمیری مسلمان پھلوں کے باغات اور

زرخیز مٹی سے مالامال اس سرزمین کو زرعی لحاظ سے خودکفیل بنانے کی کوششیں کرتے رہے۔ مقبوضہ کشمیر زیادہ تر حصہ زرعی اراضی پر مشتمل ہے جہاں چاول ،مکئی ،انواع واقسام کے پھل اور سبزیاں کاشت ہوتی ہیں۔سیبوں،اخروٹ ،بادام ،زعفران کی کاشت آمدنی کا ایک اچھا ذریعہ ہے ۔اسی بنیاد پر نہ صرف اقتصادی طور کشمیری مسلمان خودکفیل اور مضبوط ہیں بلکہ وہ سالانہ چارلاکھ بھارتی مزدوروں کے لیے روٹی روزی کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں ۔

سیب(Apple) زمانۂ قدیم سے ہی کشمیراپنی میوہ صنعت کے لیےمشہور ہے۔ یہاں کا معتدل آب و ہوا کئی طرح کے میٹھے اور رس دار پھل اگانے کے لیے کافی ساز گار ہے۔ ساری دنیا میں کشمیری سیب، اخروٹ اور بادام مشہور ہیں۔ چند برس قبل جہاں کشمیر بھارت کی دیگر ریاستوں کوسیب اور دوسرے پھل برآمد کیا کرتا تھا وہیں اس کا دائرہ وسیع ہوکر بنگلہ دیش تک پھیل گیا اورسیب اتارنے کے موسم میں کئی ایک بنگلہ دیشی تاجروں کوسوپور اورشوپیان کی منڈیوں میں دیکھا جاسکتا تھا۔لیکن بھارت اسلامیان کشمیرکاازلی دشمن ہے وہ نہیں چاہتا کہ اسلامیان کشمیرمعاشی طور پر پھل پھول جائیں اور پھراپنی تحریک آزادی کوتیز تر کریں اس لیے وہ کشمیری مسلمانوں کی اس صنعت کو جان بوجھ کر برباد کرنے پرتلا ہوا ہے۔

مقبوضہ کشمیر کا سیب جس کی یہاں بے شماراقسام پائی جاتی ہیں نہ صرف اپنے ذائقے، لذت کے حوالے سے دنیا میں نمبر ون ہے اورخوشبو کے اعتبار سے مشہور ہے بلکہ اس کا تقابل براہ راست امریکہ، چیلی، چین اور آسٹریلیا کے ساتھ کیا جاتا ہے۔سرینگر کے شمال میں واقع قصبہ سوپور میں، جو''ایپل ٹاون آف ایشیا'' بھی کہلاتا ہے۔جبکہ سری نگر کے جنوب میں قصبہ شوپیان سوپور کے بعدسیب کی پیداوار میں دوسراسب سے بڑا ایریا ہے۔کشمیرکے سیب باغات میں درختوں پر مئی کے مہینے میں سیب لگناشروع ہوجاتا ہے اور اگست اور ستمبر کا مہینہ اس کے توڑنے کا سیزن ہوتا ہے۔کشمیر کے سیب کوعالمی سطح تک لے جانے کے لیے سوپور میں چار سو کنال کے وسیع رقبہ پر پھیلی فروٹ منڈی بیس سال قبل قائم کی گئی تھی۔لیکن بھارت کے جبری قبضے اورغاصبانہ تسلط کے باعث کشمیر کے سیب کو عالمی منڈیوں تک رسائی نہ ہونے کے باعث مقبوضہ کشمیر کے

سیب باغات سیب درختوں سے گر کر زمین پر سڑ رہا ہے۔ ملت اسلامیہ کشمیر کے مطالبہ آزادی پر گذشتہ تین عشروں کے دوران بھارت جان بوجھ کر کشمیر کی سیب کو برباد کر رہا ہے۔

5 اگست 2019 کے بعد مقبوضہ وادی میں مسلسل کرفیو کی وجہ سے اسلامیان کشمیر کی معیشت ختم کر ڈالی گئی اور بھارت نے اسلامیان کشمیر کی معیشت کا خاتمہ یہ ایک منصوبہ بند پروگرام کے تحت کر دیا۔ 1990 سے آج تک کشمیری مسلمانوں پر بھارتی بربریت لگا تار جاری رہنے کے باوجود بھی مقبوضہ کشمیر خوشحال خطہ مانا گیا۔ جس کی خوشحالی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے، جیسے عرض کیا جا چکا ہے کہ وادی میں بھارت کے مختلف علاقوں سے سالانہ 4 لاکھ مزدور مارچ سے نومبر تک رزق کمانے کے لیے آتے ہیں۔ لیکن اسلامیان کشمیر سے ان کی خوشحالی چھیننے کے لیے وار پہ وار کیے جا رہے ہیں۔ مگر نہتے کشمیری مسلمان ہندو بھارت سے اپنی آزادی پانے کے لیے ہر قیمت دینے کو تیار ہیں۔ جانی و مالی نقصان برداشت اگر ''عظیم قربانیوں'' کے عوض ارض کشمیر پنجہ ہنود سے آزاد ہوتا۔ لیکن دور دور تک منزل نظر نہیں آ رہی اور آزمائشیں دراز ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ اس کے ساتھ دستکاری کی صنعت سے تقریباً تین لاکھ چالیس ہزار لوگوں کا روزگار وابستہ ہے۔ جموں و کشمیر کی دستکاری دنیا میں قالین بافی، ریشم، شال، باسکری، مٹی کے برتن، تانبے اور چاندی کے برتن، پیپر ماشی ور اخروٹ کی لکڑی جیسے چھوٹے پیمانے پر اور کاٹیج صنعتوں کے لیے مشہور ہے۔

کشمیریوں کی پوری تاریخ میں آزادی اور سکون کے دن بہت تھوڑے ہیں۔ پتہ نہیں جھیل ستی سر نے جب خشکی کا روپ اختیار کیا تب سے ہی اس کی تعمیر میں خرابی کی صورت موجود ہے۔ اس کے مرغزاروں یا ابلتے ہوئے چشموں کی تہوں میں آج بھی بدقسمتی کہیں موجود ہے اسی لیے یہ وادی گل رنگ، وادئ لہو رنگ بنی رہی۔ اُبلتے ہوئے چشموں سے خون کے فوارے پھوٹے رہے۔ ڈل اور ولر کے پانیوں پر کبھی کنول اور شکارے تیرتے تھے، آج انسانی لاشے تیرتے۔ کھیت، کھلیان اور تاریخی باغات، فوجی چھاؤنیاں بن چکی ہیں، ایک عالم وحشت ہے۔ انجان سا خوف ہر ایک پر طاری ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے، کہیں ویسا نہ ہو جائے۔

کشمیری بچوں کے تعذیب خانوں کا روح فرسا انکشاف

اس امر کو دیکھنے کے باوجود کہ ہزاروں کشمیری مسلمان طلبہ ہندوستان میں زیرتعلیم ہیں مگر ہندوستان کی یونیورسٹیز میں رہ کر بھی وہ ہندوستانی نہیں بن سکے اور پاکستان اور ہندوستان کی کرکٹ ٹیموں کے درمیان جب میچ ہوتا ہے تو ان کی تالیاں ہندوستانی ٹیم کے بجائے صرف اورصرف پاکستانی کرکٹرز کو داد دینے کے لیے بجتی ہیں ہندوستان کی فوجی اور سول قیادت کی مت ماری گئی کہ وہ کشمیر کی نئی نسل کے فکر کے دھارے تبدیل کرے ۔کشمیری مسلمانوں کے ساتھ پون صدی تک مسلسل بے پناہ مظالم اوروحشیانہ بربریت ڈھائے جانے کے بعد باوجود ہندوستانی قیادت کے بعد اوروہ اس نتیجے پر پہنچی کہ کشمیری مسلمان ہندوستان مخالف اور پاکستان کے حق میں جذبات کے اظہار سے سرموانحراف نہیں کررہے ہیں تو کیوں نہ ان کی نسل، ان کے بچوں کو ان کی سوسائٹی سے الگ کر کے بھارت نواز بنانے کے لیے منصوبے ترتیب دے کر ان پرعمل کیا جائے۔

ہندوستان کی فوجی اورسول قیادت کی سوچ وفکر کے مطابق اسلامیان کشمیر کی نئی نسل کے ذہن کو جب تک نہ تبدیل کیا جائے تب تک کشمیر میں بدستور ہندوستان کے خلاف نفرت اور ہندوستانی فوج کو قاتل فوج کے طور پر سمجھا جائے گا۔اسی شرمناک منصوبے پرعم درآمد ہونے کا ہندوستان کی قابض اور سفاک فوج کے زیرنگران ایسے کیمپس بنائے جانے کا انکشاف ہوا ہے کہ جہاں کشمیری کی (New Generation) کو صبح وشام پٹی پڑھائی جائے گی کہ وہ ہندوستان کے ساتھ اور ہندوستان میں رہ کر ہی ترقی کے منازل طے کرسکتے ہیں اوران کا

مستقبل روشن ہونے کی واحد ضمانت ان کے جسم وجان اورروح وبدن کے ساتھ انڈیا کے ساتھ ادغام اورانضمام میں ہے۔مگر ہندوستان کی فوجی اورسول قیادت کو یہ کون سمجھائے کہ 1996 کے بعدوہ یہ حربہ آزما چکے ہیں کہ جب انھوں نے ''آپریشن سدبھاونا'' کے تحت کشمیری مسلمانوں کے سینکڑوں سکولی بچوں کو قابض اور سفاک فوج کے زیرنگران ہندوستان کی سیر کرائی گئی یہ سیرسپاٹے کے بہانے ان نونہالوں کے ذہنوں میں یہ ڈالنا تھا کہ وہ دہلی کی چکاچوند کودیکھ کر اپنے والدین اور بھائی وبہن کے سامنے ہندوستان کی گیت گائیں اوروہ اپنے بچوں کی باتوں سے متاثر ہوکرتحریک آزادی کوایک دردسرسمجھ کراسے دست کش ہوجائیں۔

اس آپریشن کے تحت صرف بچے ہی نہیں بلکہ ادھیڑعمر کے کشمیری مسلمانوں کوبھی ہندوستان کی سیرکرائی گئی اوران کے ذہنوں میں یہ بات کوٹ کوٹ کی بھری گئی کہ وہ اپنے نوجوان لڑکوں کوسمجھائیں کہ تم ایک دیوہیکل ہندوستان کوشکست نہیں دے سکتے ہواورنہ وہ تمھیں آزادی دے سکتا ہے۔مگراس کا کوئی اثر نہ بچوں نے قبول کیااورنہ ہی ان ادھیڑعمر کے لوگوں نے کیوں کہ واپسی پروہ (GO INDIA GO BACK) کے سلوگن کوہرموقع پرپہلے سے زیادہ بڑھاچڑھاکرپیش کرتے رہے اوراس طرح وہ الٹاہندوستان کے لیے دردسربن گئے اورآپریشن سدبھاوناشروع کرنے والے اپنا سرپکڑا گئے کہ ہم نے ان کشمیری مسلمانوں کے بچوں اوران کے بزرگوں کا(DNA) تبدیل کرنے کی جوچال چلائی یہ توالٹ کرواپس ہمارے ہی گلے پڑگئی۔

جمعرات16 جنوری 2020 کو دلی میں منعقدہ''رائے سینا ڈائیلاگ''میں ہندوستان کے چیف آف ڈیفنس سٹاف بپن راوت نے یہ روح فرسا اوررونگٹے کھڑے کرنے والےانکشاف کیاکہ دس سے بارہ برس کے کشمیری کمسن بچوں کے لیے''Deradicalization camps'' قائم کیے گئے ہیں جہاں انکے ذہن کوتبدیل کیاجائے گا۔ان کے بقول شدت پسند کشمیری بچوں اورنوجوانوں کوتنہائی میں رکھا جارہا تاکہ نظریات بدلنے کے لیے ان پرکام کیاجاسکے۔ بھارتی فوج کے اعلیٰ عہدے دار کا یہ انکشاف کشمیری مسلمانوں پرڈھائے جانے والے قیامت

خیز بھارتی مظالم کی ایک نئی دلدوز کہانی کا پتا دیتی ہے۔ دراصل یہ کشمیر کے کمسن بچوں کے لیے تعذیب خانے ہیں جن میں پابند سلاسل بنا کر انھیں عمر بھر کے لیے اپاہج اور ذہنی معذور۔

واضح رہے کہ اگست 2019 میں خبر آئی تھی کہ سینکڑوں نابالغ اور کمسن کشمیری بچوں کو حراست میں لیا گیا تھا اور اس کے 6 ماہ گذر جانے کے بعد انڈیا کے چیف آف ڈیفنس سٹاف بپن راوت نے بھارت میں ''ڈی ریڈکلائزیشن'' کیمپوں میں نابالغ اور کمسن کشمیری بچوں کی موجودگی کا خوفناک اور دل دہلانے والا اعتراف کیا۔ اس انکشاف پر مقبوضہ کشمیر میں زبردست تشویش اور فکر مندی کی ایک لہر پیدا ہوئی ہے۔ کیونکہ دراصل کشمیری نوجوانوں اور بچوں کی بحالی اور اصلاح کے نام پر بنائے گئے تعذیب خانے ہیں جو انھیں ذہنی اور جسمانی طور پر ناخیز بنانے کے لیے بنائے گئے اور یہ کشمیریوں پر بھارتی ظلم وستم کی ایک نئی شکل ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ بھارتی حکومت کو مقبوضہ وادی میں اسلامیان کشمیر کی طرف سے جس شدید مزاحمت کا سامنا ہے وہ اس سے خوفزدہ ہو کر کمسن کشمیری بچوں اور کڑیل نوجوان کی (Brainwashing) کے شرمناک اور مذموم منصوبوں کو عملاً رہی ہے تا کہ جدو جہد آزادی کی تحریک کی شدت اور حدت کو توڑا جا سکے۔ بھارتی جنرل کے اس اعتراف و انکشاف کے بعد عالمی اداروں اور انسانی حقوق کے لیے کام کرنے والی تنظیموں کو چاہیے کہ وہ'' ڈی ریڈکلائزیشن'' کے نام پر بھارت میں چلائے جانے والے ان نئے تعذیب خانوں کو تلاش کریں اور کشمیری مسلمانوں کی نسل کشی کی نئی اور مذموم سازش کو طشت ازبام کر کے کشمیری مسلمانوں کی نسل کشی کے تمام حربوں اور ہتھکنڈوں پر روک لگا دیں۔

مقبوضہ وادی کشمیر میں 5 اگست کے بعد گیارہ سال سے کم عمر بچے اور بعض گرفتار ہونے والے بچوں کی عمریں دس سال سے بھی کم ہیں یہ بچے اپنے گھروں سے اٹھا لیے گئے اور تا حال ان کا کوئی پتہ نہیں لگ رہا کہ انھیں کن کن حراستی مراکز اور جیلوں میں رکھا گیا ہے۔ گرفتار شدہ کم سن بچوں کے والدین اور ان کے لواحقین اپنے لخت ہائے جگر کو تلاش کرنے کا موقع نہیں دیا جا رہا ہے کیونکہ گذشتہ 6 ماہ سے کشمیر میں اہل کشمیر کے عبور و مرور پر شدید قسم کی قدغنیں

اور پابندیاں عائد ہیں واضح رہے کہ مقبوضہ کشمیر کی آبادی کا 40 فیصد کمسن بچوں اورنوجوانوں پر مشتمل ہیں۔ ایسے میں انڈیا کے چیف آف ڈیفنس سٹاف بپن راوت کے انکشاف سے صورتحال انتہائی تشویشناک رُخ اختیار کر چکی ہے اور سینکڑوں بچوں کے لواحقین اور ان کے والدین اپنے جگر گوشوں تک رسائی دینے کا مطالبہ کررہے ہیں۔

جنرل راوت کے اس انکشاف کے بعد اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ بھارت کی طرف سے 5 اگست 2019 کے بعد اٹھائے جانے اقدامات پر بھارت کی طرف سے جس نسل کشی کا خدشہ ظاہر کیا جاتا رہا ہے وہ پوری طرح واشگاف ہو چکا ہے۔ اسلامیان کشمیر میں ایک طرف طبی سہولیات کی عدم دستیابی سے اموات ہو رہی ہیں، بدترین تشدد کی وجہ سے لوگوں کی زندگی ختم ہو رہی ہےتو دوسری طرف ان کے جگر گوشوں بچوں اورکڑیل نوجوانوں کی گرفتار کر کے تعذیب خانوں میں دھکیل دیا گیا ہے۔ یہ اس امر کو مذید مبرہن کرتا ہے کہ بھارتی حکومت باقاعدہ طور پر ایک شرمناک منصوبہ بندی کے تحت ہر وہ کام کر رہی ہے جس سے کشمیری مسلمانوں کی آبادی کا توازن بگاڑا جا سکے اور مقبوضہ وادی میں اپنے لیے سازگار حالات پیدا کیے جا سکیں۔

دنیا کی تاریخ میں دس سال سے کم عمر بچوں کی مذہبی بنیادوں پر گرفتاری کی کوئی مثال شاید ہی ملتی ہو لیکن مقبوضہ کشمیر میں یہ ظلم بھی ہو رہا ہے اور اعلاناً ہو رہا ہے اور اعلان بھی ایک بہت بڑے بھارتی فوجی عہدے دار کررہے ہیں۔ ایسے تعذیب خانوں میں کمسن کشمیری بچوں پر ہونے والے مظالم کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے جنکے حوالے سے یہ کہا جارہا ہو کہ یہاں ان کے ذہن کو تبدیل کیا جارہا ہے۔ یعنی ٹارچر کے تمام اقسام ان کے ذہنوں پر آزمائے جارہے ہیں تو پھر وہ اگر کبھی چھوٹ بھی جائیں تو ان کی ذہنی کیفیت کیا ہوگی محتاج وضاحت نہیں۔ مقبوضہ کشمیر کرہ ارضی کا وہ خطہ ہے جہاں بلالحاظ جنس و عمر کشمیری مسلمان قابض بھارتی فوج کے ہاتھوں سرعام قتل ہورہے ہیں، مساجد کو بند کر دیا جاتا ہے، تو وہاں بچے گرفتار کیے جائیں گے تو ان سے کس سلوک کی توقع کی جا سکتی ہے۔ یہ دراصل گذشتہ 6 ماہ کے لاک ڈاؤن

میں طاقت کے زور پر ظلم کی نئی داستان رقم ہو رہی ہے۔ انسانی حقوق کی اس سے بڑی خلاف ورزی اور کیا ہو سکتی ہے کہ دس سال یا اس سے بھی کم عمر بچوں کو تعذیب خانوں میں ڈال دیا جائے۔ بھارتی حکومت اس اہم معاملے پر بھی ہمیشہ کی طرح جھوٹ بول کر دنیا سے حقیقت چھپانے کی کوشش کر رہی ہے لیکن آخر مظالم کو کب تک چھپایا جا سکتا ہے۔ عالمی سطح کی انسانی حقوق کی تنظیموں کو اس اہم ترین مسئلے پر حرکت میں آنا چاہیے۔

جنرل راوت کا انکشاف اس امر پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے کہ اب تک بھارتی حکومت نے کشمیری مسلمانوں پر لگائی گئی قدغنوں اور پابندیوں میں کوئی نرمی نہیں لائی گئی اور سختیاں بدستور برقرار ہیں۔ ہزاروں گرفتاریاں ہو چکی ہیں اور گرفتار شدگان کا قصور بھارتی قبضے کے خلاف آواز بلند کرنا ہے۔ بھارت ان کی رائے نہیں بدل سکا تو اس نے فوجی طاقت کے ذریعے سے بچوں کی آوازوں کو بند کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ لاک ڈاؤن میں کشمیری مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے تمام حربے اختیار کیے جا رہے ہیں۔ بھارتی حکومت نے دس ،بارہ برس کے کشمیری بچوں کو نہیں بخشا تو باقی کیا بچتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے اس روح فرسا انکشاف کے بعد عالمی ضمیر جاگ اٹھتا ہے کہ کشمیر کے کمسن بچوں پر ہونے والے مظالم پر کوئی آواز اٹھتی ہے یا پھر یہاں بھی معاشی مجبوریاں آڑے آئیں گی اور بڑی مارکیٹ والی حکومت کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے جائیں گے۔

تاریخ انسانی جس میں بے شمار المناک واقعات دیکھنے میں آئے ہیں ان میں کشمیر میں رونما ہونے واقعات نمایاں اہمیت کے حامل ہیں ۔72 برس ہوئے یعنی پون صدی کے ایک بڑے عرصے سے اسلامیان کشمیر ظلم اور جبر کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اور نا کردہ گناہوں کی سزا کاٹ رہے ہیں۔ آئے روز نہتے کشمیریوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کے واقعات منظرِ عام پر آتے رہتے ہیں۔ ہم یہ واقعات دیکھ اور سن کر محض خبروں کی طرح بھول جاتے ہیں جبکہ بین الاقوامی ہر سطح پر کشمیر جیسے سنجیدہ مسئلے کا مستقل حل نکالنے کے بجائے غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔ کوئی مرے یا جیئے عالمی ضمیر کو اس سے کیا غرض ہے۔

کشمیری مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے بھارتی مظالم کی ایک طویل اور لمبی فہرست ہے۔ بھارتی بربریت کے دوران ایک لاکھ سے زائد کشمیری مسلمان شہید ہو چکے ہیں ہر 5 کشمیریوں پر ایک بھارتی فوجی تعینات 6 ہزار سے زائد نامعلوم اجتماعی قبریں دریافت جنھیں قابض بھارتی فوج نے اغوا کر کے تشدد سے شہید کر دیا۔ قابض بھارتی فوجی اہلکاروں کی بربریت کے باعث 80 ہزار سے زائد بچے یتیم ہو چکے ہیں، مسلسل ظلم وستم اور تناؤ کے باعث 50 فیصد بالغ کشمیری پی ایس ٹی ڈی نامی دماغی مرض کا شکار ہو چکے ہیں۔ 5 اگست سے تادم تحریر 6 ماہ پورے ہونے کو آرہے ہیں کہ ہر دن کشمیریوں کے لیے تکلیف، اذیت اور پریشانی میں اضافے کا باعث بنا ہوا ہے۔ کھانے پینے کی اشیا، ادویات کی قلت کا سامنا ہے۔ جان بچانے والی ادویات کی قلت سے زندگی کے امکانات کم ہوتے جا رہے ہیں۔ تعلیمی ادارے بند ہیں، مساجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی سے روک دیا گیا ہے۔ کشمیری مسلمانوں کے اثاثہ جات ان سے لوٹ لیے جا رہے ہیں اور لاک ڈاؤن سے کشمیریوں کی زندگی بدتر ہو گئی ہے۔

⊙......⊙......⊙

کشمیری نوجوان کا بھارتی خلائی ایجنسی کے سربراہ کے نام کھلا خط

چاند پر مشن ناکام ہونے پر مقبوضہ وادی کشمیر کے ایک نوجوان طالب علم نے بھارتی خلائی ایجنسی کے سربراہ ڈاکٹر کے سیون کو کھلا خط لکھا۔ خط میں دکھ اور شدید جذبات بھرے تاثرات کا اظہار کیا۔ اس خط میں اس نوجوان طالب علم نے لکھا کہ ''مجھے دیکھیں اپنے پیاروں سے رابطہ ٹوٹے ایک ماہ سے زیادہ ہوگیا۔ رابطہ ٹوٹنے کا دکھ مجھ سے بہتر کون جان سکتا ہے، آپ کا رابطہ چاند سے منقطع ہوا، میرا رابطہ تو ایک ماہ سے ''میری چاند'' میری ماں سے منقطع ہے۔ نوجوان نے اس کھلے خط میں لکھا کہ میری ماں بڈگام میں رہتی ہے اور ہفتوں سے میرا ان سے رابطہ نہیں ہوا، آپ کو دوبارہ کامیاب خلائی مشن کی امید ہوگی لیکن مجھے تو امید بھی کوئی نہیں۔

کشمیری نوجوان نے اپنے خط میں لکھا آپ تو خوش قسمت ہیں کہ آپ کو تو مودی نے تھپتھپایا اور گلے سے بھی لگالیا۔ لیکن مجھے کون دلاسہ دے گا۔ ڈاکٹر کے سیوان آپ کا دکھ بحیثیت کشمیری میں بخوبی سمجھ سکتا ہوں۔ کشمیری نوجوان نے اپنے دکھ بھرے جذباتی خط میں مزید لکھا کہ سوشل میڈیا پر بھی آپ کو لاکھوں تسلیاں اور دلاسے ملتے ہیں۔ لیکن مجھے دیکھیں میں تو کئی ہفتوں سے اکیلا کھڑا ہوں اور آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں۔

ثناء اللہ ماگرے

اتوار 8 ستمبر 2019

نوٹ! کشمیری نوجوان کا یہ خط بی بی سی اردو سروس نے اپنی ویب سائیڈ پر شائع کیا۔ مقبوضہ کشمیر کی کل آبادی کا 68 فیصد نوجوانوں پر مشتمل ہے اور وہ نڈر اور بہادر ہیں۔

کشمیری مسلمانوں کے قتل میں ملوث قابض فوجیوں کو تمغے دینا کشمیری نوجوان کی غیرت کوللکاررہاہے، ان میں عدم تحفظ کا احساس اس قدر ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ قابض بھارتی فوج کے ہاتھوں اس کے ایک بھائی، ایک دوست ،ایک محلے دارکوشہید کرنے کے بعد اب ضرور اس کی باری آئے گی ۔ ظاہر ہے جب کشمیر کے نوجوان کے سر پر موت کا سایہ منڈلاتا نظر آتا تو فطری امر ہے کہ وہ ردعمل پر تل جاتا ہے۔ کشمیر کی نئی نسل پھولوں کی خوشبو میں نہیں بارود کی بد بو میں پروان چڑھ رہی ہے۔ کشمیر میں 1990 سے آج تک جاری بھارتی بربریت نے کشمیر کی نئی نسل کے دماغ اورانکی زندگیوں پر بہت گہرا اثر ڈالا ہے۔ گزرے ہوئے برسوں میں انھوں نے صرف بھارتی قہرناک مظالم ہی دیکھے ۔ کشمیر میں بھارت کی قابض فوجی اور نیم فوجی اہلکاروں کی تعدادساڑھے آٹھ لاکھ جبکہ ریاست کی ڈیڑھ لاکھ ظالم پولیس اہلکاروں کو ملاکر10 لاکھ مسلح اہلکار قبضہ جمائے بیٹھے ہیں۔ کشمیری مسلم نوجوان دس لاکھ قابض بھارتی فوج کے مظالم کو سہہ رہے ہیں یہ کوئی جھوٹی بات ہرگز نہیں۔لیکن کشمیر میں بھارت کی قابض فوج کے ہاتھوں جاری کشمیری مسلمانوں کی نسل کشی کشمیری نوجوانوں کے دلوں سے موت کا خوف نکال دیا ہے اور وہ موت کو گلے لگانے کے لیے ہردم تیار ہیں۔ یہ بات انڈیا کی ایک پانچ رکنی تحقیقاتی کمیشن کی طرف سے جاری کردہ رپورٹ میں بھی بتائی گئی ۔

8 جنوری 2017 کوشائع شدہ اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ کشمیریوں کا خیال ہے کہ بنیادی مسئلہ انڈیا کی ریاست کی طرف سے اس بحران کا اعتراف نہ کرنا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ کشمیری سمجھتے ہیں کہ انڈیا کشمیر کو سیاسی مسئلہ تسلیم کرنے اور اس کے سیاسی حل پر تیار نہیں ہے۔2016 میں کشمیر میں عام لوگوں سے ملاقاتوں کے بعد یہ رپورٹ مرتب کرنے والے گروپ میں سابق بھارتی جن کا تعلق بی جے پی کی واجپائی سرکار سے رہا ہے وزیر خارجہ یشونت سنہا، اقلیتیوں کے قومی کمیشن کے سابق سربراہ وجاہت حبیب اللہ، بھارتی فضائیہ کے ایئر وائس مارشل ریٹائرڈ کپل کاک، معروف صحافی بھارت بھوشن اورسینٹر آف ڈائیلاگ اینڈ ریکنسیلیشن کے پروگرام ڈائریکٹر ششھوبا بریو شامل تھے۔

اس گروپ نے 2016 میں کشمیر کے مختلف علاقوں میں شدید مظاہروں اور سینکڑوں

نوجوانوں کی شہادت کے واقعات کے بعد بڈگام، شوپیاں، اسلام آباد اور بارہ مولہ کا دورہ کیا اور وہاں سول سوسائٹی سے تعلق رکھنے والے گروپوں کے علاوہ پولیس اور کٹھ پتلی انتظامیہ کے اہلکاروں سے بھی مسئلہ کشمیر کے بارے میں بات کی۔ اس کے علاوہ گروپ نے کشمیر کے سیاسی قائدین گروپ نے رپورٹ کے بنیادی نتائج میں کہا کہ جتنے بھی کشمیریوں سے انھوں نے ملاقاتیں کیں ان سب نے مسئلہ کے سیاسی حل پر زور دیا اور کہا کہ جب تک اس کا سیاسی حل تلاش نہیں کر لیا جاتا وادی میں موت اور تباہی کا سلسلہ زیادہ شدت سے جاری رہے گا۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ کشمیریوں کا کہنا ہے کہ انڈیا پر ان کو اعتماد نہیں اور ان کی بداعتمادی کی یہ خلیج بڑھتی جا رہی ہے۔ کشمیریوں کا خیال ہے کہ انڈیا کی ریاست کشمیر کو صرف نام نہاد قومی سلامتی کے زوایے سے دیکھتی ہے۔۔

ایک نوجوان جس کا نام رپورٹ میں ظاہر نہیں کیا گیا اس کے حوالے سے کہا گیا کہ سب سے اچھی چیز جس کے ہم شکر گزار بھی ہیں وہ ہتھیاروں کا استعمال ہے جس میں پیلٹ گنیں شامل ہیں، جس نے ہمارا ڈر اور خوف نکال دیا ہے۔ اس کا کہنا تھا ہم اب شہادتوں پر جشن مناتے ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا نوجوانوں میں سے کوئی بھی انڈیا کے ساتھ مذاکرات کرنے پر تیار ہی نہیں اور ان کے روزمرہ کی بول چال کے الفاظ ہی بدل گئے ہیں جن میں ہڑتال، کرفیو، شہادت اور برہانی وانی کے الفاظ کا استعمال حاوی ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ مظاہروں میں جب وقفہ آتا ہے تو یہ کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ عام کشمیریوں کے ذہنوں میں اس مسئلے کے حل کا جو خاکہ ہے اسے بیان کرتے ہوئے رپورٹ میں کہا گیا کہ کشمیر کے عوام الناس کے خیال میں اس مسئلے سے وابستہ تمام فریقوں، انڈیا، پاکستان اور تمام کشمیر کے عوام کو شامل کیے بغیر اس کا حل ممکن نہیں ہے۔

⊙......⊙......⊙

جب کشمیری نوجوان کو گھر جانے کے لیے بھارتی سپریم کورٹ سے رجوع کرنا پڑا

5اگست 2019 کو جب کشمیر کڑے محاصرے میں آیا تو کشمیریوں کو باہر جانے اور نہ ہی کسی کشمیری کو داخل وادی ہونے کی آزادانہ اجازت تھی ۔جنوبی کشمیر کے ضلع اسلام آباد سے تعلق رکھنے والے علیم سید راپنے گھر سے باہر بھارت میں بسلسلہ تعلیم وروزگار مقیم ہے ۔تمام کشمیریوں کی طرح اسکی بھی اپنے گھر والوں سے کوئی بات نہیں ہو پا رہی ۔ایک ایسا شخص جو ہر روز اپنے خاندان والوں سے فون پر باتیں کرتا تھا اب کئی ماہ سے ان سے رابطے میں نہیں ہے۔علیم سید کشمیر جانے کے خواہشمند ہیں تا کہ وہ اپنے خاندان والوں کی موجودہ صورتحال کے بارے میں جان سکیں مگر پابندیوں کے باعث وہ کشمیر نہیں جا سکتے۔

آخر کار انھوں نے اس مقصد کے لیے ایک پٹیشن کے ذریعے بھارتی سپریم کورٹ سے رجوع کیا۔ بھارتی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس رانجن گوگوئی کی سربراہی میں قائم سپریم کورٹ کے ایک بینچ نے ان کی استدعا سنی اور ان کے حق میں فیصلہ سناتے ہوئے انڈیا کے زیرِ انتظام کشمیر کی انتظامیہ کو حکم دیا کہ ان کی گھر واپسی اور سکیورٹی کا مناسب بندوبست کیا جائے۔24 سالہ علیم سید کشمیر کے علاقے اسلام آباد کے رہائشی ہیں اور انھوں نے دلی کی جامعہ ملیہ اسلامیہ یونیورسٹی سے قانون کی تعلیم حاصل کر رکھی ہے۔ڈگری مکمل ہونے کے بعد علیم کو حال ہی میں ایک نوکری ملی ہے۔

وہ گھر جانے کے لیے بے قرار تھے لیکن آرٹیکل 370 کے خاتمے اور وادی کی بگڑتی

صورتحال کے پیشِ نظر انھیں نہیں معلوم کہ وہ کشمیر میں اپنے گھر جا بھی پائیں گے یا نہیں۔ آخری مرتبہ ان کی گھر والوں سے 4اگست کی رات بات ہوئی تھی جبکہ 5اگست سے کشمیر کا محاصر ہوا۔خبروں میں آ رہا تھا کہ کشمیر میں صورتحال اچھی نہیں ہے اور حالات سنگین ہیں۔اور اس کے بعد اپنے گھر والوں کی حفاظت کے حوالے سے اس کی فکر مزید بڑھ گئی تھی۔اسی وجہ سے اس نے سپریم کورٹ میں درخواست دائر کی۔علیم نے حال ہی میں قانون کی تعلیم مکمل کی تھی۔

اس کا کہنا ہے موجودہ کربناک صورتحال کے پیشِ نظران کے گھر والوں نے اشیاءخوردنی کا انتظام کر رکھا تھا۔لیکن 3ماہ کے لیے راشن کا بندوبست نہیں کیا گیا اور یہی بات اس کے لیے سب سے زیادہ تشویش ناک تھی۔اگرصرف فون کے ذریعے بات کرنے کی سہولت موجود ہوتی تو شاید اسکی فکرختم ہو جاتی۔لیکن جب اس کی بات نہیں ہو پارہی تو میں فکرمند ہو گیا۔

انڈیا کی سپریم کورٹ نے کشمیر سے متعلق 14درخواستوں کی سماعت کی جن میں سے ایک علیم کی تھی۔ بھارتی سپریم کورٹ نے انھیں کشمیر میں اپنے ساتھی سے ملنے کی اجازت دے دی ہے۔ دیگرلوگوں میں بھارت کے سیاسی لیڈراورکمیونسٹ پارٹی کے صدرسیتارام یچوری نے اپنی سیاسی جماعت کے ایک رکن سے ملنے کی درخواست کی تھی۔عدالت میں حکومت نے اس درخواست کی مخالفت کی۔ اس پر چیف جسٹس نے کہا کہ حکومت سیتارام یچوری کوکشمیر جانے سے نہیں روک سکتی۔سپریم کورٹ نے ریمارکس دیے کہ وہ اس ملک کے شہری ہیں اور اپنے دوست سے ملنا چاہتے ہیں۔تاہم سپریم کورٹ نے یہ بھی واضح کیا کہ وہ کشمیرصرف اپنے دوست سے ملیں گے اور ان کی ہرطرح کی سیاسی سرگرمیوں پر پابندی ہو گی۔جمعرات کوسیتارام یچوری سرینگر پہنچےلیکن انھیں ایئرپورٹ سے ہی واپس بھیج دیا گیا۔

انڈین سپریم کورٹ نے اپنے آرڈ کے ذریعے کشمیر میں کٹھ پتلی گورنرانتظامیہ کوحکم دیا ہے کہ وہ علیم سید کی بحفاظت گھر واپسی کویقینی بنائیں۔علیم سید کوسپریم کورٹ کی طرف سے کشمیر جانے کی اجازت مل گئی ہے۔ انڈین سپریم کورٹ نے حکم دیا ہے کہ اگر کوئی کشمیر میں اپنے

خاندان کے بارے میں فکرمند ہے تو اسے اپنے گھر ضرور جانا چاہیے۔انڈین سپریم کورٹ نے علیم کو یہ بھی کہا ہے کہ وہ کشمیر سے واپس دلی آ کر اپنے مشاہدات پر مبنی ایک رپورٹ سپریم کورٹ میں بھی جمع کروائیں۔جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ علیم کا گھر جنوبی کشمیر کے اسلام آباد ضلع میں ہے جو کہ سرینگر سے 55 کلومیٹر دور ہے۔ بگڑتے حالات کے پیش نظر انھیں معلوم نہیں کہ وہ سرینگر سے اسلام ااباد اپنے گھر کیسے پہنچیں گے۔

ان کا کہنا تھا کہ انھوں نے سرینگر جانے کی ٹکٹ بک کرایا جو بعدازاں منسوخ کر دی گئی اور اسے ٹکٹ کی منسوخی کی اطلاع بذریعہ ای میل دی گئی۔ ادھر پورے کشمیر میں حالات اتنے اچھے نہیں۔ علاقے میں بہت زیادہ تناؤ اور کرفیو ہے۔لیکن اس کے باوجود اسے یقین ہے کہ وہ سرینگر پہنچ جانے میں کامیاب ہو جائے گا لیکن اسے نہیں معلوم کہ وہاں سے آگے میں اپنے گھر ضلع اسلام آباد کیسے پہنچ سکے۔مقبوضہ کشمیر میں صورتحال پیچیدہ ہے اور حالات بالکل بھی ٹھیک نہیں ہیں۔ماحول کو پرتشدد ہیں۔ ان حالات میں وہ کیا کرے حالانکہ انڈین سپریم کورٹ کا حکم نامہ اسے حاصل ہے۔ وہ فی الحال اپنے خاندان کے لیے فکرمند ہے اور ان سے جلد از جلد ملنا چاہتا ہے۔علیم سید جیسے بے حد وحساب کشمیری ہیں جو اپنے گھروں سے دور ہیں لیکن گھر والوں سے بات نہیں کر پا رہے۔

بھارت کا برتری کا زعم ستر برس بعد بھی ختم نہیں ہوا۔ اسی زعم کی وجہ سے بھارت نے کشمیر کو گزشتہ 72 برس سے دنیا کی سب سے بڑی جیل بنا کر رکھا ہوا ہے اور ایل اوسی پر مسلسل آگ اور گولہ و بارود کی بارش کیے جا رہا ہے، لیکن بھارت کی اس واضح جارحیت کے باوجود پاکستانی قوم کے عزم میں کوئی کمی نہیں آئی۔کشمیری ہوں یا پاکستانی، حقیقت میں دونوں ایک ہیں اور اِن دونوں کے بارے میں بھارت کے اندازے ہمیشہ خام خیالی ثابت ہوئے ہیں۔

دراصل بھارت یہ بھی بھول چکا ہے کہ قوموں اور ملکوں کی زندگی میں ایک وقت ایسا آتا ہے جب وطن اپنے بیٹوں سے تن من دھن کی قربانی مانگتا ہے۔اگر ایسے موقع کوئی پیٹھ دکھا جائے تو پھر ساری عمر کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا۔یہی وقت ہوتا ہے جب انفرادیت

کی بجائے بحیثیت مجموعی سوچنا ہوتا ہے اور یہی وقت ہوتا ہے جب جزو کی بجائے کل کی بات کرنا ہوتی ہے۔ جو قومیں اس وقت کو پہچان لیتی ہیں، وہ ہمیشہ زندہ رہتی ہیں اور جن قوموں سے یہ وقت پہچاننے میں ذرا سی بھول چوک ہوجائے، وہ اپنا راستہ کھوٹا کر کے تاریخ کے گم شدہ اوراق کا حصہ بن جاتی ہیں۔ اہل کشمیر کو اللہ کے بعد پاکستان کے غیور عوام سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں اور وہ امید رکھتے ہیں کہ وہ انھیں بے یارومددگار نہیں چھوڑیں گے۔

⊙......⊙......⊙

اکیسویں صدی میں بھی کشمیر میں خبر رسانی کا واحد ذریعہ ریڈیو ہے

نوے کی دہائی میں جب مقبوضہ کشمیر میں بھارت کے خلاف تاریخی اور فیصلہ کن جدو جہد شروع ہوئی تو اس کے شروع ہونے میں کئی عوامل کے ساتھ ساتھ ریڈیو پاکستان اور آزاد کشمیر ریڈیو کا بڑا عمل دخل رہا ہے۔ ریڈیو پاکستان سے نشر ہونے والے دینی پروگرام، دینی معاملات پر مشتمل سوال و جوابات، پانچ وقت نماز پر اذان، کلام اقبال، قیام پاکستان کی تاریخ ساز جدوجہد کی داستان، پاکستان کے قومی ترانے اور ملی نغموں اور ریڈیو آزاد کشمیر سے نشر ہونے والے تبصروں جن میں غلامی کی ذلت اور آزادی کی نعمت کو بہت زیادہ اُبھارا جاتا تھا جسے کشمیر کے نوجوانوں کے ذہنوں میں مملکت خداداد کی ایک ایسی تصویر چھا گئی کہ جوان کے خوابوں کی تعبیر بن سکے۔ یہی وجہ ہے کہ 1990 عسکری جدوجہد میں شامل نظریہ پاکستان کی تمام تنظیموں کی قیادت ریڈیو پاکستان اور ریڈیو آزاد کشمیر کے مستقل سامعین تھے۔

تحریک آزادی کشمیر کے آغاز پر آزاد کشمیر ریڈیو کا ایک منفرد رول رہا ہے کہ مقبوضہ جموں و کشمیر کے نوجوان جب جوق در جوق آزاد کشمیر بیس کیمپ پہنچ رہے تھے تو ان کے اقرباء کو ان کی خیر و عافیت سے متعلق کوئی خبر نہیں ہوتی تھی کہ ان کے عزیز کس حال میں ہیں لیکن اس دوران آزاد کشمیر ریڈیو نے کشمیری زبان میں ایک پروگرام چلایا جس میں آزاد کشمیر پہنچ جانے والے نوجوانوں کے مرد و زن رشتہ داروں کا نام اس طرح لیا جاتا تھا کہ جیسے وہ نشر ہونے والے پروگرام کو سننے کے لیے خطوط بھیج چکے ہیں جسے مجاہدین کشمیر کے لواحقین کو اشاروں کنایوں

میں اپنے عزیزوں سے متعلق پتا چل جاتا تھا کہ وہ آزاد کشمیر بیس کیمپ پہنچ چکے ہیں۔تحریک آزادی کشمیر کے آغاز اوراسکی شروعات میں جہاں ریڈیو پاکستان اور،ریڈیوآزادکشمیرکااہم رول رہاوہیں مجاہدین کانصب کردہ ریڈیوصدائے حریت کشمیرنے بھی اپنی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے قابض بھارتی فوج کے خلاف مجاہدین کی تیر بہدف کارروائیوں کو پوری طرح کوریج دی اور بھارتی فوج کی بربریت کوطشت از بام کرتا رہا۔

ریڈیوصدائے حریت کشمیرنے ولولہ انگیز جہادی ترانوں سے کشمیری مجاہدین کے جذبوں کو ابھارکرمہمیز کا کام کیا۔مجاہدین جہاں کہیں بھی موجود ہوتے تھے تو ریڈیو صدائے کشمیر کے سامعین بنے ہوئے تھے،حتیٰ کہ محبوس ہونے کی صورت میں جیلوں کے اندربھی وہ ریڈیو صدائے حریت کو سنتے رہے۔ 5اگست سے کشمیرمیں جاری کرفیواورلاک ڈاؤن نے ایک بارپھرثابت کردیا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ریڈیوآج بھی خبررسانی اہم ترین ذرائع میں سے ایک کی خصوصیت کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔ ہنگامی حالات اور آفات کے دوران عالمی سطح پراہم کردار ادا کرنے والا ریڈیومعاشروں کی سماجی زندگیوں میں بھی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ شہری مراکز سے دور مضافاتی مقامات، انٹرنیٹ اور بجلی کی بھی سہولت دستیاب نہ ہونے والے مقامات کے مکینوں ،غربا اور ناخواندہ افراد کو معاشرے کی دلچسپی کے حامل موضوعات سے آگاہی کراتا ہے۔

بیسویں صدی کے ابتدائی دور میں ریڈیو ہی معلومات کا ایک موثر ذریعہ تھا۔ ریڈیو کی ایک بڑی خوبی وقت کی مکمل پابندی تھی۔لوگ ریڈیو پروگرام اس پرنشر وقت سے اپنی گھڑیوں کو ملا لیتے تھے۔ٹیلی فون اور ٹیلی گراف کے بعد 19ویں صدی کے آخری عشرے میں ایجاد کردہ ریڈیو نے خاص کر عالمی جنگوں کے دور میں کروڑوں انسانوں کے لیے واحد ذریعہ خبر رسانی تھا۔بعد میں ترقی پاتے ہوئے موجودہ ٹیکنالوجی میں ڈھالا جانے والا ریڈیو دنیا میں تا حال مضبوط ترین ذریعہ ہے۔دنیا کا پہلا ریڈیو1897 میں امریکا میں ایجاد کیا گیا،ا یک صدی سے زائد کا عرصہ بیت جانے کے باوجود بھی اس کی اہمیت برقرار ہے اورآج بھی دنیا

بھر میں ریڈیو کا استعمال بھرپور طریقے سے کیا جا رہا ہے۔اقوام متحدہ کی تنظیم برائے تعلیم، سائنس و ثقافت یونیسکو کے اعداد و شمار کے مطابق جب یہ کتاب منصۂ شہود پرآ رہی تھی تو یونیسیف کی ایک رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں تقریبا 44 ہزار ریڈیو اسٹیشن سرگرم عمل ہیں۔

عصر حاضر میں ذرائع ابلاغ میں ایک انقلاب برپا ہے۔لیکن اس بے انتہا جدت آ جانے کے باوجود ریڈیوایک موثر ترین اور سستا ذریعہ ابلاغ سمجھا جاتا ہے۔ریڈیو اپنی نشریات کے ذریعے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک رسائی کی صلاحیت رکھتا ہے اور ہر ایک کی پہنچ میں ہے۔دنیا بھر میں اس وقت 52 ہزار سے زائد ریڈیو اسٹیشنز موجود ہیں ،جنکی نشریات سننے والوں کی تعداد 24 بلین افراد سے زیادہ ہے ترقی یافتہ ملکوں میں بھی 75 فیصد گھرانوں میں ریڈیو سیٹ موجود ہیں۔

ریڈیو پر نشریات کا آغاز 1906 میں سب سے پہلے ایک امریکی آر اے فسنڈن (R-A FESSENDEN) نے اپنے نجی اسٹیشن سے تجرباتی طور پر میوزک اور تقریر کی صورت میں کیا۔جس میں عام الناس نے بے حد دلچسپی کا اظہار کیا اور اس کا دائرہ کار وسیع ہوتا چلا گیا۔آج بھی ریڈیو ابلاغ کا ایسا واحد ذریعہ ہے جسے کہیں بھی با آسانی سنا جا سکتا ہے۔

ایک صدی سے زائد وقت گزرنے کے باجود اس کی مقبولیت میں کوئی کمی نہیں آئی، پوری دنیا بھر میں ریڈیو اطلاعات کے حصول کا مقبول ذریعہ سمجھا جاتا ہے ،ابلاغ کے ذرائع روز بروز جدت اختیار کرتے چلے جا رہے ہیں تاہم اکیسویں صدی میں بھی ریڈیو کی اہمیت کم نہیں ہوسکی ، جہاں ٹی وی کی رسائی نہیں وہاں ریڈیو ہی لوگوں کو دنیا کے حالات سے آگاہی فراہم کرتا ہے۔ مقبوضہ کشمیر میں میرے آبائی گھر میں فیلپش کمپنی کا ایک بڑا سا ریڈیو سیٹ ہوتا تھا جس پر کپڑے کا کور چڑھا ہوا تھا۔ہم سکول جانے سے قبل اسے پہلے ریڈیو پاکستان سے صبح تلاوت کلامِ پاک جبکہ آزاد کشمیر کے ریڈیو تراڑ کھل سے مولوی یوسف شاہ کا ترجمہ قرآن بزبان کشمیری انکے فرزند مولوی محمد احمد سنایا کرتے تھے تلاوت کلام پاک اور ترجمہ نشر ہونے کے بعد خبریں ہوتیں اور پھر ریڈیو بند کر کے واپس کور چڑھا کر شلف میں رکھ دیا جاتا جہاں اس

کا مستقلاً مستقر تھا۔

غلامی کی ظلمات، اسکی قعر مذلت سے نجات حاصل کرنے اور بھارت سے آزادی کی منزل پانے کے عہد پر وعدہ بندملت اسلامیہ کشمیر کا محاصرہ جاری ہے اور 5اگست 2019 سے اس کتاب کے منصۂ شہود پر آنے تک مقبوضہ کشمیر میں کرفیو،لاک ڈاوَن، دہشت ناک مناظراور ہنگامہ داروگیر جاری تھا۔ جب یہ سطورنوک قلم سے بے اختیارنکل رہی تھیں تو صاف دکھائی دے رہاتھا کہ مقبوضہ کشمیرکے درس گاہ جنون ''تلاش آزادی کے سفر''میں رنج وغم کی بہت گراں نشینیاں اورصبر کی گریز پائیاں ابھی باقی ہیں۔

5اگست 2020 سے مسلسل چھ ماہ تک ہندورام راج نے مقبوضہ کشمیرمیں تمام مواصلاتی رابطے منقطع کر دیے، ہرگلی کوچے حتیٰ کہ ہرگھرکے دروازے پرقابض اورسفاک بھارتی فوجی درندے کھڑے کردیئے تھے۔صورتحال اس قدرخوفناک بنی رہی کہ ایک محلے سے دوسرے محلے،ایک بستی سے دوسری بستی دورکی بات ہمسایہ کوہمسائے کی کوئی خبرنہیں تھی کہ وہ کس حال میں ہیں،تاہم اس دوران حالات سے آگاہی کامکمل انحصار ریڈیوپر تھا۔مگرمشکل یہ تھا کہ مقبوضہ کشمیر کے شہری علاقوں میں ریڈیو قصہ پارینہ بن چکاہے۔جدیدمواصلاتی ذرائع ٹی وی اورانٹرنیٹ کے باعث کشمیرکے شہری علاقوں میں اب ریڈیومتروک ہے اورشاذونادرہی کسی گھرمیں ریڈیوموجود ہوگا۔تاہم دیہاتوں میں اب بھی ریڈیو پرانحصار کیا جاتا ہے۔

بہرکیف! مقبوضہ کشمیر میں جس جس کے پاس دور ماضی کے ریڈیوسیٹ موجود تھے توبس صرف انھیں اپنے گھرسے باہرکے حالات کامحدودپیمانے پرپتاچل رہاتھا کیونکہ ریڈیوبی بی سی لندن،ریڈیووائس آف امریکہ،جرمنی کاریڈیوڈانچے ویلے اوردیگرعالمی ریڈیوسروس کے لیے رپورٹنگ کرنے والوں کوقابض بھارتی فوج بستیوں میں جانے نہیں دے رہی تھی۔

5اگست 2019 سے لگاتار چھ ماہ تک بھارت کے جبری اقدامات کے باعث مقبوضہ کشمیر میں مواصلاتی ذرائع معطل کیے جانے سے مقامی لوگوں کے پاس ہر وقت باخبر رہنے کے ذرائع محدود ہو گئے تھے، تاہم بی بی سی ریڈیو نے اپنی نشریات معمول کے مطابق جاری

رکھتے ہوئے مقبوضہ کشمیر سے متعلق خبروں کا تسلسل جاری رکھا۔ مقبوضہ کشمیر کے موجودہ حالات پر بی بی سی اردو نے نشریات میں اضافہ کر دیا اور صبح اور شام کی اپنی معمول کی نشریات کے علاوہ ''نیم روز'' کے نام سے مقبوضہ کشمیر کے لیے خصوصی نشریات شروع کر دیں۔ نیم روز کے نام سے خصوصی نشریات سوموار 19 اگست سے یکم اکتوبر منگل تک جاری رہیں جس میں روزانہ 15 منٹ کا خصوصی ریڈیو پروگرام پیش کیا جاتا رہا۔ اس پروگرام کی خاص بات یہ ہے کہ مقبوضہ کشمیر کے ان طلباء کا اپنے محصور گھر والوں کے لیے نشری پیغامات سنائے جاتے رہے جو بھارت کی مختلف ریاستوں میں زیر تعلیم تھے۔ اس طرح محصورین کشمیر کو اپنے عزیزوں سے متعلق خیریت جاننے کا واحد ذریعہ ریڈیو بنا رہا۔

کشمیر کی صورتحال سے باخبر رہنے کے لیے بی بی سی اردو کے اس خصوصی پروگرام نیم روز سے مقبوضہ کشمیر میں ریڈیو سیٹ کے حاملین حالات سے باخبر ہوتے رہے۔ یہ پروگرام سوشل میڈیا کے ذریعے سے پوری دنیا میں رہنے والے کشمیری بھی سنتے رہے۔ نیم روز ہفتے کے ساتوں مقبوضہ کشمیر میں دن 12 بجکر 30 منٹ پر نشر ہوتا رہا۔ لیکن کئی ماہ گزر جانے کے بعد بی بی سی اردو نے اپنا یہ خصوصی ریڈیو پروگرام ختم کر دیا۔

⊙......⊙......⊙

کشمیری نوجوان اپنے لہو سے تحریک آزادی کی آبیاری کر رہے ہیں

جب جذبہ آزادی سینے میں گداز بن کر اترتا ہے، تو حرمان زدہ انسانوں کے جذبات برانگیختہ ہو جاتے ہیں۔ ان میں شعور بیدار ہو جاتا ہے اور وسعتِ فکر و خیال کے ساتھ ساتھ انھیں افکار و خیالات کی پاکیزگی عطا ہوتی ہے۔ انکے بنجر دل میں امیدوں کے ثمر آور کھیت کھل جاتے ہیں اور روح میں کیف وسرور اور لطافت نکھرتی ہے۔عیش پسندی کے تمام علائق ٹوٹ جاتے ہیں اور بلند اور عظیم مقاصد کے حصول کے لیے متاع عزیز قربان کرنا ان کا مطمح نظر بن جاتا ہے۔ اس محاذ پر عجز کو باریابی، سراپا انکسار کو پذیرائی اور نیاز مندی کو شرف مل جاتا ہے۔ اس میدان میں ایسے سنگ خاروں اور نوکیلے پتھروں سے لبریز راستوں سے گزرنا پڑتا ہے جن کی صعوبتوں کا اندازہ کرنا بھی دشوار ہے۔ یہ وہ میدان ہوتا ہے کہ جہاں شمع فروزان بننا پڑتا ہے۔ یہیں سے اجتماعیت کے فروغ وارتقاع کی تمام راہیں کھل جاتی ہیں اور انفرادیت ترک کر کے بالآخر قومی و ملی نشوو ارتقاع کے تاحد نظر وسیع میدان میں اترنا پڑتا ہے۔تمہید باندھنے کا مقصد یہ ہے کہ آج سعادت منداور جبیں ہمت کشمیری نوجوان اپنے گرم گرم لہو سے تحریک آزادی کی جس طرح آبیاری کر رہے ہیں اور بت کدہ ہند کو للکار رہے ہیں وہ عصری تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔جس قوم کے نوجوان سینہ سپر ہو کر ظالم اور جابر کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوں دنیا کی کوئی طاقت اسے زیر نہیں کرسکتی۔''حوصلہ ہے تو ہر اک راہ گزر روشن ہے۔'' حضرت علامہ نے کیا خوب فرمایا ؎

لا الٰہ گوئی بگواز روئے جاں
تاز اندام تو آید بوئے جاں

ترجمہ! ''اے بیٹے جب تولاالہ الا اللہ کہتا ہے تو صرف زبان سے نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے کہو اور خودی یا ضمیر کی طرف سے کہو تا کہ تیرے وجود سے خودی اور زندہ ضمیری کی خوشبو آ سکے۔''

کشمیر میں جو اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان عسکری محاذ پر صف بندی کر رہے ہیں وہ کمپیوٹر، نظام تجارت، سیاسیات اور دوسرے علوم میں اعلیٰ ڈگریوں کے حامل ہیں۔ وہ ایک مقدس اور عظیم جدوجہد کر رہے ہیں اس لیے بھارت قتل وغارت اور جبر و استبداد کی دیگر کارروائیوں کے ذریعے ان کے حوصلے ہرگز پست نہیں کرسکتا۔ کشمیری نوجوان اپنے گرم لہو سے تحریک آزادی کی آبیاری کر رہے ہیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان ہتھیار اٹھانے کو راہ سعادت سمجھتے ہیں۔ ارض کشمیر میں بھارتی بربریت کی ہردن ایک نئی داستان سامنے آجاتی ہے۔ ایسے کشمیر کے نوجوانوں کے پاس بندوق ایک آخری سہارا رہ جاتا ہے۔ کشمیر میں آج جو نوجوان قابض بھارتی فوج کے خلاف بندوق تھام رہے ہیں، وہ نہ صرف آسودہ حال گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں، بلکہ یونیورسٹیوں سے ڈگری یافتہ بھی ہیں۔ بقول شاعر ؎

ہم کو ہو جائے اگر اپنی حقیقت کا شعور
سارا افسوں خانہ سودوزیاں جل جائے گا

کشمیر میں ''پوسٹر بوائے'' کہلانے والے برہان وانی کی جو تصاویر سوشل میڈیا پر وائرل ہوئی تھیں ان تصاویر نے کشمیر کے نوجوانوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کر لی ہے۔ ان تصاویر کے باعث کشمیر کی عسکری جدوجہد میں ایک نیا اضافہ اس وقت دیکھنے کو ملا کہ جب حیرت انگیز طور پر کشمیر کے پی ایچ ڈی اسکالرز قلم وقرطاس کی بجائے سیف و الجہاد کے ساتھ سامنے آنے لگے اور اپنا دنیاوی کیرئیر تج کر بندوق تھامنے چل پڑے۔ قابض بھارتی فوج کے ظلم

وجوراور نوجوانان کشمیر کے مسلمانانہ وضع قطع کے باعث انھیں نشانہ بنا کرابدی نیدسلا نے ،انکی روح کو گھائل اور انا کو مجروح کرنے والے تضحیک اورتحقیر آمیزسلوک نے کشمیر کے اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں کی ذہنی کایا پلٹ میں بنیادی کردار ادا کیا۔ بھارت نے کشمیر کی تحریک مزاحمت کے حوالے سے جو پروپیگنڈہ کیا اس کی بنیاد کئی مغالطے تھے ۔کشمیر کے نوجوانوں کا مسلح ہوکر قابض فوج کے ساتھ رزم گاہیں سجانے کو بھارت نے ہمیشہ بے روزگاری کو ایک اہم مسئلہ بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی۔ لیکن کشمیر کے اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں کی عسکری محاذ میں شامل ہونے سے بھارتی پروپیگنڈے کی ہانڈی بیچ چوراہے پھوٹ کر اس تاثر کا ابطال کرڈالا کہ کشمیر کی تحریک آزادی بے روزگاری کا نتیجہ ہے۔ مسئلہ کشمیر کی تاریخ سے واقف ہرایک متنفس جانتا ہے کہ بھارت اصل اور بنیادی مسئلے سے انحراف کرتے ہوئے کشمیریوں کے مسئلہ آزادی کو مسئلہ بے روگاری قرار دے کر دنیا کے رائے عامہ کو گمراہ کرنے کی کوششیں کررہا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک کسی بھی بین الاقوامی ادارے نے اپنی رپورٹس میں کبھی یہ نہیں کہا کہ بھارت کشمیری نوجوانوں کے روزگار کا مسئلہ حل کر کے کشمیری نوجوان کو مطمئن کرسکتا ہے ۔اس طرح بھارتی مغالطے ہوا میں تحلیل ہوگئے۔آزادی کی جدوجہد نے کشمیر کی نسلوں کو اپنے حصار میں لے رکھا ہے ۔کشمیر میں ہر دور اور ہر دہائی میں اس نسل کے نام جدا اور جدوجہد کے انداز الگ تو ہو سکتے ہیں اور مختلف ادوار میں جاری رہنے والی مزاحمت میں رفتاراور شدت کی کمی بیشی کا فرق ہوسکتا ہے مگر کشمیری سماج کبھی مزاحمت اور جدوجہد سے خالی ہوا ہوتاریخ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ۔مسئلہ کشمیر کی گہری اور وسیع جہات اس بات کی متقاضی ہیں کہ پاکستان اور بھارت کھلے دل کے ساتھ مسئلہ کشمیر کے حل کا راستہ اختیار کریں ۔کشمیر کا سلگتا ہوا مسئلہ برصغیر کے خرمن امن کو کسی بھی وقت بھسم کرسکتا ہے ۔

سری نگر میں کٹھ پتلی سرکار کے اعداد و شمار کے مطابق 2018 میں تحریک آزادی کی جدوجہد میں شمولیت اختیار کرنے والے نوجوانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا،جس کی وجہ سے

کشمیریوں کی آزادی کشمیر کی تحریک کو ایک نئی توانائی ملی ہے جو چند برس قبل کمزور ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔ 2018 میں 191 کشمیری نوجوانوں نے بھارت کے خلاف جاری تحریک آزادی کے عسکری محاذ میں حصہ لیا یہ تعداد 2017 سے 52 فیصد زیادہ تھی۔ 2017 میں 126 نوجوانوں نے تحریک آزادی کشمیر کے عسکری محاذ میں حصہ لیا تھا۔ بھارتی تسلط سے آزادی تک جدوجہد جاری رکھنے کے کشمیریوں کے عزم واستقلال بزبان حال کہتا ہے کہ کشمیری اپنے شہدا کے مقدس لہو کو ہرگز رائیگاں نہیں ہونے دیں گے اور رب کے فضل وکرم سے وہ وقت زیادہ دور نہیں کہ جب انھیں بھارت کی جبری اور ظالمانہ غلامی سے ضرور آزادی مل جائے گی۔
کشمیری نوجوانوں میں سے پروفیسر محمد رفیع بٹ کشمیر یونیورسٹی سرینگر کے ایک ایسے پروفیسر تھے جنھیں طلباء بہت زیادہ پسند کرتے تھے۔ سوشیالوجی ڈپارٹمنٹ میں موجود ان کے ساتھی انھیں قابل اعتماد قرار دیتے تھے، انھوں نے کنزیومرزم پر تحقیق کی تھی جس کی بنیاد پر انھیں بھارت کے علاوہ کہیں بھی اہم عہدہ مل سکتا تھا۔

تاہم گزشتہ برس پروفیسر محمد رفیع بٹ یونیورسٹی آف کشمیر کی ایک فیکلٹی میٹنگ میں شرکت کرنے کے بجائے مجاہدین کی ایک نشت میں شریک ہوئے۔ ان کے اہلِ خانہ کو بھی اندازہ نہیں تھا کہ اگر وہ یونیورسٹی نہیں گئے تو پھر کہاں گئے؟ لیکن محض دو یوم بعد جب ان کے اہل خانہ، دوستوں، ساتھیوں اور ان کے شاگردوں نے ٹی وی سکرین پر ان کے جسد خاکی کو دیکھا کہ جسے کئی فائرلگ چکے تھے اور جوخون میں لت پت پڑی تھی تو ان کی تشویش حیرت میں بدل گئی تھی۔ انھوں نے اپنی شہادت سے دو یوم قبل تحریک آزادی کشمیر کے عسکری محاذ میں شمولیت اختیار کی تھی اور قابض بھارتی فوج سے جھڑپ کے دوران شہید ہوئے۔ پروفیسر محمد رفیع بٹ کا اپنے دنیاوی کیریئر کو تج دیکر تعلیم کا شعبہ چھوڑ کر ہتھیار اٹھانا بھارت کے لیے ایک پریشان کن بات تھی 33 سالہ نوجوان پروفیسر نے یونیورسٹی آف کشمیر سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی تھی اور اپنی قابلیت اور صلاحیت کی بنیاد پر وہیں بطور پروفیسر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔

یونیورسٹی آف کشمیر سری نگر میں پروفیسر بٹ کا غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی تو اس موقع پر یونیورسٹی طلباء کا انھیں خراج عقیدت ادا کرتے ہوئے کہنا تھا کہ تحریک آزادی کشمیر کے دوران ہونے والے قابض بھارتی فوج کا ظلم وجور کسی کو بھی متاثر کرسکتی ہے۔ان کا کہنا تھا کہ انھیں اپنے ایک قابل فخر ذہین وفطین استاد کی جدائی کی خبر سن کے بہت دکھ ہوا تھا لیکن انھوں نے اسے شہادت قرار دیا جوان کے دکھ پر مرہم کا کام کرتا ہے۔کشمیر کی تحریک آزادی میں حصہ لینے والوں میں بہت سارے پروفیسر محمد رفیع جیسے ہیں جو اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں،ان کے پاس روشن مستقبل ہے۔ پروفیسر محمد رفیع بٹ کا تذکرہ بطور ایک مثال ہے ورنہ ایک لمبی قطار ہے کہ جن کے سامنے دنیاوی کیرئیر گلے لگانے کے لیے بازو پھیلائے تھا لیکن وہ اسے تج کر تحریک آزادی کشمیر پر قربان ہوئے۔

ہمت و استقلال کے پیکر ریاض نائیکو میں پہاڑوں سے ٹکر لینے کی بھرپور سکت تھی اور وہ جادہ حق کا بے خوف راہی تھا۔جس طرح وہ آخری دم قابض فوج کے اعصاب پر سوار رہا، بعینہ شہادت پانے کے بعد بھی وہ انکے اعصاب سے نہ اتر سکا۔یہی وجہ ہے کہ قابض بھارتی فوج نے ان کا جسد خاکی ان کے لواحقین کو سپرد کرنے کے بجائے کسی نامعلوم مقام پر دفنا دیا۔قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ شہید زندہ ہوتا ہے اسے مردہ مت کہو۔ فسطائی مزاج بھارتی پالیسی سازوں کی اس وقت مت ماری جاتی ہے اور ان کی عقل وشعور اوران کا فہم وادراک اس وقت جواب دے جاتے ہیں اور بھارت کے میڈیائی محاذ کا ہنگام اس وقت ٹھنڈا پڑ جاتا ہے کہ کشمیر پر تسخیری حربے اور غلیظ شازشیں رچائے جانے کے باوجود جب وہ ہر نئے دن کے ساتھ اسلامیان کشمیر کا نعرہ آزادی پہلے سے زیادہ گرجدار، توانا اور مضبوطی کے ساتھ بلند ہوتا دیکھتے ہیں۔

6 مئی 2020 بدھ کو کہ بھارت کی توقعات کے علیٰ الرغم عالمی میڈیا ریاض نائیکو کو جب فریڈم فائٹر قرار دے کراسکے بندوق اٹھانے کی وجوہات گرادانتے ہوئے اخلاقی طور پر کشمیری مجاہدین کی فتح وکامرانی کے جھنڈے گاڑتا چلا گیا تو بھارتی میڈیا کا بلڈ پریشر ہائی ہوا اور وہ عالمی

میڈیا پر بھی اناف شناف بکتا رہا۔ نیویارک ٹائمز سمیت کئی عالمی جرائد نے اپنی خبر میں لکھا ہے کہ ریاض نائیکو ریاضی کے مضمون میں ایم ایس سی کی ڈگری ہولڈر تھا۔ عالمی اخبارات اورجرائد نے ریاض نائیکوکو ایک قابل ترین استاد کے نام سے یاد کیے جانے اوراسے متعلق بھارتی میڈیا کے پروپیگنڈے کو جھٹلاتے ہوئے لکھا کہ بھارتی فوج کے مظالم نے ریاض نائیکو کو ہتھیار اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ عالمی میڈیا نے حقائق سامنے لائے تو بھارت کے ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی۔مجاہد کمانڈر نائیکو کی شہادت کئی دن گزر جانے کے باوجود اب تک تمام بھارتی ٹی وی چینل پر کہرام برپا ہے اورانکی چیخیں نکل رہی ہیں۔وہ اسلامیان کشمیر کے خلاف لگاتار زہرافشانی کررہے ہیں۔ دوسری طرف بھارتی پالیسی ساز اپنے سر پیٹے ہوئے اپنی وزارت خارجہ کو موردِ الزام ٹھرارہے ہیں کہ عالمی میڈیا کا ریاض نائیکو،کوایک حریت پسند کی موت قرار دینا اسکی ہوش وحواس سے بے گانگی کا نتیجہ ہے۔

انسان اس وقت تک ہرگز اوج کمال کونہیں پہنچ سکتا جب تک اسے اللہ کے جمال اورجلال کی معرفت حاصل نہ ہواور جب اسے اللہ کی معرفت نصیب ہو جاتی ہے تو پھر وہ ایمانی حلاوت سے لذت یاب ہوجاتا ہے اور یہ لذت اسکے رگ وپے میں اس حدتک سرائیت کرچکی ہوتی ہے اسکے سامنے تمام پردے ہٹ جاتے ہیں اور مشکل سے مشکل گرہیں کھل جاتی ہیں اورحقیقت نکھر کر اسکے سامنے آجاتی۔ وہ ایمان کے کمال درجے پر فائز ہوتا ہے۔خودی کے مقابلے میں اس کی نگاہ کے سامنے دنیا کی ہرلذت اورکشش بے وقعت اورحقیر معلوم ہونے لگتی ہے اوروہ محض اللہ کی رضا کے لیے اپنی متاع عزیز قربان کر دیتا ہے۔

کشمیر کے تعلیم یافتہ سرفروش نوجوان سودو زیاں کے تمام اسالیب کوٹھیک طرح سمجھتے ہیں اوروہ یہ بھی خوب جانتے ہیں کہ غلامانہ زندگی اختیار کرنے اور باجگزار رہنے کی ذلت سے جادہ حق میں شہادت پیش کرنا ہی بہتر حیات ہے۔اس فکروفلسفہ کے ساتھ کشمیر کے یہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اورڈگری ہولڈرز ایک کے بعد ایک سب کچھ تج کردفاعی جہاد کے لیے مجاہدانہ زندگی کے شب و روز اختیار نے کوترجیح اورفوقیت دے رہے ہیں اورنہایت ہی مختصر ماہ وسال تک قابض فوجیوں

کے ساتھ معرکہ آرائیوں کے بعد بالآخر شہادت کا جام پی جاتے ہیں اور اپنی متاع عزیز بھارت سے حصول آزادی کے عظیم نصب العین پر نچھاور کر رہے ہیں۔ بلاشبہ شہدائے کشمیر کی شہادتیں اور انکی عظیم قربانیاں ملت اسلامیہ کشمیر کے لیے گراں قدر سرمایہ اور اس کے ماتھے کا جھومر ہے۔

2010 میں قابض بھارتی فوج نے وادی کشمیر کو بڑے پیمانے پر خون میں نہلایا اور سرینگر کے 10 سالہ بچے طفیل متو سے یہ خونی کھیل شروع اور دیکھتے ہی دیکھتے ڈیڑھ سو سے زائد کشمیری نوجوانوں کو شہید کر دیا تو اس بربریت کے خلاف وادی کشمیر کے دس اضلاع اور جموں کے پیر پنچال کے مسلم اکثریتی علاقوں پونچھ، راجوری اور وادی چناب کے ڈوڈہ اور کشتواڑ میں بڑے پیمانے پر احتجاج اور مظاہرے ہوئے تو قابض فوج نے وادی کے طول وعرض اور جموں کے مسلم علاقوں میں نوجوانوں کی پکڑ دھکڑ شروع کردی اس دار و گیر میں ریاض نائیکو بھی گرفتار ہوا۔ اسے کالے قانون پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت دو سال تک بھارتی عقوبت خانے میں زہرگداز مصائب وآلام سے گزرنا پڑا۔ جب 2012 میں اسے رہائی ملی تو محض چند یوم گھر میں گزارنے کے بعد 6 جون 2012 میں اس نے بھارتی فوج کے خلاف عملی جدوجہد میں شمولیت اختیار کر لی اور جہاد کشمیر کا والہ وشیدا بن گیا۔

2016 میں برہان وانی کی شہادت کے بعد سبزار احمد اور ذاکر موسی مجاہدین حزب کی کمانڈ کرتے رہے۔ لیکن ذاکر موسی نے حزب چھوڑ کر آفاقی نظریے کے تحت ''انصار غزوہ الہند'' کے نام سے تنظیم بنائی تو ریاض نائیکو حزب کے آپریشنل کمانڈر نامزد ہوئے۔ جس وقت ریاض نے کمانڈ وڑ سنبھالی تو یہ بڑا سخت اور دشوار وقت تھا کیوں کہ یکے بعد دیگرے انکے کئی سیماب صفت پیشرو شہادت سے سرفراز ہو چکے تھے۔ لیکن ریاض آخری دم تک متنوع زہرگداز آزمائشوں اور نشیب وفراز کا عالی حوصلگی سے مقابلہ کرتے رہے اور نہایت ہوشمندی کے ساتھ اپنے ساتھیوں کی کمانڈ کرتے رہے۔

ریاض نائیکو مجاہدین کے صالح جذبات کو آنچ دیتے رہے اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال

کر دشمن کو للکارتے رہے۔ ریاض کی کوالٹی یہ تھی کہ وہ برجستہ جہادی کمانڈر تھے۔ اگر مگر اس کی لغت فہم میں شامل نہیں تھا۔ سوشل میڈیا کی وساطت سے انھوں نے اپنی دل گداز آڈیوز کے ذریعے ملت اسلامیہ کشمیر تک کئی بار واضح اور بلیغ پیغامات پہنچائے قوم کو صراحت کے ساتھ تسامحات کی نشاندہی کرتے رہے اور جہد مسلسل کو تحریک آزادی کشمیر کی کامیابی کی شہہ کلید قرار دیتے رہے۔ ان کے پیغامات نے دنیا میں جاہ وحشمت کے متلاشی نوجوانوں کے خرمنِ خیالات اور ان کی افکار پر صاعقہ کا کام کیا اور کئی اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں نے کشمیر کے جہادی محاذ کی راہ لی۔ دوسری طرف وہ بجلی بن کر قابض فوج پر کوندتا رہا، ان پر برق گراتا رہا اور قابض فوج کو پیچ وتاب دلاتا رہا۔ بہترین عسکری صلاحیتوں سے دشمن کی صفوں میں کھلبلی مچاتا رہا اور اپنی صفوں کو مضبوط کرتا چلا گیا۔ نائیکو کی ترغیب پر کشمیری نوجوانوں کی ایک اچھی تعداد بھارت سے حصول آزادی کے لیے میدان جہاد میں اترے جس سے جہاد کشمیر کو مذید تقویت ملی۔

ریاض نائیکو تیغ بے نیام بنکر مقبوضہ کشمیر میں بھارتی قابض فوج کو لگاتار 8 سال تک ہلکان کرتا رہا اور اس کے سینے پر مونگ دلتا رہا ہے۔ بھارت کی وزارتِ داخلہ نے جون 2019 میں نائیکو کو مطلوب ترین قراردے دیا اور اسکے سر کی قیمت ڈیڑھ ملین روپے کا اعلان کر رکھا تھا۔ مگر اسکے باوجود اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ 6 مئی 2020 بدھ کو ریاض نائیکو اپنے آبائی گاؤں بیگ پورہ، اونتی پورہ ضلع پلوامہ میں بھارتی فوج کے محاصرے میں آئے کئی گھنٹے تک جاری رہنے والی لڑائی میں بھارتی فوج نے مارٹر گولے داغے جس سے کئی مکانات مکمل طور پر تباہ ہوگئے اور یہ بستی اجاڑ کر رکھ دی گئی۔ اسی مارٹر شلنگ کی زد میں آکر ریاض نائیکو اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ شہید ہوئے۔

قابض بھارتی فوج نے ریاض نائیکو اور اس کے ساتھی کے اجساد خاکی کو انکے لواحقین کے بجائے کسی نامعلوم مقام پر دفنا دیا ہے۔ قابض بھارتی فوج نے یہ ایک نیا سلسلہ شروع کر دیا جبکہ اسے قبل شہدائے کے اجساد کو ان کے رشتے داروں کو سونپا جاتا تھا اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ انکے جلوس جنازہ میں شریک ہوجاتے تھے۔ لاکھوں کے مجمع سے خوفزدہ ہو کر اب اس کے

علیٰ الرغم ہورہاہے اورشہدا کو چورے چھپے نامعلوم مقامات پر لے جا کر دفنایا جا تا ہے۔

جمعرات 23 مئی 2019 کی شام کومقبوضہ کشمیر کے معروف علاقے ترال کے ڈاڈ سر گاؤں میں لگا تارکئی برس تک قابض بھارتی فوج کے اعصاب پرسوارر ہنے والے مجاہدکمانڈر ذاکر موسیٰ قابض بھارتی فوج کے ساتھ ہوئے ایک خونریزمعرکے کے دوران شہید ہوگئے۔ سوشل میڈیاپربعض دوستوں نے لکھا کہ کشمیر پولیس کے ایک آفیسر جواس معرکے کا عینی گواہ ہے کا کہنا ہے کہ ذاکرموسیٰ شیر کی طرح لڑا،اوروہ آخری دم تک قابض فوج سے مخاطب تھا کہ اگردم ہےتوسامنے آکرلڑائی لڑو۔مگر قابض بھارتی فوج نے حسب سابق تاب مقاومت نہ لاتے ہوئے بالآخراس مکان کو بارودی مواد سے مکمل تباہ کر دیا جہاں کمانڈرذاکرموسیٰ اپنے ایک ساتھی مجاہد کے ہمراہ مورچہ زن تھے جبکہ دیگر کئی مکانوں کوشدید نقصان پہنچا۔قابض فوج نے مالک مکان مدثر احمد گونو کو گرفتار کر لیا اور اسے نامعلوم مقام پرمنتقل کیا۔ جمعرات کی شام کوہی مقبوضہ کشمیرمیں کمانڈر ذاکرموسیٰ کی شہادت کی خبرجنگل کی آگ کی طرح پھیلی توعوام الناس میں زبردست بے چینی دیکھنے کو ملی، بھارت مخالف مظاہروں اوراحتجاج کا سلسلہ شروع ہوگیا اور مقبوضہ کشمیر میں حالات مزیدکشیدہ ہو گئے۔بھارت مخالف مظاہروں اوراحتجاج کا یہ سلسلہ تادم تحریرجاری ہے۔ 24 مئی جمعہ کوترال میں ذاکرموسیٰ کے جنازے میں اس قدرلوگ شریک ہوئے کہ 20 مرتبہ ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔کمانڈر ذاکرموسیٰ کی شہادت کے بعدمقبوضہ کشمیرمیں تادم تحریر موبائل اور انٹرنیٹ سروسز بند ہے جبکہ کرفیو نفاذ کر دیا گیا ہے۔ قابض انتظامیہ نے یہ اقدام اس لیے اٹھایا تا کہ کمانڈرذاکرموسیٰ کی شہادت پرکشمیری مسلمانوں کی طرف سے جوشدیدردعمل سامنے آرہاہے اسے متعلق پیداشدہ صورتحال سے باہرکی دنیا کو بے خبر رکھا جا سکے۔

جولائی 2016 میں برہان وانی کی شہادت کے بعد ذاکرموسیٰ نے فیلڈمجاہدین کی کمان سنبھالی۔ برہان وانی کی شہادت کے بعدکمانڈرذاکرموسیٰ نے شوشل میڈیاکے ذریعے کئی ویڈیو

پیغام جاری کیا جن میں انھوں نے جہاد کشمیر کو تحریک خلافت علیٰ منہاج النبوہ کے موقف کے ساتھ پیش کیا اور عالمی سطح پر نفاذ شریعت کا ایجنڈا بیان کرتے ہوئے بشمول کشمیر دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں کو''ایک منزل ایک کارروان'' کے طور پر پیش کیا۔ان کا موقف تھا کہ جہاد کشمیر اس اسلامی فکر وفلسفہ کی حامل تحریک ہے کہ جس میں مسلمانوں کو جارح ،ظالم اور قابض قوتوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہونے کا درس دیا گیا ہے اور خالصتاً اللہ کی رضا اور خلافت اسلامی کے نفاذ کی خاطر جان اور مال کی قربانی پیش کرنے کو کہا گیا ہے۔اس موقف کے ذریعہ ذاکر موسیٰ نے بھارت کے اس الزام کو یکسر مسترد کر دیا کہ کشمیر میں جاری جہاد کشمیر مملکت پاکستان کا شروع کردہ ہے اور پاکستان بطور ریاست اس جہاد کا پشت پناہ ہے ۔اس کے بعد سوشل میڈیا کے ذریعے سے انکے جتنے بھی پیغامات سامنے آئے ان سب میں وہ کہتے رہے کہ ہماری جدوجہد کا منتہائے مقصد احیاء خلافت علیٰ منہاج النبوہ ہے اور وہ علاقائیت اور جغرافیائی حدود وقیود کے نظریئے سے ماوراء صرف اور صرف خلافت کے قیام کے لیے لڑ رہے ہیں ۔

اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ ہم اس آزادی برائے اسلام کے لیے لڑیں گے جو صرف اور صرف اللہ کی زمین پر اللہ کے نظام یعنی شریعت اسلامی کے نفاذ کے لیے ہوگی، یعنی ہماری جدوجہد خالصتاً اسلامی ریاست کے قیام کے لیے ہوگی۔ ہم کسی قوم پرستانہ سیکولر ریاست کے قیام کی جدوجہد میں حصہ نہیں لینا چاہتے۔ ایک ایسی ریاست جو صرف کشمیر میں نہیں بلکہ اس پورے خطے میں قائم ہوگی۔ ذاکر موسی کے اس موقف اور اسکے نظریئے کی روح کو سمجھنے کے بجائے بعض حلقوں کی طرف سے ذاکر موسیٰ کے خلاف منفی پروپیگنڈے کی مہم شروع ہوئی جبکہ تاہم انکی تنظیم حزب المجاہدین نے ان کا یہ موقف تسلیم نہیں کیا جس کے بعد انھوں نے حزب سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے انصار غزوہ الہند نامی اپنی تنظیم کی بنیاد ڈالی۔ بھارت کے فوجی ادارے ذاکر موسیٰ کے نظریہ سے کتنے خوفزدہ تھے اس کا اندازہ مقبوضہ کشمیر میں پولیس چیف کے دیئے گئے ایک بیان سے لگایا جا سکتا ہے۔ انصار غزو الہند کے بانی و چیف کمانڈر ذاکر رشید بٹ عرف ذاکر موسیٰ کی شہادت کے ایک ہفتے کے بعد 28 مئی منگل کو جموں کشمیر پولیس

چیف دلباغ سنگھ نے کہا کہ ذاکر موسی کی شہادت کے ساتھ ہی ایک نظریہ بھی مر گیا ہے۔اس کا کہنا تھا کہ ذاکرموسیٰ نے ملی ٹینسی میں ایک نیا آئیڈیا پھونکا تھااور وہ خلافت قائم کرنا چاہتا تھا۔یہ آئیڈیا کشمیر اور کشمیر سے باہر کسی کومنظور نہیں تھا۔

کرۂ ارض پراکثر یہ دیکھا گیاہے کہ اہل ایمان کے مابین نزاعات اورمناقشات کی شروعات شک اورجھوٹی خبروں سے ہوئی ہےاورجانبین گردنیں اڑائی گئیں اسی لیےاللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے حکماً فرمایاجب بھی تمھارے پاس کوئی خبر پہنچے تواس کی خوف جانچ پھٹک کرلیں۔ذاکرموسیٰ پرتنقیدکرنے والی مہم جولوگوں نے اس امر پرجانچ کرنے کی کوشش نہ کی کہ آیایہ انڈین سپانسائیڈ ہے یاقطعاً نہیں۔ جہادکشمیرکی انتہائی بااثرتنظیم لشکرطیبہ نے ذاکرموسیٰ اورانکی تنظیم کے خلاف یہ کہتے ہوئے باضابطہ مہم چلائی کہ یہ بھارتی ایجنسیوں کی کارستانی ہے اورذاکرموسیٰ بھارتی جال میں پھنس چکاہے اور وہ کشمیر میں تنظیم دولت اسلامیہ ''داعش'' کے قیام کے لیے مصروف کار ہیں۔جبکہ جہادکونسل کے چیئرمین سیدصلاح الدین نے اپنے ایک ویڈیو پیغام میں کہا کہ جہادکشمیر کا کوئی عالمی ایجنڈانھیں بلکہ یہ خالصتاً مقامی تحریک ہے جس کامقصد صرف اور صرف بھارت سے آزادی حاصل کرناہے اور بس۔ ویڈیو پیغام میں صلاح الدین نے یہ کہتے ہوئے ہمارے کچھ دوست دانستہ یا نادانستہ دشمن کے ہاتھ میں کھیل کرقوم و قیادت کی نظریاتی یکسوئی میں رخنہ ڈال رہے ہیں۔ذاکرموسیٰ پرنشانہ سادھ لیا۔مقام شکر ہے کہ فیلڈ مجاہدین نے ان بیانات پرضبط سے کام لیا اور یوں صورتحال کو باہم دگر ہونے تک نوبت نہ آنے دی۔ فیلڈ مجاہدین سب کے سب اکٹھے ہوکرقابض بھارتی افواج کو للکارتے رہے۔

ذاکرموسیٰ چونکہ سلفی تھے توکشمیری سلفیوں کے ایک دھڑے کے عالم دین مولانا مشتاق ویری نے ذاکرموسیٰ کواپنے کھاتے میں ڈال کر اپنی تقاریر میں خوب ڈھول پیٹا کہ دیکھیں کفر سے کون لڑرہاہے ماضی میں بھی ہم سلفیوں نے لڑا،اور آج بھی کشمیر سے عراق یک ہم ہی

لڑ رہے ہیں۔لیکن وہ یہ چورن چند دن تک ہی بیچتے رہے پھر اچانک وہ خاموش ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ ذاکر موسیٰ نے انھیں پیغام بھیجا کہ مجھے اس طرح فروخت کرنا بند کر دیں ہم سر ہتھیلی پر رکھ کر تمام لاحقوں سے ماورئی ہو کر رضائے رب العالمین کی تلاش میں سرگرم عمل ہیں۔دوسری طرف اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کشمیر کے بعض قوم پرستوں نے ذاکر موسیٰ کے نقطہ نظر کو الحاق پاکستان کے خلاف کے خلاف سمجھا اور وہ خوب بغلیں بجانے لگے بلکہ اس قسم کے شواہد موجود ہیں کہ یہ قوم پرست سری نگر میں خاص طور پر ذاکر موسیٰ کی تنظیم کے سیاہ جھنڈے کو وہ لہرانے کی مہم چلاتے رہے۔

مگر انھیں یہ بات ہرگز پلے نہیں پڑسکی کہ خلافت اسلامیہ کا نظریہ رنگ ونسل قومیت، لسانیت اور علاقائیت کے عصبیتوں کی موت ہے اور یہ نظریہ کرہ ارض کے الگ الگ خطوں میں اپنے من پسند نظام چلانے اور اپنے اوپر سیکولر حکمرانوں کو مسلط کرنے کی بیخ کنی کرتا ہے اور بکھری ہوئی امہ کی تمام اکائیاں ایک امیرالمومنین کی قیادت میں پروجاتی ہیں۔نظریہ خلافت اسلامیہ نظریہ الحاق امت ہے اور بنظر غائر دیکھیں تو کشمیریوں کے نظریہ الحاق پاکستان کے اغراض ومقاصد اسی نظریئے میں پورے ہوجاتے ہیں۔تاریخ گواہ ہے کہ خلافت اسلامیہ ہی مسلم امہ کی تمام پراگندہ قوتیں اور منتشر جذبات جمع کر اخوت اسلامی کا ڈنکا بجادیتی ہے۔ بہرحال ذاکر موسیٰ پر نقد کرنے والوں کو کچھ حاصل نہ ہوسکا اور مجموعی طور پر کشمیر کے عوام الناس پر اس منفی پروپیگنڈے کا صفر برابر بھی اثر نہیں پڑا،اور پہلے ہی طرح :موسیٰ موسیٰ ذاکر موسیٰ کے نعرے کشمیر کے طول وعرض میں گونجتے رہے۔یہ نعرہ بالخصوص اس وقت لگ جاتا تھا کہ جب مجاہدین اور قابض بھارتی فوج کے مابین معرکہ آرائی ہوتی ہے تاکہ مجاہدین کا حوصلہ بڑھائے جاسکے۔اس طرح ذاکر موسی کشمیر کے ہر گھر میں بسنے لگا، ہر دل میں دھڑکنے لگا۔

برہان وانی کی شہادے کے بعد مقبوضہ کشمیر میں یہ ریت چل پڑی کہ شہداء کو پاکستان کے سبز ہلالی پرچم میں لپیٹ کر جنازے کا جلوس نکالا جاتا ہے جبکہ انکے مقابر پر بھی پاکستانی پرچم لہرائے جاتے ہیں۔لیکن ذاکر ذاکر موسیٰ کی تنظیم انصارالغزوہ الہند سے وابستہ مجاہدین میں

سے کوئی شہید ہوجاتا تو اسکے تابوت اور انکے مقابر پر سیاہ رنگ کا علم جس کے وسط میں محمد رسول اللہ صلعم لکھا ہوا ہے یہی پرچم لہرائے جاتے رہے ہیں۔ واضح رہے کہ انصار غزوہ الہند کا یہ پرچم داعش کے پرچم کے مشابہہ ہے۔مظاہروں کے دوران بھی اس قسم کے علم لہرانے لگے تو بدمعاش اور متعصب بھارتی میڈیا نے خوب شور ڈالا کہ کشمیر میں داعش آ گئی ہے۔

ایک طرف بھارتی میڈیا کا یہ پروپیگنڈا عروج پر تھا مگر دوسری طرف خود بھارت کی قابض فوج، پولیس اور دیگر انٹیلی جنس اداروں نے واضح کیا ہے کہ کشمیر میں داعش کی موجودگی کے شواہد نہیں ملے۔ اس دوران کشمیر میں بعض تجزیہ کاروں کا خیال تھا کہ بھارت تزویراتی طور پر امریکہ کا خاص حلیف بن چکا ہے۔ ایسے میں کشمیر میں داعش آ گئی تو کشمیر میں آزادی کی جنگ امریکہ کی عالمی جنگ کا حصہ بن جائے گی، اور کشمیریوں پر ہونے والے مظالم انسانی حقوق کی پامالی نہیں بلکہ عالمی سطح پر جاری دہشت گردی کے خلاف جنگ کے زمرے میں دیکھے جائیں گے۔تاہم ذاکر موسیٰ نے داعش کا نام استعمال نہیں کیا بلکہ ''انصار غزوہ الہند'' کے نام سے آڈیو اور ویڈیو پیغامات نشر ہوتے رہے جس سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ داعش کے ساتھ ان کے براہ راست تعلقات نہیں تھے۔

ذاکر موسیٰ کی شہادت پر جہاد کونسل کے چیئرمین صلاح الدین نے انھیں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ انھوں نے پرتعیش کو تج کر شہادت کو ترجیح دی۔ جبکہ بزرگ لیڈر سید علی گیلانی اور ان محمد اشرف صحرائی نے کمانڈر ذاکر موسیٰ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ:

''جو لوگ شعور کی بیداری کے ساتھ اللہ کی سرزمین پر اللہ کا قانون نافذ کرنے کی جدوجہد میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے، انھیں قوم کا بیش بہا سرمایہ قرار دے کر عوام سے ان قربانیوں کی حفاظت کرنے کی دردمندانہ درخواست ہے۔'' محمد اشرف صحرائی نے ذاکر موسیٰ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ ''ذاکر موسیٰ نے اسلام کی سربلندی اور آزادی کی خاطر اپنی اٹھتی ہوئی جوانی قربان کی اور وہ کسی مسلکی یا تنظیمی عصبیت کا شکار نہیں تھا بلکہ اسلام کا ایک مخلص سپاہی ہونے کی حیثیت سے انھوں نے اپنا سب کچھ اس

راہ میں تج دیا۔موصوف ایک ہونہار انجینئرنگ طالب علم تھا وہ اپنی تعلیمی ڈگری کو اپنی دنیا بنانے کے لیے اچھی طرح سے استعمال کرسکتا تھا،مگر اسلام اور وطن کوتسلط سے آزاد کرنے کی پکار پر اس نے اپنی اعلی ڈگری خاطر میں نہ لاتے ہوئے عزیمت کی راہ اختیار کی۔'' جبکہ سیدعلی گیلانی کے جانشین محمداشرف صحرائی ذاکرموسیٰ کواپنی آنکھوں کانورقراردے چکے ہیں۔

ذاکرموسیٰ قابض بھارتی فوج کے اعصاب پرسوار تھے اور بھارتی فوج کے خلاف کئی معرکوں میں وہ شریک رہے گزشتہ برسوں میں قابض بھارتی فوج کے ساتھ ہوئے معرکہ آرائیوں کے دوران ان کے کئی ساتھی شہید ہوئے۔کمانڈر ذاکرموسیٰ بھارتی فوج کے اعصاب پراس قدرسوارتھا کہ گزشتہ برس بھارتی پنجاب میں یہ خبرعام ہونے سے کھلبلی مچ گئی کہ جب بھارتی خفیہ اداروں کی طرف سے کہا گیا کہ کشمیر کے کمانڈر ذاکرموسیٰ کو مبینہ طور پراپنے دیگر ساتھیوں کیساتھ امرتسر میں دیکھا گیا ہے۔ بھارتی میڈیانے اس رپورٹ پراپنے پاگل پن کاخوب مظاہرہ کیااور ذاکرموسیٰ کی سکھوں کے طرز پرپگڑی باندھے تصاویر دکھانا شروع کر دیں۔ بھارتی خفیہ اداروں کا کہنا تھا کہ غزوہ الہند کے سربراہ ذاکرموسیٰ سکھ علیحدگی پسندوں کے ساتھ رابطے میں ہیں اور پنجاب میں ان کی ملاقات کی جانکاری ملی ہے۔

بھارت کے خفیہ اداروں کی جانب سے اطلاع ملنے کے بعد بھارتی پنجاب کے تمام شہروں میں پولیس و فورسز کومتحرک کرکے ریڈ الرٹ کر دیا ہے۔ ریلوے اسٹیشنوں، بس اسٹینڈوں،فورسز کیمپوں، اہم سرکاری عمارتوں کے اردگرد حفاظتی اقدامات سخت کر دیئے گئے ہیں۔مسافر بردارنجی گاڑیوں، آٹو رکشاؤں،موٹر سائیکلوں کی باریک بینی سے تلاشی لی جارہی ہے جب کہ سی سی ٹی وی کیمروں کے ذریعے لوگوں کی نقل وحرکت پرکڑی نظر رکھی جارہی ہے۔ پنجاب میں ذاکرموسیٰ کی موجودگی کے سلسلے میں گرداس پوراوراس کے آس پاس کے علاقوں میں پنجاب پولیس نے اس سے پہلے بھی ذاکرموسیٰ کے پوسٹر چسپا کیے تھے تاہم پنجاب پولیس کو ذاکرموسیٰ اوراس کے ساتھیوں کی موجودگی کے بارے میں کوئی کامیابی نہیں ملی اورکئی دن گزرنے کے بعدخفیہ اداروں نے غزوہ الہند کی سربراہ ذاکرموسیٰ کی موجودگی کی

پھر اطلاع دے دی لیکن وہ انھیں پکڑنے میں ناکام رہے تھے۔

ذاکر موسیٰ، جن کا اصل نام عبدالرشید بٹ تھا، وہ نور پورہ ترال کے رہنے والے تھے۔ وہ ایک پڑھے لکھے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد عبدالرشید بٹ ریٹائرڈ اسسٹنٹ ایگزیکٹیو انجینئر ہیں۔ ان کے بڑے بھائی ڈاکٹر شاکر رشید بٹ بون سرجن ہیں جبکہ ان کی بھابی بھی ڈاکٹر ہیں۔ ذاکر موسیٰ 2012 میں بھارتی پنجاب کے چندی گڑھ میں رام دیو جندل انجینئرنگ کالج میں بی ٹیک کرنے کے لیے گئے تھے۔ تاہم کشمیر میں جاری بھارتی بربریت نے ان کا سارا سکون چھین لیا اور انھوں نے تعلیم کو خیر باد کہہ دیا اور 2013 میں کشمیر کے عسکری محاذ میں شمولیت اختیار کی۔ وہ معروف کشمیری مجاہد کمانڈر برہان وانی کے انتہائی قریبی رفقاء میں سے تھا۔

شہدائے کرام کا خون خاک میں مل کر گل وگلزار ہوتا ہے۔ اس کے چھینٹے در و دیوار پر اپنا انمٹ عکس اور دوررس اثرات چھوڑ جاتے ہیں۔ اس لہو کا ہر قطرہ اللہ کی میزان عدل میں انسان کے تمام اعمال سے زیادہ وزنی ہوتا ہے۔سوال یہ نہیں کہ اس لہو سے کوئی قوم پنجہ ہنود یا پھر پنجہ یہود سے کیوں آزاد ہوتی نظر نہیں آرہی اور آزادی کا نخل آرزو اسے سرسبز ہو کر بار آور ہوتا ہوا نظر کیوں نہیں آتا۔اصل سوال یہ ہے کہ کیا اس پرفتن دور میں بھی ایک مسلمان میں غیرت ایمانی اور حمیت اسلامی اس قدر بدرجہ اتم موجزن ہے کہ

چڑھ جائے سر تیرا نیزے کی نوک پر
لیکن تو فاسقوں اطاعت نہ کر قبول

شہید جب خلعت شہادت پہن کر اللہ کے حضور پہنچ جاتا ہے تو وہاں اسے مقاصد کی کامیابی کا سوال ہے اور نہ ہی کوششوں کے نتائج کا مطالبہ ،وہاں اس کے صدق واخلاص اور مساعی جمیلہ اور وسائل کے پورے استعمال کی بنیاد پر اسکی سرخروئی کے فیصلہ صادر ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب کے اس فیصلے پر رضامند اور خورسند ہوتا ہے۔شہادت کی اسی سعادت اور اللہ الکریم کے اسی قرب ورضا کو پانے کی جستجو میں ہمارے اسلاف نے اپنی پوری

پوری زندگی صرف کردی۔ان کی شہادتوں سے کبھی اہل ایمان کو قریش مکہ کے مظالم سے ہمیشہ ہمیش کے لیے نجات ملی تو کبھی کربلا میں سارا قافلہ ہی پیوستہ خاک ہوا۔لیکن اللہ کے فرمان کے مطابق ہر دوصورت میں کامیاب رہے۔

اسلام کی بالادستی اورسرزمین کشمیر سے ہنود کی چھٹی کرانے کے موقف کے ساتھ جدوجہد کرنے والے کشمیر کے پاک نفوس کا ارض کشمیر کے چپے چپے پر جولہو بہہ رہا ہے، جسے سرزمین کشمیر لالہ زار بنی ان میں سیدعلی گیلانی کے جانشین محمد اشرف صحرائی کے فرزند ارجمند جنید صحرائی کا لہو بھی شامل ہوا۔مسلسل دو سال تک قابض بھارتی فوج کے خلاف برسرپیکار رہنے کے بعد 19 مئی 2020 منگل کو سری نگر کے نواکدل علاقے میں لگاتار دس گھنٹے تک جاری رہنے والے معرکے کے دوران وہ شہادت اورسعادت کے منصب پر فائز ہوا اور اپنے پیشروشہدائے کرام کے ہمراہ کشمیر کے ایک دورافتاد علاقے اوڑی کے ایک ویران گوشے گانٹھ مولہ میں آسودہ خاک ہوا۔کشمیر کے کڑیل نوجوانوں نے محض غیرت ایمانی اورحمیت اسلامی پہ پاکبازی کا جوراستہ چنا پھراسی راہ میں جام شہادت نوش کر رہے ہیں۔کشمیر کے طول وعرض میں بنی ان کی قبریں اس پیمان وفاپرمہرتصدیق ہیں کہ جو عہد انھوں نے اپنے رب سے کیا ہوا تھا۔وہ عہدو پیمان یہ تھا کہ ارض کشمیر پر ہندو بھارت کا جارحانہ قبضہ اوراس کا غاصبانہ تسلط ہمیں ہرگز قبول نہیں۔

کشمیر کے بہادر مجاہدین جو جذبات،جو یقین و شوق لے کر میدان کارزار میں اترے زمانے کے امتداد اسکے تنگی ترشی،نشیب وفراز، حالات کے تغیرات، فاقے اور لگاتار آزمائشیں جھیلنے والے ان پاکبازوں میں کوئی افسردگی پیدا ہوئی اورنہ ہی ان کے عزائم ڈھیلے پڑے۔ ان میں سے ایک بہت بڑی تعداد بالآخراس دلی مرادکو پہنچے جس کی بدوشعور سے خون جگر سے پرورش کی تھی ۔راہ حق میں اپنے ساتھیوں کی ہمراہی میں سارے غم سانجھے، ایک ساتھ جینے اورایک ساتھ مرنے پر قسمیں کھا بیٹھے تھے۔

تمھارے بن نہ جینے کی جو قسم کھائی تھی ہم نے
سو اس عہد کو وفا کر کے چلے آئے ہیں ہم

بھارت کے کرفیو اور پابندیوں کے باوجود محمد اشرف صحرائی نے اپنے لخت جگر جنید صحرائی کی غائبانہ نماز جنازہ سرینگر میں گھر کے باہر پڑھائی اور اس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ اس دوران ان کا کہنا تھا کہ شہدا کا مقدس لہو تحریک آزادی کی راہ میں چراغوں کی حیثیت رکھتا ہے اور شہید کا خون عظیم امانت کی صورت میں سپرد ہوا ہے اور اس امانت کی حفاظت کے لیے اگر اپنے خون کا خراج بھی ادا کرنا پڑے تو دریغ نہیں کریں گے۔ شہید جنید کے والد محمد اشرف صحرائی کا کہنا تھا کہ عظیم مقصد کے لیے عظیم قربانیاں پیش نہ کی جائیں تو حصول مقصد کی تمنا خیال خام کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ ہمارے نوجوانوں کو طوق غلامی سے نفرت ہے اور ہمیں اس پر فخر ہونا چاہیے۔ نوجوانوں نے شعور کی پوری بیداری کے ساتھ غلبہ اسلام اور آزادی کی منزل کی طرف بڑھنے کا عزم صمیم کر رکھا ہے۔ ہماری نوجوان نسل باغیرت ہے اور باغیرت قوم ہی سر اٹھا کر جی سکتی ہے۔ شہدائے اسلامیان کشمیر کے حقیقی ہیرو ہیں اور ملت اسلامیہ کشمیر ان کی مقروض ہے۔

اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں نے بندوق اٹھائی۔ ان میں انجینئر بھی، محقق بھی اور پروفیسر بھی تھے۔ ماہ رمضان المبارک 1441 ہجری، مئی 2020 میں جو دو کمانڈر شہید ہوئے دونوں اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے ریاض نائیکو ریاضی کے استاد تھے اور جنید صحرائی علم معاشیات کے ماہر۔ بھارت جس طرح کشمیر میں اپنے مظالم بڑھا رہا ہے اور مقبوضہ کشمیر کو پوری طرح گھیرتے ہوئے اپنی ریاست بنانے کے ناپاک منصوبوں پر عمل پیرا ہے اس نے اسلامیان کشمیر کے لیے پہاڑ جیسے بڑے سوالات کھڑے کر دیئے۔ کشمیر کا نوجوانوں طبقے کا کہنا ہے کہ بھارت کے خلاف مسلح جہاد کے بغیر کوئی ان کے سامنے کوئی چارہ نہیں کیوں ایسے کشمیر میں ان کے زندہ رہنے کا کیا مطلب کہ جہاں ان کا سب کچھ لٹ رہا ہو۔

اللہ کی راہ میں لڑنا اور پھر لڑتے ہوئے کٹ جانا کشمیری نوجوانوں کی جوانمردی کی دلیل

ہے۔کشمیر کے یہ چشم و چراغ دادِ شجاعت دیکرایک انمٹ تاریخ رقم کررہے ہیں۔ یہ روشنیوں کے میناراورفق پر روشن ستاروں کی مانند ہیں اسلامیان کشمیراپنے لخت ہائے جگر کے لہو کی قربانیاں کبھی فراموش نہیں کرسکتے اگرکبھی خدانخواستہ ایسا ہواتو یہ ایک بڑا تاریخی سانحہ ہوگااوراس خطے میں پھراس کے بڑھ کرحوصلہ شکن اور یاس انگیز واقعہ کوئی نہیں ہوگا۔

کشمیری اسکالرمنان وانی شہیدکون تھااور بھارتی جاسوس ایجنسیاں اس سے خوفزدہ کیوں تھیں؟ مقبوضہ کشمیرکاخوبصورت ترین علاقہ وادی لولاب کے فلک بوس پہاڑیوں کے دامن میں واقع ٹکی پورہ گاؤں میں معروف علمی گھرانے بشیر احمد وانی کے گھر میں 1990 کومنان پیدا ہوا۔گھر میں تعلیمی ماحول ہونے کی وجہ سے منان نے ابتدائی تعلیم مقامی پرائمری اسکول ٹکی پورہ سے حاصل کی جس کے بعد انھوں نے دسویں جماعت کا امتحان جواہر نو دودھیا ودھالیہ پتوشاہ لولاب جبکہ بارہویں جماعت سینگ اسکول مانسبل سے پاس کیا۔تعلیمی سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے انھوں نے گریجویشن سرینگر کے امرسنگھ کالج سے کی۔ اپنے تعلیمی کیرئر کو جاری رکھنے کے لیے منان وانی نے بیرون ریاست سفر شروع کرتے ہوئے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں داخلہ لیا جہاں انھوں نے پوسٹ گریجویشن، ایم فل کے علاوہ شعبہ جیالوجی اینڈ مائننگ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔اس دوران موصوف نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں سٹوڈنٹ ایکٹوازم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا جبکہ بیرون ریاست مختلف سیمیناروں،سیمپوزیموں اور مباحثوں میں انھوں نے حصہ لیتے ہوئے کشمیر کا نام روشن کیا۔ اس دوران 5 جنوری 2018 کومنان اچانک علی گڑھ یونیورسٹی سے مفقود الخبر ہو گیاجس کے چند دنوں بعد موصوف کی تصویر سوشل میڈیا سائٹس پر وائرل ہوئیں جہاں انھوں نے جہادکشمیر کی صف اول میں شمولیت کا برملا اعلان کیا جس کے بعد پوری وادی اور بیرون ریاست میں اعلی تعلیم یافتہ نوجوان کی مجاہدین کی صف میں شامل ہونے پر زبردست ہلچل مچ گئی۔ ڈاکٹر منان وانی کے والد بشیر احمد وانی محکمہ تعلیم میں بطورلیکچرارتعینات ہیں جبکہ ان کے بڑے بھائی انجینئر ہیں۔تقریبا 10 ماہ تک کشمیر کے عسکری کے ساتھ جڑے رہنے کے بعد منان

11 اکتوبر 2018 کو شاٹھ گنڈ ہندواڑہ میں قابض بھارتی فوج کے ساتھ ہونے والی ایک معرکہ آرائی میں شہید ہوا۔ اس طرح اعلی تعلیم یافتہ مجاہد کمانڈر منان وانی کے لیے عسکری جدوجہد کا سفر 8 ماہ پر محیط رہا۔منان وانی کے ساتھ دوسرا کشمیری مجاہد جو شہید ہوا اس کا نام عاشق حسین زرگر ولد محمد سلطان ساکن تلواری لنگیٹ تھا۔

شہید کشمیری اسکالر منان وانی کو 2016 میں بھوپال میں منعقدہ ایک سمینار میں انعام و اکرام سے نوازا گیا۔علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی ویب سائٹ پر لکھا کہ منان وانی نے 2016 میں پانی، ماحولیات، موسمیات و معاشرہ واٹر، انورمنٹ، ایکولجی اینڈ سوسائٹی پر منعقدہ عالمی کانفرنس میں بہترین مقالے کے لیے ایوارڈ بھی حاصل کیا تھا۔مسلم یونیورسٹی آف علی گڑھ کی ویب سائٹ کے مطابق منان وانی کو ان کے مقالے وادی لولاب میں واٹر شیڈ تجزیہ ریموٹ سینسگ اور جی آئی ایس تکنیک کو بروائے کار لاتے ہوئے سیلابی خطرے کا احاطہ کیا گیا۔ اس کانفرنس میں 20 مختلف ملکوں سے قریب 400 مندوبین نے شرکت کی تھی۔ اس کانفرنس میں امریکہ، آسٹریلیا، جنوبی افریقہ، مصر، کینڈا، ایران، اٹلی، برطانیہ، بنگلہ دیش، چین، جنوبی کوریا، کویت، تیونس ملائیشیا ویسٹ انڈیز، برازیل اور یمن کے مندوبین نے اپنے مقالے پیش کیے تھے۔ منان وانی 2016 میں علی گرھ مسلم یونیورسٹی کی اسٹوڈنٹس یونین کے انتخاب کے دوران متحرک تھے اور ایک آن لائن پورٹل (thecompanion.com) کے لیے سیاست پر کئی مضمون تحریر کیے تھے۔ اس سائٹ پر منان وانی کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ایک ریسرچ اسکالر جو طلاب کا رکن ہے، کے بطور متعارف کیا گیا،جس کو عالمی سیاست اور اسلامی تحریکوں کی بحالی نو میں دلچسپی ہے۔ منان وانی نے امسال 17 جولائی کو بھارت کے نام ایک کھلا خط بھی تحریر کیا، جس میں انھوں نے ان بنیادی وجوہات کی نشاندہی کی جن کے باعث کشمیر کے اعلی تعلیم یافتہ نوجوان مجاہدین کے صفوں میں شمولیت اختیار کرتے ہوئے قلم و قرطاس چھوڑ کر بندوق کیوں اٹھاتے ہیں۔ بھارت کے نام اس کھلے خط میں منان وانی رقمطراز ہیں کہ میری پیدائش سے ہی میں فوجی بوٹوں سے محصور ہوں، یہاں تک کہ میرے سکول کی تقریبات

بھی فوجی کیمپوں میں منعقد ہوتی تھیں۔ میری بنیادی، ابتدائی تعلیم کو بھی فوجی اساس میسر ہے۔ مجھے جواہر نوودھیا ودھیالے جو کہ ریاست جموں کشمیر میں بھارتی جارحیت، تسلط کا تعلیمی پھیلاہیمیں پڑھایا، سکھایا گیا۔ تب، بھارت کے متعلق پری سماں بندی، لفظی تصاویر میٹھا سپنا تھا، اور میری آرزو، امنگ ایک سچے بھارتی کے ہوبہو تھیں۔ سرینگر کے ایک کالج سے گریجویشن کی اور مکالمے، خطبے، تذکرے سمجھنے میں مصروف تھااور وجود کے فرق کو پہچانا۔ میں سیاست پڑھ رہا تھا، سائنس سیکھ رہا تھااور خیالات کے سلسلوں پر غور وفکر کررہا تھا۔ میں اردگرد دیکھ رہا تھا اور سماج میں اپنے مقام کو پہچان رہا تھا۔ میں پل بڑھ رہا تھا، باہم دگر عمل پیرا اور معرفت حاصل کررہا تھا۔ 2009 سے، میں اپنی عقل و دانش کی مرکب سازی کرنا شروع ہوگیا، اور میں نے اپنا تنقیدی، تبصرہ تحقیق تیار کیا۔ مجھے جامعہ کشمیر کے لیے منتخب کیا گیا، تاہم اس کی گھٹن نے مجھے، میرا ذہن تبدیل کرنے پر قائل کیا۔ میں نے علی گڑھ کے مقام پر بھارت کی ممتاز جامعہ کا انتخاب کیا۔ جو کہ آج قانون اور انصاف کی عدالت میں اپنی تاریخ کی جنگ لڑ رہی ہے۔ میری خوبصورت مادرعلمی کا وجود خون مسلم کے مرہون منت ہے۔ اور آج یہ ہندتوا (Hindutva) کی سفاکی، بیدردی کا سامنا کررہی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ بانی، موسس کی روح، جذبہ، فسطائیوں کی شکایت آمیزی کو زیر کرلے گا، کچل ڈالے گا، اور میرا گلستان پھلے گا پھولے گا، شباب پر ہوگا۔ میری یونیورسٹی کی زندگی، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگری سے کہیں آگے کی ہے۔ میں سیاسی تھا اور سرگرم، مستعد بھی۔ ڈھابوں نے میرے شکم، چھاتی، سینہ اور دماغ کو خوراک دی ہوگی۔ میں نے مہمات کی قیادت کی یہاں تک کہ طالبعلم لیڈروں کو راج گدی تک پہنچایا، اور متنازعہ ہال تک پہنچے، جہاں اب بھی بانی پاکستان کی تصویر آویزاں ہے جو اس شناخت کو علامتی طور پیش کررہی ہے جس کی بھارتی مسلمان کو پھر شائد ضرورت پڑے، ششی تھرور کے ابھرتے انڈیا میں۔

یہ 28 ستمبر 2020 کی بات ہے کہ کشمیر کے فخر اعجاز احمد ریشی ساکن سانبورہ اور سجاد احمد صوفی ساکن پدگام پورہ جنوبی کشمیر نے 20 گھنٹے لگاتار قابض بھارتی فوج کا مقابلہ کیا گئی

درندہ صفت بھارتی فوجی اہلکاروں کو ہلاک کرنے کے بعد جام شہادت نوش کر کے سوئے جنت روانہ ہوئے۔ بھارتی فوج کے ترجمان نے سری نگر میں ایک پریس بریفنگ کے دوران کہا کہ اعجاز احمد نے کئی ماہ قبل ایک بارودی سرنگ بچھا کر 8 سے زائد فوجی اہلکاروں کو ہلاک کیا تھا۔

⊙......⊙......⊙

کشمیر کی صورتِ حال پر سلامتی کونسل کا اجلاس

5 اگست 2019 سوموار سے مقبوضہ کشمیر میں مسلسل لاک ڈاؤن کے باعث صورتحال انتہائی کشیدہ بنی رہی تو پاکستان کی درخواست پر کشمیر کی صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کے پانچ مستقل اراکین امریکہ، چین، روس، برطانیہ اور فرانس کا بند کمرہ مشاورتی اجلاس 16 اگست 2019 جمعہ کی شام 7 بجے امریکہ کے شہر نیویارک میں واقع اقوام متحدہ کے ہیڈ کوارٹر میں منعقد ہوا۔ اس طرح کشمیر تنازعے کی گونج قریب پانچ دھائیوں کے بعد ایک بار پھر اقوامِ متحدہ میں سنائی دی، کیونکہ 1965 میں کشمیر پر پاک بھارت جنگ کے بعد پہلی مرتبہ کشمیر کے متنازعہ علاقے پر سلامتی کونسل کا اجلاس منعقد ہوا۔

سلامتی کونسل کے 15 اراکین نے بند کمرے کے اجلاس کے دوران کشمیر کے مسئلے پر بحث کی۔ لیکن کھودا پہاڑ نکلا چوہا کے مصداق سلامتی کونسل کے اراکین نے مسئلے کے پر امن حل پر زور دیتے ہوئے پاکستان اور انڈیا کو اپنے مسائل باہمی طور پر حل کرنے کی تلقین کی۔ اس اجلاس پر دنیا بھر کی نظر لگی ہوئی تھی۔ آخر دو جوہری طاقتوں کے درمیان جنگ کے خطرات بھی منڈلا رہے تھے۔ دنیا بھر کے مختلف خبر رساں اداروں کے صحافیوں کی فوج سلامتی کونسل کے باہر اسی سلسلے میں کسی بھی خبر کے بارے میں بے صبری سے انتظار کر رہی تھی۔ جب 90 منٹ کا اجلاس ختم ہوا تو کمرے سے باہر سب سے پہلے چین کے مستقل مندوب صحافیوں سے مخاطب ہوئے۔ جیسے کہ امید کی جا رہی تھی، چین نے پاکستان کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ کشمیر کا مسئلہ اقوامِ متحدہ کی قراردادوں کے تحت حل کیا جانا چاہیے۔ ان کا کہنا تھا

کہ کونسل کے ارکان کی مشترکہ رائے یہ تھی کہ کشمیر کے معاملے میں کسی بھی فریق کو یکطرفہ اقدامات نہیں لینے چاہیے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ کشمیر میں حالات نہایت سنگین ہوتے جا رہے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ امریکہ، فرانس اور روس نے اجلاس کے دوران انڈیا اور پاکستان کے درمیان باہمی سطح پر معاملات حل کرنے کی تلقین کی۔ کچھ سفارتی حلقوں میں کہا جا رہا ہے کہ اجلاس میں دونوں ممالک کے درمیان مسائل کے حل کے لیے شملہ معاہدے پر بھی سب کا زور دیکھا گیا۔ پاکستان کی مستقل مندوب ملیحہ لودھی جو سلامتی کونسل کی رکن نہ ہونے کے سبب اجلاس کا حصہ نہیں تھیں لیکن اس اجلاس کی کارروائی سننے کے لیے موجود تھیں۔ اجلاس کے بعد صحافیوں سے بات کرتے ہوئے کہا کہ مقبوضہ کشمیر کے سلسلے میں سلامتی کونسل میں اجلاس اس بات کا ثبوت ہے کہ کشمیر کا مسئلہ اب انڈیا کا اندرونی معاملہ نہیں ہے۔ان کا کہنا تھا کہ کشمیریوں کی آواز عالمی سطح پر سنی گئی۔

انڈیا کے مستقل مندوب سعید اکبرالدین نے سلامتی کونسل کے اجلاس کے بعد صحافیوں سے بات کرتے ہوئے کہا کہ انڈیا کا کشمیر کے معاملے میں آرٹیکل 370 کے بارے میں لیا گیا قدم انڈیا کا اندرونی معاملہ ہے اور جو بھی مسائل ہیں وہ شملہ معاہدے کے تحت ہی حل کیے جائیں۔اس موقعے پر انڈین مندوب سے کچھ صحافیوں نے سخت سوالات کیے، جیسے انڈیا پاکستان سے بات چیت کیوں نہیں کرتا اور انڈیا کا کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے بارے میں کیا کہنا ہے۔اس پر انڈین مندوب نے کئی سوالوں کے صحافیوں کے ساتھ تکرار کرتے ہوئے جوابات دینے کی کوشش کی۔اسی درمیان امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے ساتھ پاکستانی وزیراعظم عمران خان کی فون پر بات چیت کی بھی خبریں آنے لگیں۔ بعد میں پتہ چلا کہ صدر ٹرمپ نے عمران خان کو انڈیا سے معاملات باہمی طور پر حل کرنے کی تلقین کی۔سلامتی کونسل کے اس اجلاس کا تو بظاہر یہی لگا کہ کوئی نتیجہ نہیں نکلا کیوں کہ اس اجلاس

کے بعد بھی کرفیو اور پابندیوں میں رہنے والے کشمیریوں کے لیے زمینی حقائق تبدیل ہونے کے کوئی آثار نظر نہیں آئے۔

1947 میں برصغیر کی تقسیم کے وقت ان تمام نیم خودمختار ریاستوں کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ اپنے اپنے علاقوں کی عوام کی اکثریت کے مذہبی تعلق کی بنیاد پر انڈیا یا پاکستان میں سے کسی ملک کے ساتھ الحاق کر سکتے ہیں۔جس کی رو سے جموں وکشمیر کی ریاست کا الحاق پاکستان کے ساتھ یقینی بنتا تھا لیکن جموں وکشمیر کے حکمران ہندوڈوگرہ مہاراجہ کے دستخط سے کشمیری مسلمانوں کی غالب اکثریت کی مرضی کے خلاف انڈیا کے ساتھ جعلی معاہدہ سامنے آیا تو انڈیا نے صورتحال کا فائدہ اٹھا کر اپنی فوجیں کشمیر میں اتار دیں اور پھر پاکستان اور انڈیا کے درمیان باقاعدہ جنگ چھڑ گئی۔اس وقت کے انڈین وزیر اعظم جواہر لعل نہرو اس معاملے کو سلامتی کونسل کے سامنے لے کر گئے۔کونسل نے سب سے پہلے دونوں ممالک کو سیز فائر کا حکم دیتے ہوئے کشمیر سے فوجیں نکالنے کا کہا۔اس کے بعد چار سال تک استصوب رائے سے متعلق قرار دادوں پر سلامتی کونسل میں بحث جاری رہی کہ کیسے اور کس طرح رائے شماری کرائی جائے۔سلامتی کونسل نے کشمیر پر اپنی قراردادوں پر عملدرآمد کے لیے دونوں ممالک میں اپنے نمائندے بھی بھیج دیے تھے۔ یہ نمائندے اپنی رپورٹ کونسل کو بھیجتے رہتے ہیں۔ ہر سال کونسل ان قراردادوں پر بغیر بحث کے رینیو کرتی رہی۔سلامتی کونسل کی مداخلت کے باوجود بعد انڈیا نے ارض کشمیر سے فوجیں نہیں ہٹائیں اور انڈیا بعد میں استصواب رائے کے وعدے سے بھی مکر گیااور جبری قبضے کی صورتحال جوں کی توں رہی۔ البتہ اس مداخلت سے صرف یہ ہوا کہ پاکستان اورانڈیا کے مابین جنگ بندی ہوئی اور جنگ بندی لائن کا تعین ہوا۔

سلامتی کونسل نے بھارت کی درخواست پر بحث وتمحیص کے بعد 21اپریل 1948 کو 5 ممبروں پر مشتمل اقوام متحدہ کا کمیشن برائے ہندو پاک تشکیل دے دیا۔اس پانچ رکنی کمیشن نے 1949 میں استصوابِ رائے کی شرط رکھ کر انڈیا اور پاکستان کے درمیان جنگ بندی کا معاہدہ طے کیا تھا۔کمیشن میں کولمبیا، چیکوسلواکیا، برما، آرجنٹینا اور بیلجیئم کے سفیر شامل تھے۔

سلامتی کونسل میں کشمیر سے متعلق جو قراردادیں ہیں جن میں سے 5 جنوری 1948 کی قراداد حتمی اور فیصلہ ساز ہے۔جس نے 7 مئی 1948 کو کام شروع کر دیا کمیشن کی رپورٹ کی روشنی میں 13 اگست 1948 کو ابتدائی قرارداد منظور کی اس کو حق خود ارادیت کی قرارداد کہا جاتا ہے تاہم تشریح کے اعتبار سے یہ قرارداد مبہم اور غیر واضح تھی لیکن 5 جنوری 1948 سلامتی کونسل نے ایک اور قرارداد پاس کی جس کی دفعات میں واضح پورطور کہا گیا ہے کہ ریاست جموں وکشمیر میں امن قائم ہونے کے بعد اوقام متحدہ کا ناظم رائے شماری ریاست جموں وکشمیر میں استصواب رائے کے آزادانہ انعقاد کرائے گا۔

5 جنوری 1949 کی قرارداد دفعہ 1 میں استصواب رائے کے معاملہ کو تقسیم برصغیر کے اصولوں کے مطابق واضح طور پر متعین کر دیا گیا اور کہا گیا کہ ریاست کے بھارت یا پاکستان کے ساتھ الحاق کا مسئلہ آزادانہ غیر جانبدارانہ رائے شماری کے ذریعے طے کیا جائے۔ 5 جنوری 1948 کی قرارداد کی دفعہ 6 میں ایسے تمام مہاجرین اور تارکین وطن کے رائے حق دہی کو واضح طور پر تسلیم کیا گیا۔اگر 5 جنوری کی قرارداد منظور نہ ہوتی اور اس میں ان کو تمام غیر واضح چیزوں کو واضح نہ کیا جاتا تو بھارت اس سے من مانی تعبیر کرتا اس سے جو بھی رنگ دینا چاہتا دے لیتا۔ اقوام متحدہ کمشن برائے ہندو پاک کی ان منظور شدہ قراردادوں کو پاکستان اور بھارت دونوں نے تسلیم کیا اور پوری عالمی برادری نے بھی۔

1956 تک بھارت عالمی برادری، پاکستان اور کشمیری عوام کو ان پر عملدرآمد کی یقین دہانی کراتا رہا اس کے بعد اگرچہ مختلف حیلے بہانوں سے ان پر عمل درآمد کرنے سے انکار شروع کر دیا لیکن امر واقع ہے کہ بھارت اپنے اس انکار کے لیے جو حیلے بہانے پیش کرتا رہا ہے وہ بالکل بے بنیاد ہیں۔ یہ مسئلہ آج بھی اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے ایجنڈے پر موجود ہے اور آج بھی موثر ہیں بھارت کے نہ ماننے سے ان قراردادوں کی اہمیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بھارتی جبر اور اسکے تازہ جبری اقدام اور اسلامیان کشمیر کی لازوال قربانیوں نے ایک بار پھر مسئلہ کشمیر کو عالمی توجہ کا مرکز بنا دیا۔

واضح رہے کہ 1947 میں دو قومی نظریہ کی بنیاد پر برصغیر جنوبی ایشیا کی تقسیم کا فارمولا طے پایا تھا کہ مسلم اکثریت کے علاقے پاکستان اور غیر مسلم اکثریت کے علاقے بھارت۔ اس اصول کے تحت کشمیر مسلم اکثریت کی بڑی ریاست تھی۔ اس کا الحاق پاکستان سے ہونا چاہیے تھا لیکن 27 اکتوبر 1947 کو جب بھارتی افواج نے ریاست جموں وکشمیر پر جبرا قبضہ کر لیا اس غنڈہ گردی کے خلاف کشمیری پھٹ پڑے اور بھارتی جارحیت کا منہ توڑ جواب دیا اور ریاست کا ایک حصہ بھارتی جبر وتشدد سے آزاد کرا لیا جسے آج آزاد کشمیر کہا جاتا ہے۔

تو یکم جنوری 1948 کو بھارت نے سلامتی کونسل میں درخواست دے دی کہ کشمیریوں نے مسلح قبائل کی مدد سے کشمیر پر قبضہ کرنے کی کوشش کی ہے اس درخواست و دیگر باتوں کے علاوہ ریاست کے ڈوگرہ حکمران اور شیخ عبداللہ کے جعلی دستخطوں سے الحاق کی دستاویز بھی پیش کی حالانکہ فارمولا کے مطابق یہ دونوں افراد الحاق کرنے کے مجاز نہ تھے فیصلہ وہاں کی مسلم اکثریت نے کرنا تھا اور 19 جولائی 1947 کشمیر کی بڑی جماعت آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس اتفاق رائے سے پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کی قرارداد پاس کر چکی تھی۔ کشمیر کا پاکستان سے تعلق کلمہ طیبہ کی بنیاد پر قائم دینی رشتے، مسلم تہذیب وثقافت اور جغرافیائی وسعتوں پر محیط ہے۔ دینی رشتہ، مسلم تہذیب وثقافت، کشمیر کی تاریخ، جغرافیہ اور دریاؤں کا رخ یہ ثابت کرتا ہے کہ کشمیر پاکستان کا قدرتی حصّہ ہے۔ تقسیم برِصغیر کے ایجنڈے کی جسے دانشِ فرنگ نے جان بوجھ کر نامکمل اور ادھورا چھوڑ دیا اسلامیانِ کشمیر اس کی تکمیل کے لیے برسر جدو جہد ہیں اس جدوّجہد میں 1947 سے اب تک ایک محتاط اندازے کے مطابق 5 لاکھ سے زائد فرزندانِ توحید اپنی متاع عزیز قربان کر چکے ہیں۔ تقسیمِ برِصغیر سے آج تک اہلِ کشمیر نے ہر مرحلے پر یہ ثابت کیا ہے کہ وہ امت مسلمہ کے ساتھ اپنے دینی رشتے کو مضبوط سے مضبوط تر بنانا چاہتے ہیں اسی تناظر میں وہ اپنا مستقبل پاکستان کے ساتھ استوار کرنا چاہتے ہیں۔ 1947 اور پھر 1990 میں منصۂ شہود پر آنے والی کشمیر کی تاریخ ساز جدوّجہد ہر مرحلے اور ہر

موقعے پر کشمیری الحاق پاکستان کے اپنے عزم کو دہراتے رہے اور اقوام متحدہ کے چارٹر کشمیر سے متعلق قراردادوں پر عملدر آمد کرانے کا مطالبہ کرتے رہے۔آج تک یہ ثابت نہیں کیا جاسکتاہے کہ اہلِ کشمیر نے کبھی اپنی جدوّجہد ترک کی ہو یا اپنے موقف سے دستبردار ہوئے ہوں۔

کشمیری عوام پر 1947 سے آج تک بھارت نے مظالم کے جو پہاڑ توڑ ڈالے اپنی مجرمانہ خاموشی کا طرز عمل اختیار کرتے ہوئے یہ ادارہ بھی اس جرم میں برابر کا شریک رہا ہے۔ اقوام متحدہ کی آج تک کی پوری تاریخ کھنگال لیجئے تو معلوم ہو گا کہ اقوام متحدہ کا مسلمانوں کے خلاف تیار کردہ سازشوں میں کتنا بڑا عمل دخل رہا ہے اور یہ بھی صاف صاف پتا چلتا ہے کہ مسلمانوں کے حقوق کے حوالے سے اس ادارے نے کس طرح ہمیشہ مجرمانہ غفلت کا ارتکاب کیا ہے۔جبر پر مبنی ایسے اصول اور قاعدے مسلمانوں پر مسلط کر دیئے گئے جن سے یہ صاف واضح ہو جاتا ہے کہ یہ ادارہ پوری دنیا میں مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کے لیے نہ صرف سر گرم ہے بلکہ پوری بے شرمی کے ساتھ بھر پور کردار بھی نبھا رہا ہے۔ اقوام متحدہ کی اپنی ہی تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ اس نے ہمیشہ یہود و نصاریٰ اور ہنود کی حمایت تو کی لیکن مسلمانوں کے معاملے میں اس کے ہاتھ پیر باندھے اور آنکھوں پر پٹی باندھی ہوئی ہے۔

واضح رہے کہ مسلمانوں کے حوالے سے اقوام متحدہ اندھا اور بہرا ہے۔ اسے مسلمانوں کی تکلیف اور ان پر ڈھائے جانے والے ظلم وستم سنائی دیتا ہے نہ نظر آرہا ہے۔ یہ اقوام متحدہ کا دہرا معیار اور منافقانہ چلن ہی ہے جس نے دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں میں عدم تحفظ کا احساس پیدا کیا ہے اور مظلوم مسلمان اس سے کلیتاً مایوس ہو چکے ہیں۔مسلم معاشروں میں یہ سوچ بڑی شدت سے جڑ پکڑتی جا رہی ہے کہ انھیں اقوام متحدہ سے کوئی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ یہ ادارہ ان کے مفاد کے لیے کچھ نہیں کرر ہا ہے۔ یہ ادارہ 5 ویٹو مما لک کے ہاتھوں میں یرغمال بن چکا ہے جو مسلم دشمنی پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ عراق اور افغانستان میں مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہانے کے لیے اور دونوں مسلمان ممالک کو تاراج کرنے کے

لیے اس ادارے نے امریکہ کو جو دست تعاون فراہم کیا اس سے یہ ادارہ مسلم امہ کے لیے پیچیدہ ،مشکل اور کمر توڑ مسائل پیدا کرنے کا براہ راست ذمہ دار ہے۔ یہ ادارہ آج بھی ان استعماری قوتوں کی بھر پور مدد کر رہا ہے جو دنیا میں مسلمانوں کا صفایا کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اقوام متحدہ کے قیام کے تقاضے ''لیگ آف نیشنز'' کے برعکس اگر کچھ اور تھے ۔تو وہ پھرتقاضے کہاں گئے ۔بس یہ ایک دردناک کہانی ہے جوامریکہ سے شروع ہوکرامریکہ پرہی ختم ہوجاتا ہے ۔ دراصل آج صورت حال یہ ہے کہ ستاون اسلامی ممالک کی حکومتیں امریکہ کی کنیز ہیں۔ آمریتیں اس کی غلام، دنیا کی نام نہادجمہوریتیں اس کی دہلیز پہ سجدہ ریز ہیں؟ یہاں تو ہر سر امریکی دہلیز کا کوئی خالی گوشہ تلاش کر رہا ہے۔ امریکہ ہو یا اس کا اتحادی یورپ، سب کی رگ جاں معاشی مفادات میں ہے۔ ڈیڑھ ارب کے لگ بھگ آبادی والے مسلمانوں کے ستاون ممالک ایک دوسرے کے ساتھ جنگ کرکیا یک دوسرے کوختم توکرسکتے ہیں لیکن بھارت کے ساتھ مقاطع کرکے اس کی نانی یادنہیں دلاسکتے ہیں۔زیادہ حیرت عرب مماک پرمسلط حکمران پرہوتی ہے جن کی سوچ وفکر درہم و ڈالر سے زیادہ کچھ بھی نہیں اس لیے چلن یہی رہتے ہیں تو فتنہ پرور زمانے کا مزاج نہیں بدلے گامسلم امت پیچ وتاب کھاتی رہے گی اوردولت سے مالامال عرب ممالک اخوت اسلامی کوپارہ پارہ کرتے رہیں گے۔

⊙......⊙......⊙

کشمیر پر جینوسائیڈ واچ کی رپورٹ

1990 سے ہی بھارتی بربریت سے مقبوضہ کشمیر عملاً ''وارزون'' میں تبدیل ہو چکا ہے جہاں مرگ انبوہ کا خطرہ درپیش رہا ہے۔سلام ہوا سلامیان کشمیر کے عزم وہمت کو کہ جو ایسے حالات بد میں بھی بھارت سے آزادی کے موقف پر بدستور قائم ہیں۔ سرینگر سمیت تمام بڑے شہروں میں ہر جگہ ''ہم لے کے رہیں گے آزادی اور گوانڈیا گو بیک'' کے نعرے لکھے نظر آتے ہیں۔ دیواروں پر یہ بھی لکھا نظر آرہا ہے کہ ''اے بھارت تم ہمیں آخری حدوں تک آزمانا چاہتا ہے لیکن تم یقینی طور پر ناکام ہو جائے گا، ہم نے ہر مرتبہ اپنے عزائم کی پختگی سے تمھیں شکست دی، اگر یہ صورتحال برسوں تک جاری رہتی ہے تو بھی ہم ہار نہیں مانیں گے۔'' تمام تر پابندیوں کے باوجود کشمیری نوجوانوں نے سر پر کفن باندھ لیا۔

5 اگست 2019 سے ایک بار پھر کئی ماہ تک سری نگر سمیت تمام دیگر شہروں کی گلیوں میں دندناتے پھیر رہے بھارتی قابض فوجیوں کی موجودگی اور سڑکوں اور شاہراہوں پر خاردار تاروں اور رکاوٹوں سے مقبوضہ کشمیر ''وارزون'' کا منظر پیش کرتا رہا ہے۔ تاہم بھارتی پابندیوں کے باوجود سرینگر و دیگر علاقوں میں ممکنہ حد تک کشمیری نوجوان کرفیو و دیگر پابندیوں کو توڑتے ہوئے باہر نکل آئے اور وہ بھارت کے خلاف نعرہ زن ہوئے۔ قابض بھارتی فوج مظاہرین پر گولیاں، پیلٹ اور آنسو گیس کے شیل فائر کرتی رہی جس سے سیکڑوں افراد زخمی ہو گئے۔

اس دوران نسل کشی کے واقعات پر نظر رکھنے والی ایک غیر سرکاری عالمی تنظیم جس کا بیس امریکہ میں ہے ''جینوسائیڈ واچ'' نے 22 اگست 2019 کو جموں و کشمیر میں مسلمانوں کی نسل

کشی کے بارے میں خبردار کرتے ہوئے کہا ہے کہ کشمیر میں ایسے کئی اشارے مل رہے ہیں جن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہاں حالات نسل کشی کی طرف جا رہے ہیں۔ جینو سائیڈ تنظیم نے نسل کشی پر تحقیقی کام کرنے والی ماہر پروفیسر باربرا ہارف کی نسل کشی کے حالات کی علامتوں کی فہرست کا کشمیر پر اطلاق کرتے ہوئے کہا ہے کہ کشمیر اس وقت نسل کشی کی جانب بڑھ رہا ہے۔ ان علامتوں میں نسل کشی سے پہلے کے غارت گری، تصادم کے واقعات کا تکرار کے ساتھ ہونا، انتہا پسند ہندوتوا کے نظریے کا فروغ پانا، فوجی کنٹرول کا ہونا اور ذرائع مواصلات اور ابلاغ کو بند کردینا وغیرہ شامل ہے۔ عالمی تنظیم جینو سائید واچ کی کشمیر کی صورتحال کے حوالے سے انتہائی گھمبیر صورتحال کا احاطہ کرتے ہوئے کہاہے کہ کشمیر میں صورتحال بہت بگڑ چکی ہے وہاں کے لوگ مشکل ترین حالات سے دوچار ہیں۔ بھارت مقبوضہ کشمیر میں قتل عام کی جانب بڑھ رہا ہے اسے روکنا ہوگا، دنیا کو اپنی خاموشی توڑنا ہوگی۔ جینو سائیڈ واچ نے مقبوضہ کشمیر کی بدترین صورت حال پر اقوام متحدہ اور اس کے رکن مما لک سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ بھارت کو کشمیریوں کی نسل کشی سے روکیں۔

جینو سائیڈ واچ نے اپنی رپورٹ میں عالمی ضمیر کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا ہے کہ کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت ہونے کے باوجود ہندو اور سکھوں کی اقلیت کو فوجی طاقت پر حکمرانی کروائی جا رہی ہے۔ وادی میں مواصلاتی رابطے 5 اگست 2019 سے مسلسل منقطع ہیں اور یہ اقدام انسانی حقوق کی بڑی خلاف ورزی ہے۔ رپورٹ میں اس درد بھرے پہلو سے بھی پردہ اٹھایا گیا ہے کہ وادی میں کشمیریوں پر تشدد، خواتین کی عصمت دری اور بغیر جرم کے دو سال تک حراست میں رکھنے کے واقعات عام ہیں۔ شناختی کارڈ پر نام مسلمان درج ہونا، کشمیری زبان، لباس اور مذہبی مقامات کشمیریوں کی پہچان ہیں ہیں لیکن مودی سرکار ان کے تشخص کو بھی ختم کرنے پر تل گئی ہے۔ جینو سائیڈ واچ نے اپنی رپورٹ میں اعتراف کیا ہے کہ بھارت کی قابض افواج 1947 سے اب تک ستر ہزار کشمیریوں کو شہید کر چکی ہے جبکہ 1989 سے

لے کر 2006 کے درمیانی عرصے میں 50 ہزار کشمیریوں کو شہید کیا گیا ہے۔ رپورٹ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ بھارتی وزیراعظم نریندر مودی کی جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی یا بی جے پی کا نظریہ ہندوتوا کی واضح علامت ہے۔ بھارتی حکمرانوں نے بغیر کسی آئینی جواز کے کشمیر پر فوجی آمریت مسلط کر رکھی ہے جبکہ وہ سامنے آنے والی خبروں سے پتا چلتا ہے کہ قابض فوجی اہلکار رات میں گھروں پر چھاپے مار رہے ہیں اور نوجوانوں کو گرفتار کر رہے ہیں۔

عالمی تنظیم کی رپورٹ میں ہولناک صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ ہندو پنڈت کشمیر میں ہندوازم کا پرچار کرنے کے لیے بھارتی سرکار کے ساتھ مل چکے ہیں جبکہ اپنے حقوق کے لیےلڑنے والے مسلمانوں کو دہشت گرد، علیحدگی پسند، مجرم اور درانداز کا خطاب دیا جا رہا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ تقریبا 7 لاکھ کے سے زائد جدید اسلحہ سے لیس بھارتی فوج اور پولیس کشمیر میں قابض ہے۔ بھارت کی حکمران جماعت بی جے پی نے ہندوؤں کو مقبوضہ کشمیر میں دوبارہ مضبوط کر دیا ہے۔ کشمیریوں کی نسل کشی پر عالمی تنظیم نے دس مراحل کی نشاندہی کی ہے۔ ان مراحل میں یہ بھی شامل ہے مودی اور بی جے پی کی حکومت کا جو خطے میں خوشحالی لانے کا ہدف ہے، اس کے درپردہ بھارتی فوج اور پولیس کشمیریوں کی نسل کشی کرنا چاہ رہی ہے۔ عالمی تنظیم نے اقوام متحدہ اور ان کے رکن ممالک سے اپیل کی کہ وہ کشمیریوں کی نسل کشی رکوانے کے لیے بھارت پر دباڈالے۔ دوسری جانب حقوق انسانی عالمی تنظیم ہیومن رائٹس واچ نے بھی کشمیر کی بگڑتی ہوئی صورتحال پر سخت تشویش کا اظہار کرتے ہوئے بھارتی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ کشمیریوں کو ان کے جائز حقوق دے۔ جبکہ انسانی حقوق کی عالمی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل نے بھی بھارت کی حکومت پر کڑی تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ مودی سرکار نے خطے کے امن کو داؤ پر لگا دیا ہے، صورت حال خطے کو تباہی کے دہانے پر لے جائے گی۔

5 اگست 2019 کے مابعد بھارت نے جو اقدام اٹھائے ان سے مسلم کشمیر کا وجود کو ایک بار پھر خطرات نے گھیر لیا ہے کیونکہ مودی کی جنونی سرکار کشمیری مسلمانوں کی جینوسائیڈ کے

اپنے ناپاک منصوبے پر عملی اقدام اٹھا رہی ہے۔ دنیا کو دھوکے میں رکھنے کے لیے مودی کہتا ہے کہ کشمیر میں سب ٹھیک ہے۔ تو سوال یہ ہے تو پھر مقامی میڈیا اور غیر ملکی صحافیوں کو وادی کا دورہ کرنے سے کیوں روکا جا رہا ہے۔ کیوں بڑے پیمانے پر گرفتاریاں ہو رہی ہیں اور گرفتار شدگان کو طیاروں کے ذریعے ہریانہ، آگرہ اور بنارس کی جیلوں میں کیوں منتقل کیا جا رہا ہے۔ مودی کا کشمیر پر اٹھائے جانے والے اقدامات ایک طویل جن سنگھی نظریاتی تڑپ کی تکمیل ہے جس میں مسلم کشمیر کو ہندو قوم کے نظریہ کے آگے جھکنے پر مجبور کرنا ہے۔ لیکن کشمیری مسلمان بھی یہ عہد کر چکے ہیں کہ وہ کبھی بھی بھارت کے سامنے نہیں جھکیں گے۔

⊙......⊙......⊙

UNO میں لاالٰہ الا اللہ کی للکاراور کشمیر میں آزادی کی پکار

5 اگست 2019 کو جب بھارت نے ایک بار پھر کشمیری مسلمانوں کا محاصرے کرلیاتو 27 ستمبر 2019 کو وزیراعظم پاکستان عمران خان نے UNO میں ایک دبنگ اور بے باک تقریر کر ڈالی۔ بلاشبہ عمران خان کا اقوامِ متحدہ میں اسلام اور کشمیر کے حوالے سے خطاب کشمیر سے پاکستان تک سب کے دل کی آواز تھی اور بہت بڑی بات ہے کہ انھوں نے اس آواز کونہایت بلیغ اندازاور پورے زور سے اقوام عالم تک پہنچادیااس آواز میں انھوں نے اسلام،مسلمانیت کے خلاف ہورہی سازشوں اورتمام مسلم علاقوں میں پائے جانے والے تنازعوں بالخصوص مسئلہ فلسطین وتنازع کشمیر کوحل نہ کیے جانے کے پس پردہ غلیظ سوچ کو برہنہ کر کے رکھ دیا۔ بقول اقبال ؎

تاختم برعالم افکار او
بردریدم پردۂ اسرار او

ترجمہ!''میں نے اس غلام امت کے مغربی سانچے میں ڈھلے بے ہودہ افکار کے جہاں پردھاوابولااور میں نے اس کے اسلام دشمن رازوں، پہلوؤں کا پردہ چاک کردیا۔''

UNO میں عمران خان کی تقریراور لاالٰہ الا اللہ کی للکار کے ساتھ ہی مقبوضہ کشمیر میں جشن کا سماں بندھ گیا،اسلامیان کشمیر کرفیوتوڑ کرگھروں سے باہرآ گئے اور''تیرابھائی میرا بھائی عمران بھائی عمران بھائی'' اور''عمران بھائی سے رشتہ کیالاالٰہ الا اللہ'' کے فلک شگاف نعروں سے کشمیر کے کوہ دمن گونج اٹھے۔ مقبوضہ کشمیر میں 27 ستمبر 2019 کو اقوام متحدہ کی

جنرل اسمبلی میں ہونے والے عمران خان کے خطاب کا نہایت بے تابی کے ساتھ انتظار ہو رہا تھا۔ یہ اس لیے کہ جمعہ 13 ستمبر 2019 کو آزاد کشمیر کے دارالحکومت مظفرآباد کے ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے وزیراعظم پاکستان عمران خان نے اعلان کیا تھا کہ وہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں کشمیری مسلمانوں پر ہونے والے بھارتی مظالم کو طشت از بام کر کے عالمی ضمیر کو جھنجوڑ کر رکھ دیں گے۔ اس اعلان کے بعد مقبوضہ کشمیر کے عوام نے عمران خان کے ساتھ بڑی امیدیں اور توقعات وابستہ کر دیں۔

ملت اسلامیہ کشمیر آس لگائے بیٹھے تھے کہ تنازع کشمیر کے ایک اہم فریق کی حیثیت سے پاکستان کا وزیراعظم کشمیر کیس زبردست ڈھنگ اور نہایت دبنگ انداز میں اقوام عالم کے سامنے پیش کر کے کمینے بھارت کو چاروں شانے چت کر کے کشمیر کی بدترین صورتحال پر دنیا کے حکمرانوں، عالمی لیڈروں کی توجہ مبذول کرائیں گے۔ کشمیری مسلمانوں کو یقین تھا کہ 27 ستمبر 2019 کے اقوام متحدہ کے اجلاس میں عمران خان کی تقریر کے بعد صورتحال بدل جائے گی اور عالمی قیادت ان کے ساتھ کھڑی ہوجائے گی اور کشمیر میں دست جفاکش کو توڑ کر کشمیریوں کو ان کا بنیادی حق دلانے میں سنجیدہ پہل کرے گی۔ اگرچہ 1990 سے ہی بھارتی جبری قبضے کے خلاف ایک بھرپور تحریک اور حق کی صدابلند کرنے پر اقوام متحدہ کا اس پر کان نہ دھرنے اور اس پر کوئی التفات نہ کرنے سے اہل کشمیر اس عالمی ادارے سے مایوس ہو چکے ہیں اور اس فورم سے ان کی توقعات دم توڑ چکی تھیں لیکن 2019 میں ایک موہوم سی امید ان میں اس لیے پائی جارہی تھی کہ شائد پاکستان کی نئی اور تازہ دم لیڈرشپ جب کشمیر کیس اقوام متحدہ کے فورم میں پیش کرے گی تو اقوام متحدہ کان دھرنے پر مجبور ہوجائے گی۔

ذوالفقار علی بھٹو کا بطور پاکستانی وزیرخارجہ کے بعد جنرل اسمبلی میں یہ پہلا موقع تھا کہ جب عمران خان کے فی البدیہہ خطاب سے ایک نئی تاریخ رقم ہوئی وہ اسلام اور کشمیر پر ایسا بولے کہ ہر ایک دھنگ رہ گیا۔ عمران خان نے جب اپنے خطاب میں کہا کہ ''انتہا پسند اسلام یا معتدل اسلام'' جیسی سرے سے ہی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ اسلام صرف ایک ہے جو

ہمارے نبی محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تو یوان سے لیکر بھارت کے سومنات تک تمام مندروں میں لا الہ الا اللہ کی اس للکار سے کھلبلی مچی۔ اسلام کی وضاحت کرنے کے ساتھ ساتھ عمران خان نے مسئلہ کشمیر کو انتہائی موثر اوراحسن انداز میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ پورے دلائل کے ساتھ اقوامِ عالم کے ضمیر کو جھنجھوڑا اور مقبوضہ جموں وکشمیر میں غیر معمولی انسانی المیے کی جانب توجہ مبذول کرواکے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ مسئلہ کشمیر دوملکوں کے مابین کوئی معمولی معاملہ نہیں بلکہ یہ اہل کشمیر کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ اگر عالمی برادری نے مداخلت نہ کی تو دو جوہری ملک آمنے سامنے ہوں گے اور دنیا اس جنگ کے اثرات سے بچ نہیں پائے گی۔ دراصل وزیراعظم عمران خان کا کہنا تھا کہ میری اس بات کو کوئی صرف دھمکی نہ سمجھے بلکہ یہ حقیقت ہے۔ بلاشبہ کشمیر کی صورتحال کو لے کر تصادم کے خدشات کو نظر انداز کرنا جہالت ہے اور جب دو جوہری ملکوں میں تصادم ہوجائے تو روایتی ہتھیاروں سے شروع ہو کر ایٹمی ہتھیاروں ہی پر یہ لڑائی ختم ہوگی اور دنیا میں لڑی گئی ماضی کی خوفناک جنگوں سے کہیں زیادہ اس طرح خطے میں مرگ انبوہ کا المناک سانحہ ہوگا۔

عمران خان نے اپنے خطاب میں ببانگ دہل کہا کہ اگر برطانیہ میں 80 جانور بھی بند ہوتے تو شور مچ جاتا، چہ جائے کہ کشمیر میں 80 لاکھ انسان بند ہیں۔ مقبوضہ کشمیر میں ایک لاکھ افراد اپنی جان دے چکے ہیں، کشمیریوں کو اقوام متحدہ کی قراردادوں کے تحت حقوق نہیں دیئے جا رہے، افسوس ہے کاروبار اور تجارت کو انسانیت پر فوقیت دی جا رہی ہے۔ دنیا نے حالات جان کر بھی کچھ نہیں کیا کیونکہ بھارت ایک ارب سے زیادہ کی منڈی ہے۔ عمران خان نے عالمی لیڈروں سے سوال کیا کہ انھیں فیصلہ کرنا ہوگا کہ ان کے لیے ایک سو ارب انسانوں کی منڈی اہم ہے یا انسانی حقوق اور کشمیریوں کی زندگی۔ انھوں نے یہ وارننگ بھی دی کہ بھارت کے مسلسل مظالم سے کشمیر میں ایک اور پلوامہ ہوسکتا ہے؟ ان کا کہنا تھا کہ اسلامی دہشت گردی کا الزام آتے ہی دنیا انسانی حقوق بھول جاتی ہے۔ عمران خان نے اپنے خطاب میں کہا کہ اگر صرف 8 لاکھ یہودی بند ہوتے تو دنیا کے یہودیوں کا ردعمل کیا ہوتا، کیا

مسلمان باقی مذاہب کے افراد سے کمتر ہیں؟ میں کشمیر میں ہوتا اور مسلسل گھر میں بند کر دیا جاتا، تو کیا میں چپ بیٹھتا، کیا میں ذلت کی زندگی گزارتا، نہیں ہرگز نہیں بلکہ میں بھی بندوق اٹھا لیتا۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر پاک بھارت کے مابین روایتی جنگ ہوتی ہے تو کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ ایک چھوٹا ملک لڑتا ہے تو اس کے سامنے دو راستے ہیں، ہتھیار ڈالیں یا آخری سانس تک لڑیں، ہم آخری سانس تک لڑیں گے، جب آخری سانس تک لڑیں گے تو نتائج کہیں زیادہ بھیانک ہوسکتے ہیں۔

عمران خان نے اقوام عالم کو یاد دلایا کہ 1945 کو یہ ادارہ دنیا میں امن قائم کرنے کے لیے بنایا گیا تھا اس نے کشمیریوں کو حق خود ارادیت دلانے کا وعدہ کیا تھا یہ وعدہ پورا ہونا چاہیے۔ اقوامِ عالم پر اچھی طرح ثابت ہے کہ فلسطین میں ایک قوم کی قومیت کو پامال کرنے، اسے غلام بنانے، اس کے حقِ خودارادیت کو پسِ پست ڈالنے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ ہمارے لیے تو ہمارے دین کا بھی یہی حکم ہے کہ ظلم نہ تو کرو اور نہ ہی برداشت کرو۔ انھوں نے کہا کہ مقبوضہ کشمیر میں پچھلے 72 برسوں سے ظلم ہو رہا ہے۔ اس کے خلاف آواز اٹھانا، اس کو روکنے کے لیے ہر ممکنہ اقدام کرنا، ہمارا دینی فریضہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم سب سے پہلے مسلم ممالک کی طرف دیکھتے ہیں کیونکہ ظلم کے خلاف ہر ممکنہ راست اقدام اٹھانا ان کے لیے بھی ویسے ہی دینی فریضہ ہے۔ انھوں نے پنے خطاب میں کہا کہ کشمیری اور دنیا بھر کے مسلمان انصاف اور عالمی توجہ سے محروم ہیں۔ عالمی ادارے روز دیکھتے ہیں کہ بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی ہو رہی ہے لیکن یہ نظام مظلوم کو انصاف اور مدد فراہم کرنے سے قاصر ہے۔

عمران خان نے اپنے خطاب میں ناموس رسالت کے تحفظ پر بڑی دلسوزی کے ساتھ گفتگو کی اور اس طرح چاردانگ عالم اسلام کے وقار کو بلند کیا۔ انھوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے دلوں میں رہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی ہے تو مسلمانوں کا ردِعمل آتا ہے، دل کا درد جسم کے درد سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ انھوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ نائن الیون کے بعد اسلاموفوبیا میں خطرناک حد تک

اضافہ ہوا، حجاب کرنے والی مسلم خواتین کو کئی ممالک میں مسئلہ بنا دیا گیا۔کچھ مغربی ممالک کے سربراہوں نے دہشت گردی کو اسلام سے جوڑا، اس لیے اسلاموفوبیا بڑھا، اسلاموفوبیا مسلم ممالک اور مسلمانوں میں تکلیف کا سبب ہے،مسلمانوں کو دیوار سے لگایا جا رہا ہے۔ان کا کہنا تھا کہ افسوس ہے کہ مسلم سربراہوں نے بھی اسلاموفوبیا ختم کرنے پر بات نہیں کی، مغرب میں سوچا گیا کہ اسلام آزادی اظہار کی اجازت نہیں دیتا،مغرب میں مخصوص طبقات جان بوجھ کر اسلام کے خلاف پراپیگنڈہ کرتے ہیں۔مغرب میں اسلام کے بارے میں عجیب چیزیں سنیں،کہا گیا کہ اسلام خواتین کی آزادی کے خلاف ہے،ایک تاثر پایا جاتا ہے کہ اسلام اقلیتوں کے خلاف ہے۔حالانکہ یہ تاثر سرے سے ہی غلط ہے کیونکہ ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پوری انسانیت کے لیے مثال ہے۔

انھوں نے کہا کہ ریاست مدینہ دنیا کی پہلی فلاحی ریاست تھی، اسلام میں کہا گیا کہ تمام افراد برابر ہیں، اسلام بتاتا ہے کہ ہر شخص قانون کی نظر میں برابر ہے چاہے اس کا مذہب کوئی بھی ہو۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے اچھا کام غلام کو آزاد کرنا ہے، اس وقت معیشت کا انحصار غلامی پر تھا، اس لیے غلاموں سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا۔جب مسلم ریاست اقلیتوں کیخلاف جاتی ہے تو وہ اسلام کے خلاف جاتی ہے۔

انھوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ (Radicalislam) اور (Islamicterrorism) ایسی درجنوں اصطلاحات گھڑی گئیں جن کا مقصد مسلمان اور دین اسلام کو عالمی امن کے لیے خطرہ ثابت کرنا تھا۔اس خطرناک عمل نے دنیا بھر میں مسلمانوں کے خلاف نفرت اور تعصب کو ہوا دی۔حجاب داڑھی ٹوپی مسجد اور عربی زبان کو نشانہ بنایا گیا۔مساجد پر حملے ہوئے اور مسلمانوں کے شعائر مقدسہ کی توہین کی جاتی رہی۔

بلاشبہ 27 ستمبر 2019 تک اسلام اور کشمیر کا مقدمہ اس جانفشانی،دلسوزی ،خلوص اور صاف گوئی سے کسی عالمی لیڈر نے اقوام عالم کے سامنے نہیں رکھا جس طرح عمران خان نے رکھ دیا۔اس میں کوئی دورائے نہیں کہ 57 مسلم ممالک کے سربراہ ہر سال اقوام متحدہ کی جنرل

اسمبلی کے اجلاس میں شریک ہوتے رہے لیکن دین اسلام اور شعائر اسلام کے تحفظ کے لیے اس دردمندی اور غیرت دین کا مظاہرہ نہ کر سکے جس طرح عمران خان نے اسلاموفوبیا کو موضوع بنا کر مغربی ممالک کے تضاد کو اجاگر کیا ہے اوران کے دل کی پھانس کو برہنہ کر دیا۔

بہرکیف! یہ اذیت ناک حقیقت ہے کہ اقوام متحدہ آج تک کشمیر کے حوالے سے صرف رسمی بیان بازی تک محدود رہا اور اہل کشمیر کو اصل اور بنیادی حق دلانے کے بجائے گاہے بگاہے کشمیر میں انسانی حقوق پر بات کرتا رہا۔اسی پس منظر میں اس عالمی فورم جو کشمیر تنازعے کا عینی گواہ ہے کے انسانی حقوق کی کونسل نے جون2019 میں 2016سے 2018 تک کے عرصے میں بھارت کی طرف سے کشمیر میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر ایک تفصیلی رپورٹ بھی جاری کردی۔لیکن اس کی ان رپورٹس سے اصل مسئلہ اسی صلیب پر لٹکتا رہاہے جہاں اسے چڑھایا گیا۔ واضح رہے کہ سری نگر میں سات دہائیوں سے قائم اقوام متحدہ کے فوجی مبصرین کا دفتر موجود ہے جو اس امر کو واشگاف کرتا ہے کہ اقوام متحدہ کشمیر کی متنازعہ حیثیت پر سلطانی گواہ ہی نہیں بلکہ مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کے ضامن ہونے پر بھی شہادت فراہم کر رہا ہے۔

اس کے باوجود کہ بھارت ارض جموں وکشمیر پر جبری طور پر قابض ہے مگر کشمیر کو اقوام متحدہ کے سلامتی کونسل کے ایجنڈے سے نکال باہر نہیں کیا اوراب تک یہ مسئلہ باقاعدہ عالمی ایجنڈے پر موجود ہے۔ سری نگر میں موجود اقوام متحدہ کے دفتر میں اسلامیان کشمیر نے 1947 سے آج تک ہزاروں کی تعداد میں تحریری یادداشتیں جمع کرائی ہیں مگر وہ الماریوں میں دھول چاٹ رہی ہیں۔لیکن بظاہر دنیا کی تمام لاتعلقیوں کے باوجود یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ کی دستاویزات میں اب بھی ایک حل طلب تنازعہ ہے۔کشمیری جب آزادی کی بات کرتے ہیں تو وہ لازماً مسئلہ کشمیر سے متعلق اقوامِ متحدہ کی قراردادوں کا حوالہ دے کر اپنے جائز اور مبنی برانصاف مطالبے کو بین الاقوامی وعدوں کے ساتھ مسئلے کو پاک وبھارت دوطرفہ تنازعے کے بجائے بین الاقوامی مسئلہ قرار دیتے ہیں۔

جناب مہاتیر محمد اور جناب طیب اردوان کا صدائے احتجاج

سوال یہ ہے کہ کیا ہم کشمیر کاز پر 57 مسلم ممالک کے دو انتہائی اہم برادر ممالک ترکی اور ملائیشیا کی بھرپور اور دبنگ حمایت سے محروم ہو گئے۔ کیوں نہیں وزیر اعظم پاکستان سعودی حکمرانوں سے یہ باور کرانے میں کامیاب ہوئے کہ 5 درجن مسلمان ممالک میں سے کسی ایک کو چھوڑ کر کوئی بھی پلان ہرگز تشکیل نہیں پا سکتا۔ کیوں نہیں وہ محمد بن سلمان کو اس بات پر قائل کرانے میں کامیاب ہوئے کہ کوالالمپور کانفرنس امہ کو مضبوط کرنے کا ذریعہ بنے گا اور عالم کفر کو اس سے ایک جاندار پیغام مل سکتا ہے۔ کم و بیش سو سال پہلے شاعر مشرق علامہ اقبال نے تین اشعار پر مشتمل چھوٹی سی نظم لکھی ہے۔ یہ نظم حضرت علامہ کی کتاب ضرب کلیم میں شامل ہے۔ اس نظم کے ذریعے حضرت اقبال نے مسلمانانِ عالم کی تقدیر بدلنے کا نسخہ بتا دیا کہ ''طہران ہو گر عالمِ مشرق کا جینوا'' یعنی اگر مسلمانوں کی اجتماعیت کا فورم طہران ہوتا تو مسلمانوں کی تقدیر بدل سکتی ہے۔ لیکن اگر حضرت علامہ آج حیات ہوتے تو جس طرح اپنے زمانے میں عربوں کی بے حسی دیکھ کر علامہ نے تہران سے متعلق اپنی اس آرزو کی تمنا کی تھی، اسی طرح وہ آج طہران کو ریاض اور ریاض کو طہران سے عداوت میں مصروف دیکھ کر میری رائے کے مطابق یہ فرماتے کہ'' استنبول یا کوالالمپور ہو گر عالم مشرق کا جینوا'' واضح رہے کہ 21 اگست 1969 کو مسجد اقصی پر یہودی حملے کے ردعمل کے طور پر 25 ستمبر 1969 کو مراکش کے شہر رباط میں مسلمان ممالک کی تنظیم تعاون اسلامی OIC کا فورم تشکیل پائی جسے مسلمانان عالم میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی کہ شائدان کے درد کا درماں ہو سکے۔ لیکن اے

بسا آرزو کہ خاک شد! اس لیے اسی فورم کو متحرک بنانے کے لیے اقدامات اٹھانا ناگزیر امر ہو چکا ہے۔

9/11 کے بعد مسلم امہ کے خلاف ترتیب دیئے گئے ناپاک منصوبوں کے تحت عرب دنیا پر مسلط حکمرانوں کو اس طرح زیر کرلیا گیا کہ وہ سیدھے امریکہ کی جھولی میں آ گرے اور اسرائیل کے ساتھ انھوں نے ایک جائز مخاصمت کو ختم کر کے مشرقِ وسطی کو امریکہ اور اسرائیل کے رحم وکرم پر رکھ دیا ہے۔ اب پورے عربستان میں اخوان المسلمین کا پیش کردہ نظریہ اور فلسطینی مجاہدین کا فلسفہ متروک ہوگیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بیت المقدس کی بازیابی اور انبیاء کی مقدس سرزمین کی یہود سے آزادی اور نجات کے لیے بالواسطہ کوئی کوشش کرنا بھی اب عرب حکمرانوں کے ایمان کا حصہ نہیں رہا ہے بلکہ ان تمام باتوں کو وہ ازکار رفتہ اور معدوم نظریات سمجھتے ہیں۔ اس طرح کا خوفناک یوٹرن لینا اس امر کو واضح کرتا ہے کہ بھارت جس طرح بھی چاہے مقبوضہ کشمیر کے نوے لاکھ مسلمانوں ساتھ سلوک کرے، اور کروڑوں بھارتی مسلمانوں کو جب چاہے جلاوطن کرے، میانمار جیسے چاہے روہنگیا کو موت کے گھاٹ اتارے۔ علیٰ ہذاالقیاس مشرق سے مغرب تک دنیائے کفر اپنے ممالک کی مسلم اقلیت یا مقبوضہ علاقوں کے مسلمانوں سے جیسے چاہے نمٹ لے اور اس کے خلاف عربستان سے کوئی صدا اور کوئی گرجدار آواز بلند نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ عربستان سے ترتیب پانے والے اس بیانیے نے ''او آئی سی'' کو ایک ایسا بے کار فورم بنا دیا ہے کہ جو آج تک مسلم دنیا کو درپیش بحرانوں سے نمٹنے کا کوئی درست میکانزم پیش نہیں کرسکا ہے۔

عربستان کے نئے بیانئے نے جناب اردوان اور جناب مہاتیر محمد جناب کو پریشان کیا ہی تھا کہ اس دوران نیویارک میں اقوام متحدہ کی 74 ویں جنرل اسمبلی کے اجلاس میں 27 ستمبر 2019 کو عمران خان نے اقوام متحدہ جنرل اسمبلی میں 50 منٹ کی طویل تقریر کی تقریر کو کچھ زیادہ ہی سیریس لیا اور انھیں عمران خان کے پیکرِ خاکی میں بھٹو ثانی نظر آنے لگا۔ عمران خان کو بھٹو کی طرح گرجتے دیکھ کر ترکی کے صدر اردوان اور ملائیشیا کے وزیراعظم جناب مہاتیر محمد

نے کشمیر کاز پر نہ صرف پاکستان کے بنیادی موقف کی کھل کر حمایت کردی بلکہ ملائیشیا نے بھارت کے ساتھ اپنے اربوں ڈالر کی تجارت کو بھی پھونک ڈالا۔ بھارت نے جب ملائیشیا کے کشمیر پر پاکستان کی کھلی حمایت کی تو بھارت نے اس کے ساتھ تجارتی مقاطع کیا۔ جس پر مہاتیر محمد سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ کشمیر پر دیئے گئے اپنے بیان کو واپس لیں گے تو ان کا واضح جواب تھا کہ ہم اپنے دماغ سے بولتے ہیں، اپنی بات سے پھرتے ہیں نہ واپس لیتے ہیں، کشمیریوں کو اقوام متحدہ نے حق دیا ہے۔ اس کی قراردادوں پر عملدر آمد نہیں ہونا تو پھر اس کا کیا فائدہ؟

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس کے حاشیے پر تینوں کی نشست ہوئی اور تینوں کے مابین طے پایا کہ امہ کے مسائل کے حوالے سے تازہ کوششیں کریں گے۔ سلسلہ کلام کو بڑھاتے ہوئے تینوں لیڈروں کے درمیان طے پایا کہ ملائیشیا کے داراحکومت کوالالمپور میں 18 دسمبر 2019 سے سہ روہ کانفرنس منعقدکی جائے گی تا کہ سوچ و بچار کے ذریعے کوئی مشترکہ پالیسی وضع کی جاسکے۔ لیکن ہوایوں کی جناب عمران خان عین موقع پر جناب مہاتیر محمد اور جناب اردوان کے ساتھ ہاتھ کر گئے کیونکہ سعودی عرب نے انھیں کانفرنس میں شرکت کرنے کے سنگین نتائج سے آگاہ کیا جس کی پوری تفصیل پاکستان کے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر آچکی ہے ۔لیکن پاکستان کی عدم شرکت کے باوجودکوالالمپور میں کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس کی میزبانی کرتے ہوئے اپنے افتتاحی خطاب میں ملائیشین وزیراعظم جناب مہاتیر محمد نے مسلمانوں کی موجودہ حالت پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ کوالالمپور کانفرنس کے انعقاد کا مقصد اسلام، مسلمانوں اور ان کی ریاستوں کو درپیش بحران کی حالت، بے بس اور اس عظیم دین سے دوری کے حوالے سے درپیش مسائل کو سمجھنا ہے۔ انھوں نے کہا کہ نے کہا کہ اسلام کے بارے میں دنیا کے تاثرات، اسلاموفوبیا کے عروج، اسلامی تہذیب کے زوال اور مسلم اقوام کو درکار حکمرانی میں اصلاحات پر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے اور یہ کہ ہم کسی کے ساتھ تفریق نہیں کر رہے یا کسی کو الگ تھلگ نہیں کر رہے۔

تقریب سے خطاب کرتے ہوئے ترک صدر جناب رجب طیب اردوان نے کہا کہ ہمیں چھوٹی چھوٹی چیزوں سے آغاز کرنا ہوگا اور اگر یہ خیالات، تجاویز اور حل قابل قبول اور اقدامات اٹھانے کے قابل ہوئے تو ہم انھیں بڑے پلیٹ فارم پر غور کے لیے پیش کریں گے۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں یہ موقع میسر آیا ہے کہ ہم اپنے مسائل پر کھل کر بات کریں جس میں اسلاموفوبیا، تقسیم، داخلی لڑائیاں، جو ہمارے خطے کو نقصان پہنچا رہی ہیں، فرقہ وارانہ اور نسلی امتیاز شامل ہے۔ کانفرنس کی افتتاحی تقریب میں ترک صدر رجب طیب اردوان، ایرانی صدر حسن روحانی اور قطر کے امیر شیخ تمیم بن حماد الثانی کے علاوہ دیگر اسلامی ممالک کے سربراہان موجود تھے۔ مذکورہ کانفرنس میں شرکت کے لیے او آئی سی کے تمام 57 رکن ممالک کے سربراہان کو دعوت دی گئی تھی لیکن صرف 20 ممالک کے رہنماؤں نے اجلاس میں شرکت کی۔

ملائیشیا کے وزیراعظم جناب مہاتیر محمد کی دعوت پر کوالالمپور میں اکٹھے ہونے والے قائدین کرام کو یہ بھی تشویش لاحق ہے کہ او آئی سی پر سیاسی اسلام کا اثر ورسوخ ماند پڑتا جا رہا ہے۔ او آئی سی نے ایک اسلامی طاقت کے طور پر ایک بین الاقوامی ادارے کی حیثیت میں اپنا کردار جاری رکھا ہوا ہے۔اس لیے ان لیڈروں کو ایک ایسے ادارے کی اشد ضرورت تھی جو ان کی متروک انقلابی سوچ کو فروغ دے سکے۔ چنانچہ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بحرین اور مصر ایسے ممالک ہیں کہ جو عرب دنیا میں آبادی اور حساسیتوں میں رونما ہونے والی بنیادی تبدیلی نے نظریاتی حرکت پذیری اور نظریاتی استحصال کو بالکل معدوم کر دیا ہے۔سعودی عرب کا کہنا ہے کہ اس کے نوجوان لوگ سعودی عرب میں رونما ہونے والی بڑی سماجی اور اقتصادی تبدیلیوں کو قبول کر رہے ہیں۔عراق اور لبنان میں نوجوان معاشی طور پر غیر فعال نظاموں کو مسترد کر رہے ہیں۔ یہ سب کچھ خطے کی سیاسی نفسیات میں ناقابل تغیر نظریاتی تبدیلی کا مظہر ہے۔

24 اکتوبر، 1945 کو اقوام متحدہ یا United Nations Organisation معرض وجود میں آیا ہے۔ اس انجمن کا بنیادی کام یہ تھا اور ہے کہ کسی ملک یا قوم کے ساتھ ناانصافی نہ ہونے پائے۔ مگر اپنے قیام سے آج تک دنیا کے سنگین مسائل جوں کے توں موجود ہیں۔ رنگ، نسل، مذہب کے نام پر خون بہا، انسان کی آزادی کو سلب کیا گیا۔ عرصہ دراز سے اس انجمن میں مسائل کا انبار لگا ہے۔ مگر ہوا کچھ بھی نہیں۔ کئی جنگیں ہو چکیں، لاکھوں انسان مارے گئے، گولا بارود میں بھسم کر ڈالے گئے، شہر کے شہر کھنڈر بن گئے، اتنی تباہی اتنی بربادی! مگر کوئی فلسفہ کوئی تدبر، کوئی عقل و دانش، کچھ بھی کام نہ آیا۔ سارے ضابطے اور سارے اصول دھرے کے دھرے رہ گئے اور جن کے پاس جتنے زیادہ مہلک ہتھیار تھے وہ کمزور ممالک کو دباتے رہے۔

انھیں اپنے اشاروں پر چلاتے رہے اور اقوام متحدہ بالکل خاموش، بے سدھ، گونگی، بہری، اندھی، لنگڑی لولی، مگر صرف غریب ممالک کے لیے اس انجمن کی ساخت ہی ظالمانہ ہے۔ دنیا کے آٹھ بڑے بڑے طاقتور ممالک ہیں، جن کے پاس ویٹو پاور ہے۔ ان آٹھ ممالک میں سے اگر کسی ایک نے بھی نہیں (NO) کہہ دیا، تو وہ کام نہیں ہوسکتا، چاہے وہ کام بنی نوع انسان کے مفاد میں ہی کیوں نہ ہو۔ امریکا ان آٹھ ویٹو پاور ممالک کا سرغنہ ہے۔ باقی ممالک امریکا کے بغل بچے ہیں، سوائے روس اور چین کے۔ ساری دنیا پر انھی آٹھ ممالک کا زور چلتا ہے۔ امریکا، کینیڈا، برطانیہ، فرانس، جرمنی، روس، چین امریکا اپنی جارحیت کی انتہاں کو پہنچ چکا ہے۔ اس کی جارحیت کا شکار پوری غریب دنیا ہے۔ انگولا، کانگو، ویت نام، فلسطین، سارے افریقی ممالک اور حالیہ چند سال میں امریکا نے مصر، لیبیا، عراق، شام کو بھی ٹارگٹ بنا رکھا ہے، لیبیا اور عراق افغانستان برباد ہو چکے ہیں۔

واضح رہے کہ جناب صدر اردوان روز اول ہی سے غمخوار کشمیر بنے ہوئے ہیں انھوں نے ہمیشہ کشمیر پر پاکستان کے موقف کا ساتھ دیا۔ 14 فروری 2020 جمعہ کی صبح گیارہ بجے پاکستان کی قومی اسمبلی کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے ترک صدر جناب رجب طیب

اردوان نے کشمیر پر کھل کر بات کرتے ہوئے اہل کشمیر کے مسئلہ حق خودارادیت پر ترکی کے دو ٹوک حمایت کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ کشمیر ترکی کے لیے ایسا ہی ہے جیسا پاکستان کے لیے ہے۔ترک صدر نے بھارت کے یکطرفہ اقدامات کو کشمیری بھائیوں کی تکلیف میں اضافے کا موجب قرار دیتے ہوئے کہا کہ مسئلہ کشمیر کا حل جبری پالیسیوں سے نہیں بلکہ انصاف سے ممکن ہے۔ انھوں نے بہانگ دہل کہا کہ ترکی کے نزدیک کشمیر کی حیثیت ''چناکلے'' جیسی ہے چناکلے کا مطلب ہے خوبصورت شہر۔واضح رہے کہ ترکی کی طرف سے اقوام متحدہ میں تنازع کشمیر پر ہمیشہ پاکستان کے موقف کی حمایت کی جاتی ہے اور ترکی کشمیریوں کو استصواب رائے دیئے جانے کا حامی ہے۔

جناب اردوان کا کہنا تھا کہ کل ہمارے لیے چناکلے کا مسئلہ درپیش تھا اور آج کشمیر ہمارے لیے چنا کلے ہے، کوئی فرق نہیں ہے ان میں۔ خیال رہے کہ'' چنا کلے'' ترکی کا وہ مقام ہے جہاں موجودہ ترکی نے 1916 میں آزادی کی فیصلہ کن جنگ جیتی تھی۔ اس جنگ میں ہزاروں ترک فوجی شہید ہوگئے تھے۔جنگ عظیم اول کے دوران گیلی پولی ایک عظیم جنگ کا میدان بنا جو''جنگ گیلی پولی'' کہلاتی ہے۔ یہ جنگ برطانیہ میں ''درہ دانیال مہم''اور ترکی میں''جنگ چناکلی'' کے نام سے جانی جاتی ہے۔ گیلی پولی یورپی ترکی میں استنبول سے جنوب میں واقع ہے۔ آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، جنوبی افریقا اور نیو فانڈ لینڈ میں آج بھی گیلی پولی کی اصطلاح 8 ماہ کی اس مہم کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ جنگ کے دوران 25اپریل 1915 کو برطانوی اور فرانسیسی دستے جزیرہ نما پر اترے اور اگلے 8 ماہ تک یہ علاقہ میدان جنگ بنا رہا جس کے دوران دونوں جانب بڑی تعداد میں ہلاکتیں ہوئیں۔

تاہم فتح سلطنت عثمانیہ کی رہی اور برطانیہ اور فرانس کو پسپا ہونا پڑا۔ مجموعی طور پر صلیبی اتحادی قوتوں کے ایک لاکھ چالیس ہزار اہلکار ہلاک ہوئے جبکہ سلطنت عثمانیہ کی اڑھائی لاکھ سپاہیوں کی شہادتیں واقع ہوئیں۔ آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ میں آج بھی 25اپریل کو (ANZAC Day) کے طور پر منایا جاتا ہے۔جنگ چناکلے میں اتحادیوں کا حملہ ترکوں نے

بے مثل مزاحمت اور شجاعت سے روک دیااور صلیبی اتحادیوں کو بہت سارا رنقصان اٹھا کر 9 جنوری 1916 کو گیلی پولی سے نکلنا پڑا۔ اس فتح نے ترکوں کے حوصلے بلند کر دیے۔ چرچل کو اپنے عہدے سے ہٹا دیا گیا برطانوی وزیراعظم ایسکویتھ کو بھی اپنا عہدہ چھوڑ نا پڑا۔لیکن بعد میں المیہ یہ ہوا کہ برطانیہ نے اس ہاری ہوئی جنگ کولارنس آف عربیہ کے ذریعے سرزمین حجاز کے ہاشمی خاندان کے سردار سید حسین بن علی ''شریف مکہ'' کی مدد سے اپنی فتح میں بدلا۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ صدر اردوان نے مسئلہ کشمیر پر کبھی کسی تعلق یا مصلحت کو آڑے نہیں آنے دیا۔ترک صدر جناب طیب اردوان ان عالمی لیڈروں میں سے ہیں جنھوں نے عالمی فورمز پر ہمیشہ اسلامیان کشمیر کے غموں اورالموں کا اظہار کیااور انکے موقف کی کھل کرحمایت کی ہے۔انھوں نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل اور مختلف بین الاقوامی اداروں میں مسئلہ کشمیر کو اجاگر کرنے میں نہ صرف اہم کردار ادا کیا بلکہ اس سلسلے میں بھارت کی ناراضگی کی بھی کبھی پرواہ نہیں کی۔5اگست 2019 کو بھارت کی جانب سے مقبوضہ کشمیر پر اٹھائے گئے اقدام کی بھی ترک صدر نے کھل کر مخالفت کی تھی۔انھوں نے 2019 میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے خطاب کے دوران مسئلہ کشمیر پر کھل کر بات کی اور کہا کہ جنوبی ایشیا میں استحکام و خوشحالی کو مسئلہ کشمیر سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

ترکی نے کشمیر پر عالمی کانفرنس کا انعقاد کرکے دیگر مما لک کے لیے مثال قائم کر دی۔ گزشتہ ماہ ترکی کے دارالحکومت انقرہ میں ترک تھنک ٹینک کے اشتراک سے لاہور سینٹر فار پیس ریسرچ کی کشمیر پر دو روزہ عالمی کشمیر کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں 25 مما لک کے مندوبین نے شرکت کی۔اس کانفرنس میں شریک مندوبین کا کہنا تھا کہ بھارت کے ریاستی مظالم نے مسئلہ کشمیر کو سنگین عالمی مسئلہ بنا دیا ہے،مقبوضہ وادی میں قید لاکھوں کشمیری عالمی امن کے لیے خطرے کی وارننگ دے رہے ہیں۔انقرہ میں جاری 25 مما لک کی نمائندگی پر مشتمل کانفرنس میں 90لاکھ سے زائد کشمیریوں پر بھارتی ریاستی مظالم کو انسانیت اورعالمی امن کے لیے سنگین خطرہ قرار دیتے ہوئے مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق فوری حل

کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔کشمیر کے حوالے سے ترک صدر کے بیان سے بھارت تلملا گیا۔ بھارتی وزارت خارجہ کے ترجمان نے ترک صدر کے بیان پر ردعمل دیتے ہوئے مقبوضہ کشمیر کے مسئلے کو ایک بار پھر بھارت کا اندرونی معاملہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ مقبوضہ کشمیر کا علاقہ بھارت کا اٹوٹ اور ناقابل تقسیم حصہ ہے۔ ترجمان نے مزید کہا کہ ہم ترک قیادت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بھارت کے اندرونی معاملات میں دخل نہ دے۔

بہرکیف ! جناب اردوان نے پاکستان کی قومی اسمبلی کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہم یہ بات کبھی نہیں بھلا سکتے کہ جب سلطنت عثمانیہ مغربی اتحادیوں کے خلاف جنگ لڑ رہا تھا تو برصغیر کے مسلمانوں نے عطیات بھیجے۔دراصل وہ اس اخوت اسلامی کو یاددلاتے تھے کہ جس کا بھرپوراحساس ان کے قلب وجگر میں موجزن ہے اوراسی کی کرشمہ سازی ہے کہ وہ ارض فلسطین پر اسرائیل کے جبری قبضے اورسرزمین کشمیر پر بھارت کے جبری تسلط کے خلاف ہرعالمی فورم پرخم ٹھونک کر بولتے ہیں اور وہ فلسطین اور کشمیر کے معاملے پر امہ کے اتفاق رائے کے خواہاں ہیں۔واضح رہے کہ جناب اردوان پورے عالم اسلام کوانہی جذبوں کے ساتھ آگے بڑھنے اورداگ بٹھانے کی کوشش کررہے ہیں جوہمارے اسلاف کاطرہ امتیازرہاہے ۔ترک صدرعالم اسلام کے باہمی تعلقات کو لالچ اورمالی منفعتوں کے بجائے بھائی چارے اورخلوص کے رشتوں پر استوارکرنا چاہتے ہیں۔ وہ کوشش کررہے ہیں کہ عالم اسلام کے درمیان اخوت ومحبت کا رشتہ پھر سے قائم ہو اوران کے مابین تعلقات ایسے ہوں کہ ان کے درمیان پائی جانے والی جغرافیائی تقسیم محض لکیریں ہوں نہ کہ ایک دوسرے کے خلاف دشمنوں جیسی سرحدیں۔ تاکہ مملکتی و ریاستی تعلقات میں ہرشعبے میں نشو ونما پاجائے اور ان کے مابین اسلامی، دینی، سیاسی، تاریخی، ثقافتی اورمعاشی تعلقات بتدریج فروغ پا جائیں تاکہ وہ مل کر اعدائے اسلام کامقابلہ کرسکیں اورکشمیر،فلسطین اورقبرص کے مظلوم مسلمانوں کوسامراجیت کی غلامی سے نکال باہرلاسکیں۔ترک صدر جناب رجب طیب اردوان

چوتھی بار پاکستان کی پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کریںگے۔ وہ اس سے قبل 2009، 2012اور 2016میں پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کر چکے ہیں اور اس بار خطاب کرنے سے انھیں پاکستانی پارلیمنٹ میں سب سے زیادہ مرتبہ خطاب کرنے والے غیر ملکی رہنما کا اعزاز حاصل ہو جائے گا۔ یاد رہے صدر رجب طیب اردوان اس سے قبل نو بار پاکستان کا دورہ کر چکے ہیں۔

جناب صدراردوان کے ساتھ ساتھ ملائیشیا کے وزیر اعظم جناب مہاتیر محمد بھی بھارت سے پام آئل کی اربوں ڈالرتجارت کو پھونکتے ہوئے سینہ تان کر ملت اسلامیہ کشمیر کے ساتھ کھڑے ہوئے ۔ یہ الگ بات ہے کہ دنیامیں جمہوری تماشالگا ہوا ہے لیکن اصل میں عصر موجود کی سیاست تجارت بن چکی ہے ۔تجارت کی بنیاد پر ہی دنیامیں آج بڑے بڑے فیصلے ہو جاتے ہیں اورترازو کا وہی پلڑا بھاری ہوتا ہے جہاں تجارت کی بنیاد پر سیاست کی جارہی ہے ۔اب بین الاقوامی تجارت و باہمی معیشت ہی باہمی تعلقات اوردفاع کاانحصار ہے۔فرانسیسی ماہر معاشیات تھامس پکیٹی نے اس حوالے سے ایک کتاب (CAPITAL IN THE 21ST CENTURY) کے نام سے لکھی ہے۔ تھامس نے اس میں پوری دنیا کی سیاست کو ایکسپوز کر کے رکھ دیا ہے ۔مصنف نے اس کتاب میں بڑے بڑے مما لک کی اندورن سیاست کی خریداری سے عالمی سیاسی افق پر تجارتی کمندیں ڈالنے تک یہ کہتے دھجیاں اڑادیں اورلکھا کہ دنیا بھر میں سیاست کو تجارت کے تابع فرمان بنادیا گیا ہے ۔

سرمایہ داری میں جکڑی اس دنیامیں جب 92 سالہ معمر حکمران مہاتیر محمد یہ کہتا ہے کہ ’’بھارت سے ہماری تجارت کا جو ہوجائے ،ہوجائے لیکن کشمیر پر اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹیں گے‘‘ بھارتی دھمکیوں کے باوجود کشمیریوں کی حمایت میں ڈٹ گئے ،بلاشبہ یہ ان کے سینے میں موجود درد کو الم نشرح بنا دیتا ہے۔ ملائیشیا کے وزیراعظم مہاتیر محمد نے پارلیمنٹ کے باہر میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے مزید کہا کہ اقوام متحدہ سے کشمیر پر اپنی قرار دادوں پر عمل درآمد

کرنے کا مطالبہ بہت سوچ سمجھ کر کیا تھا جس پر اب بھی قائم ہوں اور کوئی دباو مجھے اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹا سکتا۔ان کا کہنا تھا کہ دونوں ممالک کے درمیان پام آئل کے حوالے سے تعطل تجارتی جنگ میں تبدیل ہوسکتا ہے۔واضح رہے کہ ستمبر 2019 مہاتیر محمد نے ستمبر میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں کشمیر کے حوالے سے کہا کہ انڈیا نے کشمیر پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل میں پاکستان، ترکی اور چین کی طرح مسئلہ کشمیر کو اٹھاتے ہوئے ملائیشیا کے وزیر اعظم مہاتیر محمد نے جب انڈیا کو نشانہ بنایا تو انڈیا کے لیے یہ کسی جھٹکے سے کم نہیں تھا۔

عہد حاضر میں چونکہ معیشت دیگر تمام امور پر بالادست حیثیت کی حامل ہے، اس لیے عرب دنیا میں مظلوم کشمیری مسلمانوں کی چیخ وپکار پر کوئی التفات نہیں۔عرب ممالک کے ساتھ بھارت کے اربوں ڈالر سالانہ کے مفادات جڑے ہیں تو انھیں کہیں ملت اسلامیہ کشمیر کی آہ وبکا سنائی بھی دے تو انھیں اسے کیا غرض وہ تو درہم ودینار اور ڈالر کو اپنا معبود بنا چکے ہیں۔ ایسے عالم میں مہاتیر محمد کا مظلوم کشمیری مسلمانوں کے ساتھ کھڑا ہو جانا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔

کشمیر پر صدائے حق بلند کرنے کی پاداش میں ہندوستانی ریفائنریز نے نومبر اور دسمبر 2019 میں ملائیشیا سے پام آئل کی خریداری روک دی ۔ اس طرح اس نے ملائیشیا کے ساتھ تجارت مقاطع کر دیا۔واضح رہے کہ ملائیشیا کے پام آئل کا بڑا خریدار رہا ہے۔انڈیا دنیا میں خوردنی تیل درآمد کرنے والا سب سے بڑا ملک ہے۔ وہ ہر سال 90لاکھ ٹن پام آئل درآمد کرتا ہے اور یہ بنیادی طور پر ملائیشیا اور انڈونیشیا سے آتا ہے۔ انڈیا میں کھانے میں استعمال ہونے والے تمام قسم کے تیل میں سے دو تہائی پام آئل استعمال ہوتا ہے۔جنوری سے ستمبر 2019 تک ان نومہینوں میں ہندوستان نے ملائیشیا سے 30لاکھ ٹن پام آئل درآمد کیا مگر جناب مہاتیر محمد کے ملت اسلامیہ کشمیر کے ساتھ کھڑے ہونے پر ستمبر میں ملائیشیا کے ساتھ پام آئل کی تجارت معطل کر دی۔

10 مئی 2018 کو جناب مہاتیر محمد کے حزب مخالف اتحاد نے 115 نشستوں پر کامیابی

حاصل کی ہے جبکہ اسے حکومت بنانے کے لیے 112 نشستوں کی ضرورت تھی۔ ملائیشیا کے انتخابات میں فتح کے بعد سابق وزیراعظم مہاتیر محمد دنیا کے سب سے معمر منتخب حکمران بن گئے ہیں۔ 92 سالہ مہاتیر محمد نے پندرہ برس پہلے سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ تاہم 2016 میں انھوں نے یہ فیصلہ تبدیل کرتے ہوئے ملائیشین پیونا ئیٹڈ انڈیجنس پارٹی قائم کی تھی۔ واضح رہے کہ ماضی میں جب تک مہاتیر محمد اقتدار میں رہے پاکستان کے ساتھ تعلقات اچھے رہے۔ 2003 میں ان کی ریٹائرمنٹ کے بعد ملائیشیا ہندوستان کے قریب تر ہوتا گیا۔ پچھلے سال جب مہاتیر کی ایک بار پھر سے حیرت انگیز واپسی ہوئی تو ملائیشیا ایک بار پھر پاکستان کے قریب آ گیا۔

⊙......⊙......⊙

کشمیر پر ٹرمپ کی ثالثی فلسطین فارمولہ کے تناظر میں

میری اس کتاب کے منصۂ شہود پر آنے تک امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کم از کم تین بار بار مسئلہ کشمیر پر ثالثی کی پیشکش کر چکے ہیں۔ ان کی پہلی پیشکش پر عمران خان نے ویلکم کہا جبکہ مودی سرکار کی طرف سے ثالثی کی اس پیشکش کو مسترد کیا گیا لیکن مودی سرکار کی طرف سے ٹرمپ کی ثالثی کے مسترد کیے جانے کے باوجود ٹرمپ اپنی مدت صدارت کے دوران بار بار اپنی پیشکش دہرا تا رہا۔ اب جبکہ جنوری 2020 میں ٹرمپ نے فلسطین کا منصوبہ پیش کر دیا تو ہمیں ٹرمپ کی طرف سے کشمیر پر ثالثی کی پیشکش کو اسی تناظر میں دیکھنا چاہیے اور اس امر پر اپنا ایمان و یقین پختہ کر لینا چاہیے کہ جو ٹرمپ ارض فلسطین کے 95 فیصد رقبے پر اسرائیل کے جبری قبضے کو حق کو تسلیم کرے تو یقینی طور پر وہ ارض کشمیر پر بھی بھارتی جبری قبضے کو درست قرار دے گا اور اسلام اور فلسطینیوں کا دشمن کس طرح اسلامیان کشمیر کے ساتھ انصاف کرے گا۔

اس پس منظر میں ٹرمپ جو بار بار کشمیر پر اپنی ثالثی کی پیشکش کر رہا ہے تو وہ فلسطین ٹائپ کا فارمولہ ہی ہے یعنی ''ارض فلسطینی سرینڈر ہوکر اسرائیل کی حکمرانی میں آجائیں اور سارے فلسطین کو اسرائیل کے حوالے کر دیں'' ٹرمپ کے پیش کردہ فلسطینی فارمولہ سے انکی کشمیر پر ثالثی کی شکل وصورت اگر چہ ہمارے سامنے واضح ہو چکی ہے لیکن ارض فلسطین کی طرح کشمیر پر یہ اقدام عالمی سطح کے فورموں خصوصا اقوام متحدہ کے منہ پر ایک ایسا زوردار تمانچہ ہوگا کہ اس تمانچے سے اسے اس کی اوقات یاد دلائی جائے گی کہ یہ ''نیو ورلڈ آرڈر'' ہے جس

کے سامنے کسی اقوام متحدہ یا کسی مظلوم قوم کے چیخنے چلانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ ہندوستان کی جانب سے دفعہ 370 اور 35 اے کا خاتمہ کشمیر کی متنازعہ حیثیت کو فوجی جبر کے ذریعے ختم کرنے کے اقدامات بھی خطے میں کی جانے والی نئی تبدیلیوں کے عمل میں جست لگانے کی عکاسی کرتا ہے اور ارض فلسطین کو اسرائیل کے سپرد کیے جانے کے پیچھے بھی یہی فکر و فلسفہ ہے کہ باور کیا جائے کہ یہ دنیا ایک دیوہیکل تبدیلی کے عمل سے گزر کر معیاری طور پر ایک نئے مرحلے میں داخل ہو چکی ہے جہاں پرانی دنیا کے ظاہری خدوخال اگر کہیں باقی بھی ہیں تو وہ آنے والے دنوں اور مہینوں میں اسی طرح اچانک تبدیل ہو جائیں گے۔

ہماری آنکھ جو دیکھ رہی ہے وہ یہ ہے کہ مودی پاکستان کے خلاف ایک اور جنگ کی تیاری کر رہا ہے جس کا مقصد آزاد کشمیر کے کسی علاقے پر چڑھائی کرنا ہے تاکہ خطے کے حوالے سے پوری دنیا میں ایک بھونچال اور ایک ارتعاش پیدا ہو سکے۔ جس کے بعد امریکہ بہادر میدان میں اترے گا اور ٹرمپ یا اس کے بعد برسر اقتدار آنے والا کوئی اور صدر امریکہ دونوں ممالک کے درمیان میں آکر اپنی ثالثی منواتے ہوئے دونوں ممالک سے کہے گا کہ وہ اپنی پہلی والی پوزیشنوں پر واپس لوٹ جائیں اور جنگ بندی لائن جسے ''ایل او سی'' کا نام دیا گیا ہے کو دونوں ممالک کے مابین مستقل سرحد تسلیم اور قبول و منظور کریں اور وہ دونوں ممالک کے مابین ایک ایسا ایگریمنٹ کروائے گا کہ جس میں لکھا جائے گا کہ اب دونوں کے درمیان دشمنی کی بنیاد مسمار ہو چکی ہے اور اب دونوں کے مابین وجہ جنگ اور وجہ تنازع کشمیر حل کرالیا گیا اور اب دونوں کے درمیان ہمیشہ ہمیش کے لیے جنگ کا خاتمہ ہو گیا ہے۔

جس طرح ٹرمپ نے فلسطینیوں کی مرضی و منشا معلوم کیے بغیر ان سے کوئی بات چیت کیے بغیر اپنے منصوبے کا اعلان کر دیا ہے اسی طرح وہ کشمیریوں سے پوچھے بغیر اپنی ثالثی کا پتا پھینک دے گا۔ ٹرمپ کہے گا کہ سات دہائیوں سے قائم اس خطے میں عدم توازن کی بنیاد کے خاتمے سے پورے خطے میں ایک نئے اور دھماکہ خیز عہد کا آغاز ہو چکا ہے۔ لیکن پاتال کی نظر سے دیکھا جائے تو پتا چلتا ہے کہ مظلوم کشمیریوں اور پاکستان کے غیور عوام کے ارمانوں

پر پانی پھیرنے سے ایسے کسی نئے توازن کے قائم ہو جانے کے امکانات مخدوش ہونگے کیونکہ اگر جنگ بندی لائن جسے کنٹرول لائن کہا جاتا ہے بین الاقوامی سرحد میں تبدیل ہو جائے۔جس طرح ٹرمپ کے ارض فلسطین کے پیش کردہ فارمولے اور امریکی منصوبے پر اہل فلسطین مسترد کر رہے ہیں لیکن ٹرمپ کے وفادار مما لک متحدہ عرب امارات، بحرین اور اومان اسکی حمایت اور تائید ہیں اور جس پر صدر ٹرمپ نے وائٹ ہاؤس کے اجلاس میں ان کے شریک ہونے کا شکریہ بھی ادا کیا ہے، عین اسی طرح کشمیر پر ٹرمپ کی بندر بانٹ کی ثالثی پر اہل کشمیر اور اہل پاکستان چیخ اٹھیں گے اور اسے مسترد کریں گے لیکن اس دوران عرب مما لک اور خاص طور پر سعودی عرب کی طرف سے صدا بلند ہو گی کہ کشمیر پر ٹرمپ کی ثالثی کی ہم دل وجان سے تائیداور حمایت کرتے ہیں کیونکہ یہ خطے کی مخاصمت کا خاتمہ کر دے گی اور یہ ہندوستان سے زیادہ کشمیری مسلمانوں کے حق میں ہے۔

اس صورتحال کے پیدا ہو جانے کے بعد پاکستان کو ٹرمپ کی جانبدارانہ ثالثی کو چار و ناچار تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوگا کیونکہ عرب مما لک اسے اپنا اربوں ڈالر قرضہ واپس لوٹانے کا کہیں گے جس کی ادائیگی پاکستان کے لیے ممکن نہیں ہو گی۔لیکن اسے بالکل ایک نئ صورتحال پیدا ہو جائے گی جس کے ساتھ پاکستان کو مطابقت پیدا کرنا اور اپنے روایتی موقف کو ترک کرنے اور اس کو نئ صورتحال سے ہم آہنگ کرنے کا عمل قطعاً آسان ہو گا، بلکہ یہ عمل خود پاکستان کے اندر بہت ساری نئ تبدیلیوں اور واقعات کو جنم دینے کا باعث بنے گا۔ پاکستانی ریاست کے جاری داخلی بحران میں ایک نئے عنصر کا اضافہ ہو گیا ہے اور ریاست پاکستان کے تشخص اور نظریاتی بنیادوں میں شدید دراڑیں پڑ جائیں گی ۔ پاکستان میں رونما ہونے والی تبدیلیاں اور واقعات بڑے پیمانے پر پورے خطے پر اثرات مرتب کریں گے جس کے باعث عدم استحکام کا یہ عمل اس پورے خطے کو اپنی لپیٹ میں لے گا اور خطے میں کسی نام نہاد امن کے بجائے بڑے پیمانے پر بدامنی پھیل جائے گی۔

واضح رہے کہ 28 جنوری 2020 سوموار کو امریکی صدر ٹرمپ نے مبنی مشرقِ وسطی میں

قیامِ امن کا منصوبہ پیش کر دیا جس کے تحت مقبوضہ بیت المقدس اسرائیل کا دارالحکومت ہوگا اور بیت المقدس سمیت وہ تمام فلسطینی علاقے اسرائیل کے مستقبل قبضے میں رہیں گے جن پر اس نے 1967 کی جنگ یا اس سے پہلے اور بعد میں امریکی پشت پناہی سے طاقت کے بل پر کنٹرول حاصل کیا تھا۔ اسرائیل کی منشا اور مشاورت سے تشکیل دیے جانے والے منصوبے کو فلسطین کی محمود عباس اتھارٹی اور مجاہدین تنظیموں حماس، اسلامی جہاد نے بکواس قرار دے کر مسترد کر دیا ہے جبکہ رملہ، غزہ اور کئی دوسرے شہروں میں ہزاروں فلسطینیوں نے اس کے خلاف احتجاج اور مظاہرے کیے ہیں۔ جبکہ محمود عباس نے واضح کیا ہے کہ بیت المقدس برائے فروخت نہیں۔ یہ ایک سازشی منصوبہ ہے جو کامیاب نہیں ہوگا۔ خیال رہے کہ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے وائٹ ہاؤس میں اسرائیل کے وزیراعظم بینجمن نیتن یاہو کے پہلو میں کھڑے ہوکر مشرقِ وسطی میں قیامِ امن کا جو منصوبہ پیش کیا ہے وہ دراصل مشرقِ وسطی کو نہیں بلکہ پوری دنیا کو ایک نئی جنگ میں دھکیلنے کا منصوبہ ہے۔ کیونکہ اس منصوبے میں فلسطینیوں کے حقوق کی پامالی کے سوا کچھ نہیں۔ ٹرمپ اپنے اس منصوبے کے اعلان سے بہت پہلے امریکہ کا سفارتخانہ یروشلم منتقل کر چکا ہے جو مسئلہ فلسطین پر اقوامِ متحدہ کی قراردادوں کی خلاف ورزی ہے۔ نئے منصوبے کے تحت نا صرف یروشلم کو اسرائیل کا دارالحکومت تسلیم کر لیا گیا بلکہ دریائے اردن کے مغربی کنارے پر غیر قانونی طور پر آباد چار لاکھ سے زائد اسرائیلیوں کو بھی تحفظ دے دیا گیا ہے۔

⊙......⊙......⊙

قوم پرستی کا روگ

تیرا میرا رشتہ کیا لا الہ الا اللہ
پاکستان سے رشتہ کیا لا الہ الا اللہ

مقبوضہ کشمیر کے ہر مسلمان کے زبان پر یہی نعرہ ہے اوراس نعرہ کے ذریعہ سے وہ عظیم اسلامی اخوت کا ڈنکا بجا رہے ہیں۔5اگست 2019 سے مقبوضہ کشمیر قابض بھارت کے کڑے محاصرے میں تھااور90 لاکھ مسلمان 10لاکھ قابض بھارتی فوج اورلاکھوں ہندو دہشتگردوں کے چنگل میں پھنسے ہوئے تھے تو اس دوران اخوت اسلامی کا تقاضا یہ تھا کہ پاکستان اورآزادکشمیر کے عوام مقبوضہ کشمیر کے بھائیوں پر ہورہے بھارتی ظلم و بربریت کے خلاف ایک ہی بیانے پر قائم ودائم دکھائی دیتے اوروہ یہ کہ بھارت مقبوضہ کشمیر سے اپنا جابرانہ قبضہ اور جارحانہ تسلط ختم کرے اور اگروہ یہ نہیں کرتا تو ہم افواج پاکستان کے شانہ بشانہ رہ کرمقبوضہ کشمیر کو بھارت سے آزادی دلانے کے لیے سری نگر کی طرف پیش قدمی کریں گے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان و آزاد کشمیر کے غیوروصبور عوام جس پرجوش انداز میں مقبوضہ کشمیر کے مظلوم کشمیریوں کے لیے جس طرح عملی طور پر یکجہتی کا مظاہرہ کرتے چلے آرہے ہیں اس کی مثال ملنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔تاہم اس بے مثال یکجہتی کو قائم رکھنے کے لیے آزادکشمیر کے عوام پر بہت زیادہ ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے اورانھیں بہت زیادہ ہوشیار رہنا ہوگا کہ کہیں کسی غلط اقدام سے دشمن بھارت کوفائدہ اورتحریک آزادی کشمیر سبوتاژ نہ ہوسکے ۔لیکن ایسے میں ستمبر 2019 کے اوائل میں آزادکشمیر کے نوجوانوں کی ایک ٹولی ’’پاکستانی فوجیو کشمیر ہمارا چھوڑدو‘‘اور’’اس پار سے لیں گے آزادی اس پار سے لیں گے آزادی‘‘ کی نعرہ

بازی کرتے ہوئے ''جنگ بندی لائن'' کی طرف مارچ کررہے تھے جبکہ 13 اگست 2019 جمعہ کو مظفرآباد میں منعقد ایک بڑے جلسے میں بھی یہ ٹولی چراغ پا نظر آئی اور عمران خان کے جلسے گاہ سے دور مظاہرہ کرتے ہوئے اسی طرح کی نعرہ بازی کی۔ جسے یہ بات واضح ہورہی تھی کہ آزاد کشمیر میں ایک کنفیوژن پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی تھی۔ بھارتی میڈیا پاکستان مخالف نعرہ بازی کی یہ ویڈیو کلپ بار بار چلاتا رہا۔

8 ستمبر 2019 کو آزاد کشمیر کچھ لوگوں نے ''جنگ بندی لائن'' آف کنٹرول پر تیتری نوٹ کے مقام پر احتجاجی مارچ کیا۔ مظاہرین کوٹلی، سدھنوتی، بھمبر، میر پور، راولاکوٹ اور باغ سے تیتری نوٹ کی طرف ایک مارچ کی صورت میں آئے تاہم ایل اوسی پر بھارت کی طرف سے ممکنہ گولہ باری میں مارے جانے اور بڑے پیانے پر جانی نقصان ہونے کے خدشات کی پیش نظر آزاد کشمیر پولیس نے مظاہرین کو ایل اوسی پر آگے بڑھنے سے روکا۔ مظاہرین کو جانی نقصان سے بچانے کے لیے آزاد کشمیر حکومت کی یہ اولین ذمہ داری تھی جو اس نے نبھائی۔ خیال رہے کہ اسے محض دو یوم قبل 6 ستمبر 2019 جمعہ کو آزاد کشمیر کے چند نوجوانوں نے ہجیرہ کے مقام پر ایل اوسی کراس کی تو قابض انڈین آرمی کی جانب سے شدید فائرنگ کی گئی جس سے کئی نوجوان زخمی ہوئے جن میں سے ایک نوجوان نے زخموں کی تاب نہ لاکر دم توڑ دیا۔

6 ستمبر جب '' جنگ بندی لائن'' کنٹرول لائن پر احتجاج کرنے والے نوجوانوں پر بھارتی فوج نے راست فائرنگ کی اس کے باوجود 8 ستمبر کو خالی ہاتھوں لائن آف کنٹرول توڑنے کی حماقت کا کوئی جواز نہیں تھا۔ کیا اس طرح کی مہم جوئی سے مقبوضہ جموں کشمیر کے محصور عوام کا کوئی بھلا یا انکی کوئی خیرخواہی تھی؟ افسوس صدافسوس مقبوضہ جموں کشمیر میں بھارتی مظالم سے عالمی توجہ ہٹانے کا سبب ایل اوسی کی طرف مارچ میں شریک لوگ بن رہے تھے، بجائے اس کے اس مارچ میں شریک لوگ ایک دستخطی مہم چلاتے اور ان نوجوان رضا کاروں کا نام اندراج کرتے جو ہندوفوج سے مقبوضہ کشمیر کے اپنے بھائیوں کے خون کا حساب چکانے کے لیے افواج پاکستان کے شانہ بشانہ مقبوضہ کشمیر میں داخل ہونے کے لیے عہد کرتے اور پاکستانی

فوجیو کشمیر ہمارا چھوڑ دو کے بجائے۔''پاکستانی فوجیوں کشمیر کی آزادی کے لیے چلو'' کا نعرہ بلند کرتے ہوئے مقبوضہ کشمیر کے اپنے مظلوم بھائیوں کی آواز بنتے، کشمیری بہنوں بیٹیوں پر ظلم اور تشدد کیخلاف عملی اقدام اٹھانے کے لیے عسکری تربیت گاہیں سجاتے، بھارت کے ہاتھوں محصور 90 لاکھ عوام کی بدترین مشکلات کے وقت ایک نیا راگ الاپا گیا جسے ہندو بھارت کا میڈیا جموں کشمیر کی تحریک آزادی کے مقابلے میں آزاد کشمیر میں پاکستان سے آزادی کی تحریک کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ بھارتی میڈیا ''مودی میڈی'' نے نہایت زور وشور سے اس پروپیگنڈے کا آغاز کر دیا ہے کہ آزاد کشمیر کے لوگ پاکستان سے آزادی مانگ رہے ہیں بھارتی میڈیا جسے مقبوضہ کشمیر کے حالات بد پر جھوٹ کہنے اور بولنے کے سوا کچھ نہیں تھا۔لیکن اب آزاد کشمیر کے قوم پرست دھڑے کی پاکستان کے مخالف نعرہ بازی نے اس کے لیے بہت سارا مواد فراہم کر دیا۔

واضح رہے کہ آزاد کشمیر کی سیاست میں بڑا رول نبھانے والی تمام سیاسی جماعتیں جن میں مسلم لیگ نون، مسلم کانفرنس، پیپلز پارٹی، جماعت اسلامی اور پی ٹی آئی شامل ہے پاکستان سے الحاق کی حامی ہیں ''کشمیر بنے گا پاکستان'' ان کا سلوگن رہا ہے۔آزاد کشمیر میں انتخابات میں کوئی سیاسی جماعت یا فرد اس وقت تک حصہ نہیں لے سکتے جب تک وہ الحاق پاکستان کا حلف نامہ نہ جمع کرائیں۔ افسر شاہی اور دوسرے اہم اداروں کے لوگوں کو بھی یہ حلف نامہ جمع کرانا پڑتا ہے۔

تحریک آزادی کشمیر کے نازک موڑ پر پاکستان کیخلاف نعرہ بازی سے بہت کچھ سمجھنے اور جاننے کو مل رہا تھا۔اگر آپ نے ایل،او،سی کو فی الحقیقت توڑنا ہی ہوتا تو اس موقع پر قابض بھارتی فوج کے مقابلے کے لیے پھر حربی تیاری کی جاتی کیونکہ مسلمان کو مرنے ہی نہیں مارنے بھی جانا ہوتا ہے اس لیے LOC توڑنے کیلیے اچھی خاصی حربی تربیت اور سامان حرب وضرب کے حامل ہونا شرط اول ہے۔تاکہ دشمن بھارت کے ایوان للکار سے لرزسکیں اور اسے پتا چل سکے کہ جس آزاد کشمیر کو وہ تر نوالہ سمجھ کر اس پر قبضہ کرنے کی دھمکیاں دے رہا ہے یہاں کے عوام دلیر، بہادر ہیں اور مقبوضہ کشمیر کے اپنے بھائیوں کو بھارت رحم وکرم پر ہرگز چھوڑنے

والے نہیں۔لیکن آزاد کشمیر کے کچھ لوگ جس بے ڈھب چال اور پاکستان مخالف نعروں کے ساتھ ''ایل اوسی'' پھلانگنے چل پڑے تو اس طرح یقیناً وہ تحریک آزادی کشمیر میں ایک ''کنفیوژن'' پیدا کرنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔انھیں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ بہادری اور بیوقوفی میں ''ب'' کاحرف ضرور موجود ہے لیکن الفاظ کے معنی میں بعدالمشر قین ہے۔ایسی بیوقوفی پرافسوس کہ جو ہندو بھارت اور مسلم پاکستان کو ایک ہی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ اگرچہ پاکستان کے حکمرانوں سے ہمیں اختلاف ہے کہ وہ کشمیر کے لیے یکسو ہیں لیکن سرزمین پاکستان ہماری امیدوں کا مرکز ہے پاکستان کے 22 کروڑ عوام ہمارے دینی بھائی، ہمدرد اور غمخوار ہیں جبکہ بھارت ہمارا قاتل اور ہمارا کھلم کھلا دشمن ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام کشمیری اور پاکستانی مسلمان دنیا کے جس بھی گوشے میں ہوں اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کر کے ایک'' مکا''بن جائیں، پورے کشمیری ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں یہ ذمہ داری اہل آزاد کشمیر کے عوام پر سب سے زیادہ عائد ہو جاتی ہے۔

مقبوضہ جموں کشمیر کی موجودہ صورت حال کے تناظر میں سوال اٹھتا ہے کہ کیا آزاد کشمیر سے کوئی ہجوم پاکستان مخالف نعروں کے ساتھ نہتے ہاتھوں ایل اوسی کو توڑ کر بھارت سے آزادی کا ہدف حاصل کر سکتا ہے یا یہ کہ ایسی ایکشن مقبوضہ جموں کشمیر میں بھارت کیخلاف جاری مزاحمت پر جمی دنیا کی نظریں ہٹانے کا سبب بن سکتی ہے۔ بی بی سی اور ڈیچ ویلے جو 5اگست 2019 سے مقبوضہ کشمیر پر بھارتی بربریت کو طشت ازبام کر رہے تھے یہی چینل اب آزاد کشمیر میں پاکستان کے خلاف نعرہ بازی کو رپورٹ کر رہے ہیں ۔مقبوضہ کشمیری عوام محصور ہیں دنیا سے ان کا براہ راست کوئی رابطہ نہیں مسلسل مواصلاتی بلیک آوٹ جاری ہے مظلوم کشمیری عوام بھارتی ظلم کا شکار ہیں پھر بھی وہ تاریخ اور تحریک کے مشکل ترین مرحلے میں بہت بڑی جنگ لڑ رہے ہیں ۔ اقوام متحدہ سمیت پوری دنیا کے عالمی فورم، انسانی حقوق کی تنظیمیں یا مختلف ممالک کی اپوزیشن جماعتیں 5اگست 2019 کے بعدسب کی نظریں سرینگر کی گلیوں میں جاری بھارت مخالف مزاحمت پر مرکوز تھیں، جموں کشمیر میں ہو رہے انسانیت کے خلاف جرائم کو عالمی نشریاتی ادارے اس وقت بھرپور کوریج دے رہے ہیں۔ یہ معاملہ

سمجھنا نہایت آسان ہے کہ ایسے میں آزاد کشمیر سے کوئی ہجوم ایل او سی کی طرف صرف اس لیے مارچ کرے کہ اپنی ہی پولیس، انتظامیہ اور اپنی ہی افواج کے لیے ایسے حالات پیدا کرے کہ دنیا کو یہ لگے کہ جموں کشمیر کے دونوں اطراف حالات بہت خراب ہیں دونوں اطراف ظلم برابر جاری ہے، بھارت چاہتا بھی یہی تھا کہ آزاد کشمیر میں کچھ اتھل پتھل ہو جائے تو اس کا منہ زور میڈیا اسے آزاد کشمیر میں آزادی کی تحریک کے طور پر سامنے لا کر بہت بڑا واقعہ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کرے۔

جیسے کہ عرض کر چکا ہوں کہ دنیا بھر کے میڈیا کی جو توجہ تھی اور مقبوضہ جموں کشمیر کو حاصل ہے وہ پاکستان مخالف نعروں کے ساتھ ایل او سی توڑ دو کی بے مقصد اور بے معنی کوشش سے بٹ رہی تھی اور عالمی میڈیا کی رپورٹنگ کا فوکس مقبوضہ جموں کشمیر کی اندوناک صورتحال سے ہٹ کر ایل او سی پر پاکستان مخالفین کی اچھل وکود پر مرکوز ہو رہی تھی کہ ایسے میں عالمی میڈیا، اور ذمہ دار اداروں کی توجہ بٹانا ہی تھی جس سے صاف ظاہر ہے کہ آزاد کشمیر سے مقبوضہ کشمیر کے لاکھوں شہدا، مظلوم بہنوں بیٹیوں ، بزرگوں، جوانوں اور بچوں کی عظیم قربانیوں لازوال جدوجہد پر شب خون مارا جا رہا ہے۔مقبوضہ کشمیر کے بدترین حالات کا تقاضا ہے کہ آزاد کشمیر کے عوام سوچ سمجھ کر قدم اٹھائیں اگر جموں کشمیر کے محکوم عوام کی اس مشکل وقت میں کوئی مدد نہیں کر سکتے تو ان مظلوموں کی تحریک کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے سے باز رہیں۔

قوم پرستی (Nationalism) سے مراد اپنے خاندان، قبیلے، نسل یا ملک کو خود پر افضل اور برتر سمجھنا اور ہر حال میں اپنی قوم کی حمایت وطرفداری کرنا اور اپنی قوم کا پاس رکھنا ہے۔قوم پرستی کی ابتدا قدیم دور یا قدیم جاہلیت کے دور سے ہی ہوئی ہے۔ زمانہ قدیم میں انسان کے جذبات قوم کی جگہ نسل یا قبیلہ سے وابستہ تھے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے اس دور میں قوم پرستی کی بجائے نسل پرستی کا دور تھا۔

عرب کے دورِ جاہلیت میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرہ العرب سے قوم پرستی کا بت پاش پاش کر دیا اور اس شجر خبیث کی جڑیں کاٹ کر رکھ دیں تو اس کے بعد مغربی

اقوام میں قوم پرستی ہمسایہ قوموں کے ساتھ مسابقت اور تصادم سے پیدا ہوئی ہے ۔قوم پرستی اورنسل پرستی ایک ہی سکے کے دورخ ہیں۔کئی عناصر سے قوم پرستی کے جراثیم نشو ونما پاتے ہیں۔ان میں سے ایک یہ کہ اپنی قوم پرفخر یا افتخار کا جذبہ اپنی قوم کی روایات اورخصوصیات کی محبت کو پرستش کی حد تک لے جاتا ہے اور اپنی قوم کے اوصاف میں مبالغہ آرائی کرنے لگتا ہے یعنی دیگر تمام قوموں کے مقابلے میں انسان اپنی قوم کو بالاتر اور برتر سمجھتا ہے۔ پھر ہر طرح کے اصلی اورجعلی تفاخر انسان اپنی قوم کے لیے مخصوص کرتا ہے جیسا کہ مصطفیٰ کمال پاشا کے دور میں ترکی میں بچوں کو ابتدائی تعلیم کے نصاب میں بچوں کو سکھایا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام ترک تھے۔دوئم جذبہِ حمیت۔ چاہے انسان پرحق ہو یا ناحق پرمگرقوم پرستی اسے اپنی قوم کی طرفداری پر مائل کرتی ہے۔قومی حمیت یا غیرت کا جذبہ انسان کو ہر حال میں اپنی قوم کی حمایت اور اپنی قوم کا ساتھ دینے پر آمادہ کرتا ہے۔آدمی حق و انصاف کے سوال کو نظر انداز کر کے صرف اپنی قوم کی طرفداری کرتا ہے۔

سوئم قومی تحفظ کا جذبہ۔قوم کے حقیقی اور غیرحقیقی و خیالی مفادات کی حفاظت کے لیے قوموں کو ایسے اقدامات و تدابیر اختیار کرنے پر آمادہ کرتا ہے جو مدافعت سے شروع ہوکر دوسری قوموں پر حملہ پر ختم ہوتی ہیں۔چہارم طاقتور بننے کا جنون۔استیلا و استکبار یعنی (Aggrandizement) کا جذبہ ترقی یافتہ اور طاقت ورقوموں میں یہ خواہش پیدا کرتا ہے کہ وہ دوسروں کی دولت اورخرچ پر اپنی خوشحالی بڑھائیں۔اسی کے باعث وہ پسماندہ اقوام میں اپنی تہذیب پھیلانے، ان پر غالب ہونے اور ان کی قدرتی دولت سے استفادہ کرنے کو اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں۔ اسی جذبہ کے تحت مغربی ممالک ''امریکا خدا کا اپنا ملک ہے''، ''جرمنی سب سے اوپر''، "''اٹلی ہی مذہب ہے اور'' حکومت کرنا برطانیہ کا حق'' ہے جیسے نظریات رکھتے ہیں۔ ہرقوم پرست ملک یہ سمجھتا ہے کہ''سب سے پہلے میرا وطن ہے'' چاہے وہ حق پر ہو یا ناحق پر۔

جہاں تک اسلامی تعلیمات کا تعلق ہے تو وہ قوم پرستی کو انسانیت کے لیے زہر قاتل قرار دیتی ہے کیونکہ قوم پرستی درحقیقت محبت سے زیادہ عداوت، نفرت اور انتقام کے جذبات جنم دیتی ہے۔ رنگ نسل، زبان، علاقہ کی بنیاد پر قوم پرستی کو مسترد کرتا ہے۔ اسلام میں برتری صرف ایمان وتقوی اور اچھے اعمال کی بنیاد پر ہے یہ تعلیمات صرف الفاظ کی حد تک ہی محدود نہیں بلکہ اسلام نے ان کے مطابق اہل ایمان کی ایک عالمگیر برادری عملاً قائم کر کے دکھا دی ہے۔ جس میں رنگ، نسل، زبان، وطن کی کوئی تمیز نہیں۔ جس میں چھوت چھات اور تفریق و تعصب کا کوئی تصور موجود نہیں۔ جس میں شریک ہونے والے تمام انسان خواہ کسی قوم، نسل، وطن، رنگ اور زبان سے تعلق رکھنے والے ہوں، بالکل مساویانہ حقوق کے ساتھ شامل ہو سکتے ہیں اور ہوئے ہیں۔ اسلام کے مخالفین تک کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ انسانی مساوات اور وحدت کے اصولوں کو جس طرح کامیابی کے ساتھ مسلم معاشرے میں عملی صورت دی گئی ہے، اس کی کوئی نظیر دنیا کے کسی ملک، کسی دین اور کسی نظام میں کہیں نہیں پائی گئی۔ صرف اسلام ہی وہ دین ہے جس نے دنیا کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے مختلف قبیلوں اور قوموں کو ملا کر ایک امت بنا دیا ہے۔

پاکستان کے قیام کے وقت پنجاب، سندھ، بلوچ، انڈیا اور پختون اکثریت کے مسلمانوں نے پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا۔ صوبہ سرحد کے غیور مسلمانوں نے ہندوستان کی تقسیم کے وقت، ریفریڈم میں پاکستان کے حق میں ووٹ دے کر پختون قوم پرستی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے مسترد کر دیا۔ اب جو بھی پاکستان میں پنجابی، سندھی، بلوچی، پختون یا مہاجر قوم پرستی کے فرسودہ نعرے لگ رہے ہیں یا ان نعروں پر سیاست کی جاتی ہے یہ صرف انتشار، فساد اور پاکستان دشمن قوتوں کی مدد کے مترادف ہے۔ اسلام کے واضح احکام کے بعد بھی اگر ہم نسل، زبان کی بنیاد پر قوم پرستی کا پرچار کریں اور اپنے آپ کو مسلمان بھی کہیں تو ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت امت مسلمہ کو قوم پرستی کی دلدل میں پھنسایا جا رہا ہے یہ وہ جہالت ہے جس میں مشرکینِ مکہ ہی نہیں پورا جزیرۃ العرب مبتلا تھا اور چھوٹی چھوٹی سی بات پر ایک قبیلہ

دوسرے قبیلہ پر حملہ آور ہوجاتا تھا اور یہ لڑائی کئی کئی دن تک ہوتی رہتی اور جب دونوں طرف سے سینکڑوں لوگ قتل ہوجاتے تو خود ہی تھک ہار کر لڑائی وقتی طور پر ختم کر دیتے تھے، یہ قوم پرستی کی انتہائی ذلت آمیز داستانیں ہیں جو کہ ہم سب کو علم ہونے کے باوجود آج کے اس دور میں بھی دوہرائی جارہی ہیں مگر بجائے ہم ان سے درسِ عبرت لیں ان کو فراموش کیے بیٹھے ہیں اور ہمارے اہلِ علم حضرات بھی اس جہالت سے پر فتنے پر لکھتے اور بولتے نظر نہیں آرہے۔

قوم پرستی کے جذبات کو کوئی اخلاقی ہدایت، کوئی روحانی تعلیم، یا شریعت الٰہی کی رہنمائی اور ہدایت فراہم نہیں کررہی ہوتی لہٰذا یہ جذبات صرف اورصرف منافرت و افتراق بین المسلمین کا باعث بنتی ہے۔ اس جذبہ کے باعث بدامنی، جنگ اور قتل و غارت گری تاریخ میں ملتی ہے۔

کشمیری مسلمانوں کے زخموں پر جمعیت علماء ہند کے سیکریٹری جنرل کی نمک پاشی

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
نادان یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

5 اگست 2019 کے بعد کشمیر کے محاصرے کے دوران جب اقوام متحدہ سے لے کر امریکی ایوان تک لوگوں کی زبانوں پر کشمیر میں جاری بھارتی مظالم کا تذکرہ تھا اور بھارتی طرزِ عمل پر نقد کیا جارہا تھا تو عین اس موقع پر 13 ستمبر 2019 جمعہ کو جمعیت علماء ہند کے جنرل سکریٹری مولانا محمود مدنی نے اپنی جماعت کی منتظمہ کے اجلاس میں قرار داد پاس کی جس کے ذریعے سے بتایا گیا کہ ''کشمیر اس ملک کا اٹوٹ انگ ہے اور پاکستان اور دشمن طاقتیں کشمیر کو برباد کرنے کے درپے ہیں''، تاہم وزن شعر کے لیے اس قرار داد میں مودی حکومت سے یہ مطالبہ بھی شامل ہے کہ وہ انسانی حقوق کی پاسداری کرتے ہوئے کشمیری عوام کی جان ومال کی حفاظت میں کوئی دریغ نہ کرے اور کشمیریوں کے دل جیت کر حالات کو معمول پر لانے کے لیے دستور کے مطابق عمل کرے۔اس بے حمیت نے ایک اجتماع سے تقریر کرتے ہوئے برملا اس امر کا اظہار کیا کہ دارالعلوم دیوبند نے قرآن کے نظام اور نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ریجیکٹ کیا اور ہندوستان کی دھرتی پر رہنے کو ترجیح دی۔ ہندوستان کے بٹوارے کے وقت قیام پاکستان کے لیے کئی نعرے لگے تھے، ان میں سے ایک نعرہ پاکستان میں نظام

مصطفیٰ قائم کرنے کا بھی لگ رہا تھا۔ موصوف کی دونوں تقاریر کی ویڈیوز یوٹیوب پر وائرل ہیں ۔کلک کرکے کسی بھی وقت دیکھی جا سکتی ہیں۔ بے چارے نے ایمان کی دھجیاں اڑانے اور بے غیرتی کا استعارہ بننے والی اس خوشامد سے دراصل کچھ عرصہ کے لیے اپنی اور اپنے قریبی ساتھیوں کی (lynching) ٹال دی ہے۔

اوہ!!! یہ جبہ دستار اور یہ مصلحت کے ملا !! ____ کبھی ان کا وجود باعث رحمت تھا، اپنی کم مائیگی اور موٹے جھوٹے لباس میں دنیا کی سامراجیت کو اکھاڑ پھینکنے کی طاقت رکھتے تھے، ان کی سیاسی بصیرت اور سیرت و کردار کی خوشبو کے سامنے مشک بھی ماند تھا؛ لیکن آج کے یہ ملا !! ___ جن کے بارے میں لگتا ہے کہ علامہ اقبال نے درست فرمایا تھا: یہ دو رکعت کے امام کیا جانیں قوموں کی قیادت کیا ہے، ان کی سیادت کیا ہے، آج اس کا مطلب آئینہ سے زیادہ صاف نظر آتا ہے، بوسیدگی اور قدامت کے لباس میں جکڑے ہوئے، مذہبی کتاب پر اکتفا کر کے بیٹھ جانے والے اور منطقی مباحث میں فتح حاصل کرنے والے جدید ٹیکنالوجی اور بدلتی دنیا کی عظیم کروٹ کی قیادت کیسے کر سکتے ہیں؟ جنھیں سانحہ سمجھ نہ آتا ہو، جو سیاسی چال کو ہنر سمجھتے ہوں، جو دو بالشت پیٹ کی سیاست کرتے ہوں، اپنے آبا و اجداد کی پھٹی پرانی چادر کی بولیوں پر گزارا کرتے ہوں، عہدوں اور مناصب کے لیے جی جان لگا دیتے ہوں، وہ کیسے امت کی رہنمائی کر سکتے ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ اپنے کارناموں کو یاد کرنے کے بجائے اسلاف کی بجی آگ پر اپنی روٹی سینکے والے کیسے دنیا کو نئی راہ دکھائیں گے؟ _____ نہ جانے سینہ میں کس پتھر کا دل لگا ہوا ہے؟ ایسے لوگ کونسا چشمہ لگاتے ہیں؟ کونسی نگاہ خدا نے انھیں عطا کی ہے؟ کس منہ سے خدا کا نام لیتے ہیں اور پھر طاغوت کی حمد و ثنا کرتے ہیں؟

یہ پہلا موقع نہیں کہ جب جمعیت علماء ہند نے مظلوم کشمیری مسلمانوں کے مقابلے میں بھارت کا ساتھ دیا ہے ۔یہ المیہ ہے کہ مولانا ابو الکلام آزاد اور مولانا حسین احمد مدنی نے ہندوستان میں ہی رہنے کو ترجیح دی اور لوگوں کو ترغیب بھی دی تھی کہ اس نعرے کے فریب میں مت آئیں۔درست ہے کہ پون صدی گزر جانے کے باوجود پاکستان میں نظام مصطفیٰ کا

نفاذ نہ ہو سکا لیکن دلائل اور براہین کے ساتھ بات کریں تو یہ حقیقت تسلیم کرنا پڑتی ہے کہ اس کے ذمہ دار بھی یہی قدآور علماء تھے کہ جنھوں نے ایک الگ اسلامی ریاست کی مخالفت کی اور اس تحریک کا حصہ نہیں بنے۔

یہ اس بات کا مظہر ہے کہ ٹیری ٹوریل نیشنلزم کا عفریت کس طرح دنیائے انصاف و امن کو کھا رہا ہے حالانکہ یہ خود ناانصافی اور امتیاز کے عدم توازن کا شکار ہے کیونکہ اس میں طاقت ور و بالادست اکثریت اقلیتوں کو پیس رہی ہے اور اقلیتیں محض اپنے تحفظ کے لیے قومیت کا پتلی تماشا یا کسی کوٹھے کی طوائف کی طرح ناچ کر نواب صاحب کو خوش کر رہی ہوتی ہے۔ مسئلہ یہ کہ دنیا بھر میں ایسی قومیت بتدریج رواج پا رہی ہے۔ اسکے اصل جز مذہب اور اکثریت ہے اور مسلمان بحیثیت مجموعی ان دونوں کے حامل ہونے کے باوجود اسی سے مار کھا رہے ہیں۔ جب دین، مسلک و فرقہ میں سمٹ جائے تو ملت کا تصور خاک میں مل جاتا ہے اور پھر کشمیری مسلمان کو بے کسی کی موت مرنے پر درس دیا جاتا ہے۔ بلاشبہ یہ ایسی خودسوزی کے مترادف ہے کہ خود بھی بھسم ہو جاتے ہیں اور ساتھ میں دوسروں کو بھی آگ میں جلا دیتے ہیں۔ ورنہ کیا تھا؟ ہندوستان میں طاقت کے حصول کے لیے مذہب کی کشمکش کب نہ رہی؟ ہندو عددی طاقت پر اگر مسلمانوں کو مکمل طور پر مغلوب کرنے کے درپے ہیں تو یہ بھارتی مسلمان بھی بلا کو وقتی طور پر ٹالنے کے لیے خوشامد کا راستہ اختیار کرنے کے بجائے خود بھی عددی طاقت کا استعمال اور کشمیریوں کے حق میں بقدر ارون دھتی رائے یا پنکج مشرا جیسے لوگوں جتنی آواز بھی بلند کرتے تو اگر جواباً غلبہ نہ پاتے تو کم از کم ہندو اکثریت سے مکمل طور پر مغلوب ہونے سے بھی بچ جاتے۔

ایک طرف قابض بھارتی فوج اسلامیان کشمیر کو گولیوں سے بھون ڈالتی رہی، پیلٹ گنوں سے انکے چہروں اور بدن کو بدنما بنارہی اور بینائی چھینتی رہی اور ہر جانب بھارتی فوجی درندے دندناتے پھر رہے تھے، 5 اگست 2019 کے بعد پوری دنیا کشمیر کے حالات پر

رپورٹوں، تجزیوں، اور روزمرہ کی خبروں کو واشگاف کر رہی تو ایسے میں المیہ یہ ہے کہ جمعیت علماء ہند کے جنرل سیکریٹری کشمیر کو بھارت کا نا قابل تنسیخ حصہ قرار دے کر اسلامیان کشمیر کے زخموں پر نمک پاشی کرتے رہے۔کل پیش رب یہ لوگ کیا جواب دیں گے۔ حیرت اور تعجب ہے کہ اسی انڈیا جہاں دیوبند کے اکابر کشمیر کو بھارت کا اٹوٹ انگ کہنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرر ہے سے کئی باا ثر باضمیر غیر مسلموں کی طرف سے ڈھنکے کی چوٹ پر کشمیریوں کو ان کا پیدائشی حق دلانے کے لیے بھی آوازیں اٹھ رہی ہیں۔ارون دھتی رائے، پنکج مشرا، رام چندر گوہا، شیکھر گپتا، رویش کمار اور جولیوایف ریبیر یو کی طرح جمعیت علماء ہند مظلومین کشمیر کے حق میں بولنے کی توفیق اور ہمت نہیں تو وہ خاموش رہیں کیوں وہ اناف شناف سے اپنی آخرت وعاقب برباد کرر ہے ہیں۔اروندھتی رائے صرف ایک ایوارڈ یافتہ ناول نگار نہیں ہے وہ انسانی حقوق کی عالمی شہرت یافتہ چیمپئن بھی ہیں۔ مسئلہ کشمیر کی متنازعہ حیثیت اور اہل کشمیر کے حق خودارادیت پر وہ دلائل اور براہین کے ساتھ بولتی چلی آرہی ہیں، کشمیر پران کی حق گوئی نے بھارتی اداروں کی نیندیں اڑا رکھی ہیں۔ارون دھتی رائے ببانگ دہل کہہ رہی ہے کہ بھارتی حکومت نے کشمیریوں کے حق خودارادیت غصب کر رکھا ہے اور پورے کشمیر کو ایک بہت بڑی جیل میں تبدیل کر دیا ہے۔

5اگست2019 سے کشمیر میں پیدا شدہ صورتحال پر اروندھتی لکھتی ہے کہ 90لاکھ کشمیری اپنے گھروں میں قید ہیں رائے اطلاعات کے اس زمانے میں کوئی حکومت کتنی آسانی سے ایک پوری آبادی کو باقی دنیا سے کیسے کاٹ بھی سکتی ہے، اس سے پتہ لگتا ہے کہ ہم کس طرف بڑھ رہے ہیں۔ وہ لکھتی ہے کہ کشمیر تقسیم برصغیر کا ادھورے ایجنڈا ہے۔تقسیم جس کے ذریعے انگریزوں نے برصغیر کے بیچ میں لاپروائی سے ایک لکیر کھینچ دی اور یہ مان لیا گیا کہ انھوں نے انصاف سے کام لے کر ایجنڈا مکمل کیا مگر سچ یہ ہے کہ کشمیر کا تنازعہ چھوڑ کر ایجنڈا نامکمل رہا۔ وہ واضح طور پر لکھتی ہیں کہ برطانیہ کے ماتحت ہندوستان کے علاوہ سیکڑوں آزاد رجواڑے تھے

جن سے الگ الگ مول تول کیا گیا کہ وہ کن شرطوں پر ہندوستان یا پاکستان کے ساتھ جائیں گے۔ جو ریاستیں اس کے لیے تیار نہیں تھیں ان سے زبردستی منوا لیا گیا۔۔۔۔

اروندھتی رائے ہی کی طرح پنکج مشرا کا قلم بھی مسئلہ کشمیر پر وہ بات جو دوسرے نہیں کہہ پا رہے ہیں، لکھنے سے نہیں چوکتا۔ پنکج مشرا بھی عالمی شہرت یافتہ ناول نگار اور دانشور ہیں۔ کیراوان میگزین میں ان کا مسئلہ کشمیر پر ایک مضمون میں وہ لکھتے ہیں: کہ ہر گزرتے ہفتے کے ساتھ کشمیر پر ہندوستان کا کریک ڈاؤن بڑھتا جا رہا ہے۔ پنکج مشرا نے کشمیر کی ایک نسلی مذہبی اقلیت کو دبانے جانے کے اقدام کو ملنے والی بڑے پیمانے کی تائید کو سربیا کی نسل پرستی اور وہاں کے نسل پرست قائد سلوبودون میلوسووچ کے اقدامات سے تعبیر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ہندوستانی میڈیا کی جانب سے ملنے والی تقریباً اجتماعی حمایت نے مودی سرکار کو بے خوف کر دیا ہے۔ وہ غیر ملکی میڈیا میں ہندوستان پر کی جانے والی شدید نکتہ چینیوں کا حوالہ دیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں: صفحہ اول پر، کشمیر کی خالی گلیوں میں پوری طرح سے مسلح فوجیوں کی، چھپنے والی تصویریں یہ صاف کر دیتی ہیں کہ یہ خطہ پوری طرح سے فوجی تسلط میں ہے۔ پنکج مشرا لکھتے ہیں کہ عالمی میڈیا اب کھل کر مودی سرکار کو نسل پرست اور فاشسٹ لکھ رہا ہے......

سدھارتھ بھاٹیہ لکھتے ہیں کہ کشمیر میں جو ہوا اس کا مقصد کشمیریوں پر کنٹرول ہی نہیں، ان کو ذلیل کرنا بھی ہے۔ ان کا مضمون دی وائر اردو میں ستمبر 2019 کو شائع ہوا ہے۔ انھوں نے بہت ہی صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ ابلاغ کے سارے ذرائع کو کاٹ کر، ان کو قابو میں رکھنے کے لیے فوجی اہلکاروں کا استعمال، اور روز روز کے توڑ پھوڑ کا مقصد کشمیریوں کو یہ یاد دلانا ہے کہ ان کا اپنا کوئی وجود نہیں ہے۔ ان کا ہر قدم اور وجود اقتدار کے ہاتھ میں ہے، وہ اقتدار جس کی نمائندگی ایک بڑی اور ہر جگہ موجود فوج کر رہی ہے، جو ان کی روزمرہ کی زندگی میں دخل دیتی ہے۔ اسی طرح بھارت کے معروف مورخ رام چندر گوہا نے 5 اگست 2019 سے پیدا شدہ صورتحال کو ایمرجنسی کے نفاذ سے تعبیر کیا ہے۔ انھوں نے لکھا کہ بھارتی صدر، رام ناتھ کووند نے اپنے ایک آڈر کے ذریعے کشمیر میں ایمرجنسی نافذ کر دی۔ رام چندر گوہا

نے 5 اگست کے بھارتی اقدام پر کہا کہ یہ کوئی جمہوریت نہیں یہ تو کھلی آمریت ہے ، ایسے حواس باختہ خود کو غیر محفوظ سمجھنے والے حکمرانوں کی کارگیری جو پارلیمنٹ کے اندر یا باہر مناسب مباحثے کی جرات بھی نہیں رکھتے ۔

انگریزی پورٹل دی وائر نے سوا گتا یادوار کی 5 اگست 2019 کے بعد پیدا شدہ صورتحال کا احاطہ کرتے ہوئے کشمیر سے ایک دل دہلانے والی رپورٹ شائع کی ۔جس میں انھوں نے لکھا کہ کشمیر کے محاصرے سے وہاں ذہنی بیماریاں پھوٹ پڑی ہیں۔ رپورٹ میں انھوں نے کئی مریضوں کا حوالہ دے کر لکھا کہ ادویات کی عدم فراہمی کے سبب وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ بھارت کے جبری اقدامات سے کشمیریوں کو مایوسی، بے چینی اور اضطراب نے گھیر لیا ہے جسے ڈپریشن کا نام دیا جاتا ہے ۔دی کوئنٹ میں آدتیہ مینن کشمیر میں ہونے والے احتجاجی مظاہروں کا ذکر کرتے ہوئے سری نگر کے صورہ علاقے کو کشمیر کا غزہ قرار دے کر لکھتے ہیں کہ صوررہ میں 5 اگست سے ہی بھرپور احتجاجی مظاہرے شروع ہو گئے اس احتجاج نے حکومت ہند کے بہت سارے دعوؤں کی ہوا نکال دی: وہ لکھتے ہیں کہ بڑے پیمانے پر مظاہروں میں خواتین کی شرکت بھارتی حکومت کے اس دعوے کے برعکس تھی کہ کشمیری خواتین نے فیصلے کا خیر مقدم کیا ہے۔

یہ ہوتا ہے کردار جو جھوٹ کو جھوٹ کہنے کا حوصلہ رکھے اور حق کو حق بتائے۔ نہ جانے کیوں جمعیت علماء ہند میں ایسے لوگ موجود نہیں جو حق بات کہنے کی تاب لاتے ہوں ، اس کے برعکس اگر مسئلہ کشمیر ان کی زبان کھلتی بھی ہے لیکن زہر اگل رہی ہے ۔ایسا زہر کہ جو پھیل جائے تو پورا ماحول مسموم بن جاتا ہے ۔ اس میں کیا کلام ہے کہ دار العلوم دیوبند برصغیر کی ایک اہم اور عظیم اسلامی دانش گاہ رہی ہے اور اس سے وابستہ عظیم المرتبت اور برگزیدہ کئی شخصیات ایسی ہیں۔کہ جنھوں نے عملی جہاد کے ذریعے سے انگریز کے فتنے کا بھرپور مقابلہ کرنے کے ساتھ ساتھ بانی پاکستان محمد علی جناحؒ کی طرف سے پیش کردہ دوقومی نظریے کو بروقت ٹھیک اور اچھی طرح سمجھ لیا تھا اور دوقومی نظریے کو عین اسلامی نظریہ سمجھ کر اور اس نعرہ کو

شریعت کے عین مطابق پاتے ہوئے اس پر لبیک کہا اور مفکر ملت علامہ اقبالؒ کے خواب کو تعبیر کا جامہ پہنایا اور بانی پاکستان کے دوش بدوش رہتے ہوئے ان کا بھرپور ساتھ نبھایا۔

مملکت خداداد پاکستان کو معرض وجود میں لانے اور اس مملکت کے قیام کے لیے مفسر قرآن مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مفسر قرآن مولانا محمد شفیع مفتی اعظم پاکستان اور مولانا احتشام الحق تھانوی نے اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کی ملت کے ان درخشندہ بخت شخصیات کی قیادت میں خوش نصیب علماء دیو بند کی ایک مختصر تعداد نے نئ مملکت پاکستان کے ساتھ نہ صرف اپنا مستقبل وابستہ کرنے کا فیصلہ کیا بلکہ نئ مملکت کی طرف ہجرت کرنے اور اسے آباد اور شاد باد کرنے کے لیے مسلمانانِ ہند کو بھرپور ترغیب بھی دی۔ لطف کی بات یہ ہے مغربی پاکستان کا پرچم لہرانے کا اعزاز مولانا شبیر احمد عثمانی کو حاصل ہوا جبکہ مشرقی پاکستان کا جھنڈا لہرانے کا اعزاز مولانا ظفر احمد عثمانی نے پایا۔

اس سے قبل میں اپنی کتاب ''کشمیر 9/11 کے بعد'' کے صفحہ 186 میں پوری تفصیل کے ساتھ لکھ چکا ہوں کہ یہ برصغیر کے وہ دیو بندی علماء کرام تھے کہ جنھوں نے اپنا سب کچھ تج کر حتیٰ کہ دارالعلوم دیو بند کو بھی چھوڑ کر امام المہاجرین سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ''عظیم سنت ہجرت'' پر عمل پیرا کیا۔ جبکہ اس کے برعکس مولانا حسین احمد مدنی علمائے دیو بند کی اس جماعت کی سرپرستی کرتے رہے جنھوں نے بھارت میں ہندوؤں کے ساتھ زندگی گزرنے کا فیصلہ کیا۔ بلکہ المیہ یہ ہے کہ مولانا حسین احمد مدنی نے تقسیم برِصغیر کی تحریک جسے تحریک قیامِ پاکستان بھی کہا جاتا تھا کا نہ صرف ساتھ نہیں دیا بلکہ بانی پاکستان محمد علی جناح کی قیادت میں چلنے والی اس تحریک کی زبردست اور بڑے پیانے پر مخالفت بھی کی اور مسلمانانِ ہند کو ہندوستان نہ چھوڑنے اور پاکستان آباد نہ کرنے کی ترغیب وتحریک کی اور پاکستان کی طرف ہجرت نہ کرنے اور بھارت میں رہنے پر ترجیح دینے والے مسلمانوں کو دلی اطمینان پہنچانے کی بھرپور کوشش کرتے رہے۔ مولانا حسین احمد مدنی علمائے دیو بند میں سے کٹر ہندوستانی تھے اور ان کے رگ و پے میں ہندوستان کی محبت خون کی طرح سرایت کر چکی

تھی ان کی ہندنوازی اور ہندنوازی پر ان کی تاویلات وتوجیہّات اور غیر اسلامی استدّلال پر شدید ردِعمل کا اظہار کرتے ہوئے مفکرِملت علامہ اقبالؒ نے فرمایا:

عجم ہنوز نداندر موزدین ورنہ
ز دیو بندحسین احمد ایں چہ بو العجبی است
سرود برسر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر زمقام محمد عربی است
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر بہ اونر سیدی تمام بو لہبی است

مفکرِ ملت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے اس احتجاج میں فرمایا کہ اہل عجم دین کے رموز سے ابھی تک نا واقف ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو حسین احمد مدنی دیو بند کی خاک سے نہ اٹھتے انھوں نے برسرممبر یہ کہا کہ ملت کی بنیاد وطن سے ہے لیکن وہ مقام محمد عربیa سے بے خبر ہے مصطفیٰ کی پیروی کر کہ یہی دین ہے اگر تو یہ نہیں کرتا تو تمام ابولہبی ہے۔

تقسیمِ برِّصغیر کے وقت دار العلوم دیو بند کے علماء کے مابین خود بخود ایک خط امتیاز قائم ہو گیا۔ اس خط امتیاز کے قائم ہونے سے یہ بات بحث طلب نہیں رہی کہ آخر دار العلوم دیو بند کے علماء میں سے غالب اکثریت نے بھارت میں ہی رہنے کو فوقیّت کیوں دی اور ایک مسلمان مملکت میں زندگی گزارنے کی بجائے ہندوؤں کے ساتھ اپنا مستقبل استوار کرنے کا فیصلہ کیوں کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم سنّت ہجرت اختیار کرنے اور وہ اپنی ایک علیٰحدہ شناخت متعارف کرانے سے کیوں متامل اور گریزاں رہے؟ مفتی محمود اسی خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں کہ جنھوں نے پاکستان کے مقابلے میں ہندوؤں کی غلامی میں رہنے کو فوقیت دی۔ میری کتاب ''کشمیر 9/11''میں دیو بند کانفرنس ...... مقصد کیا تھا؟ کے عنوان کے تحت مضمون کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

⊙......⊙......⊙

خاک ارجمند

خاک ارجمند پرآج ہر کشمیری مسلمان ہندورام راج کے دجل وفریب سے نکل چکا ہے۔ کشمیر کا نوجوان علویات کو چھور رہا ہے وہ سفلی خواہشات یعنی بھارت کی مراعاتی پیکیجز اور ترغیب وتحریص کو متروک اور مہجور کر چکا ہے۔ یہ صاف اور بے غل وغش بات ہے کہ 5 اگست 2019 کے بعد ایک بار پھر کشمیر کی خاک ارجمند پر بھارت کی تمام مکارچالیں اور فریب کاریاں فاسد ہو چکی ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ مفسد دنیا ابھی تک فسادی بھارت کے ساتھ کھڑی ہے لیکن اس کا کیا کریں کہ دنیا میں فساد برپا کرنے والے ممالک کی عقل اوندھی گئی اور وہ کہہ رہے ہیں کہ کشمیر بھارت کا اندرونی معاملہ ہے اوراس طرح ملت اسلامیہ کشمیر کے خلاف بھارتی رام راج کو ہلہ شیری دے کر اسلامیان کشمیر کو کر مسلسل مبتلائے رنج والم پر خوش اور محظوظ ہورہے ہیں۔

مشاہدات بتاتے ہیں کہ بڑے پیمانے پر فوج کشی، کرفیو کی بندشوں، قدغنوں اور بندوقوں اور تیغوں کے سائے میں کیسے کشمیری مسلمانوں کا مورال بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ یہ اسلامیان کشمیر کے اسی بلندمورال کی کرشمہ سازی ہے کہ بھارت سے کامل آزادی اور پاکستان سے الحاق یعنی ''ہم پاکستانی ہیں اور پاکستان ہماراہے'' کشمیر کے مردوزن کا بیانیہ بن چکا ہے۔(MSD) یعنی مودی، امیت شاہ، اجیت ڈول ڈاکٹرائن کے تحت بھارتی آرمی چیف جتنی مرضی کشمیر میں فوج جھونک دے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا کشمیری مسلمان سرینڈر کریں؟۔ 1990 سے لگاتار ہرموسم خزاں میں کشمیر کے سلگتے چناروں کی تپش ''آتش چنار'' بزبان حال یہ پیغام سنارہی ہے کہ کشمیریوں کے سینوں میں موجود آزادی کی حرارت اورتپش غلامی کی آہنی

زنجیروں کو پگھلا کر رکھ دے گی۔ مفکر ملت اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا۔

جس خاک کے ضمیر میں ہے آتش چنار
ممکن نہیں کہ سرد ہو وہ خاک ارجمند

خاک ارجمند کشمیر میں پیوستہ فلک بوس چنار پورے موسم بہار اور موسم گرما میں فرحت بخش اور نشاط آفریں ہوتے ہیں اور چناروں کے سایوں میں بیٹھا ہر متنفس نشاط انگیزی محسوس کر رہا ہے۔ وادی کشمیر کی فضاؤں کو چار چاند لگا دینے والے یہ چنار وادی کشمیر کو حقیقی معنوں میں جنت نظیر ثابت کرتے ہیں۔ انہی کی بدولت شہنشاہ جہانگیر نے کہا تھا کہ ''اگر فردوس بروئے زمین است ہمیں است و ہمیں است'' لیکن ''پت جڑ کا الارم'' بجاتے ہوئے جونہی خزاں کا موسم شروع ہو جاتا ہے تو خاک ارجمند کشمیر میں پیوستہ و آراستہ چنار اپنے سرسبز و شاداب پتوں کا رنگ بدل دیتے ہیں گویا وہ ''اپنے تیور'' بدلتے ہیں اور ان کے پتے گہرے سرخ ''لال پیلے'' ہو جاتے ہیں اور بلاشبہ وہ جموں و کشمیر میں پھیلی گہری اداسی اور آزار کی عکاسی کرتے ہیں۔ گویا یہ چنار کشمیر میں موجود قابض بھارتی فوج کی قہرسامانیوں کی حدت اور شدت کے باعث اندر ہی اندر سلگ رہے ہیں۔ صاف دکھائی دے رہا ہے کہ کشمیر کے یہ چنار دراصل ایک طرف ملت اسلامیہ کشمیر پر ڈھائے جانے والے بھارتی مظالم پر گواہی دیتے ہیں وہیں کشمیری مسلمانوں کے وجود میں پائے جانے والی آتش آزادی کا بدرجہ اتم لیول بتاتے ہیں۔

15 اگست 2019 سے کئی ماہ تک مقبوضہ کشمیر کرفیو اور لاک ڈاؤن کی زنجیروں میں ایک بار جکڑا رہا۔ اس طویل لاک ڈاؤن سے خوراک اور ادویات کی شدید قلت، مواصلات کی بندش، انٹرنیٹ، موبائل، لینڈ لائن سروس اور ٹی وی نشریات کی معطّلی کے باعث مقبوضہ وادی کا بیرونی دنیا سے رابطہ منقطع ہوا۔ جبکہ تعلیمی اور کاروباری ادارے بدستور بند رہے۔ اکیسویں صدی کا بڑا المیہ اس وقت سامنے آیا کہ جب خطہ کشمیر میں 90 لاکھ پر مشتمل انسانی بستی کا اس

قدر محاصرہ ہوا، لیکن پوری دنیا اس پر خاموش تماشائی بنی رہی۔

سلام ہو ملت اسلامیہ کشمیر کے عزم و ہمت پر کہ جو قابض فورسز کی جانب سے سختیوں بندشوں، پابندیوں میں جکڑے ہوئے شیلنگ اور پیلٹ گنوں سے چھلنی ہونے کے باوجود بھارتی جبر کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر بھارتی غلامی سے انکاری بنے رہے۔ 15 ہزار سے زائد کشمیری نوجوانوں کو گرفتار کیا گیا۔ لیکن جس خاک کے ضمیر میں ہو آتشِ چنار ممکن نہیں کہ سرد ہو وہ خاکِ ارجمند کا پیغام پڑھنے سے قابض اور سفاک بھارت آنکھیں چرتا رہا۔ کشمیر کی خاک ارجمند میں پیوستہ آتش چنار کی کرشمہ سازی ہے اسلامیان کشمیر پر ہندو ڈوگرہ کی بربریت کے باوجود اس کی راج نیتی، اس کی بالادستی کو قبول نہیں اور 1931 میں ڈوگرہ راج کے مظالم کے خلاف ریاست جموں وکشمیر کے سارے مسلمان اسی طرح اٹھ کھڑا ہوئے تھے جس طرح تادم تحریر کشمیر کا بچہ بچہ بھارتی رام راج کے خلاف کھڑا ہے اور ڈوگرہ کو اپنی اوقات یاد دلا دی۔

خاک ارجمند کشمیر کے ضمیر میں موجود آتش چنار سلگتا رہا بالآخر ہندو ڈوگرہ کو چلتا کر دیا اور کشمیر کا ایک حصہ آزاد کرایا گیا جسے آج ''آزاد کشمیر'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ لیکن منصوبہ بندی کا درست اور صحیح تعین نہ ہونے کے باعث بارہمولہ تک لشکر کے پہنچنے کے باوجود وادی کشمیر، لداخ اور جموں آزاد نہ ہو سکا اور اس پر بھارت جبری طور قابض ہوا، اور اس کا یہ جابرانہ قبضہ اور سفاکانہ تسلط 1947 سے لگاتار چلا آرہا ہے۔ مگر یہ ایک خوشگوار حقیقت ہے کہ اس طویل مدت سے خاک کشمیر کے ضمیر میں آتش چنار کی موجودگی کے باعث یہ خاک ارجمند سرد نہ ہوسکی اور 1990 میں کشمیر کی تیسری پیڑی بھارتی جبری قبضے اور جارحانہ تسلط کے خلاف صف آراء ہوئی اور ایک تاریخ ساز جدوجہد کی بنیاد رکھ دی۔ بھارتی رام راج نے جموں وکشمیر کو ایک بڑی قتل گاہ میں تبدیل کر دیا۔ مسلمان آبادی کو لہولہان کر دیا، بدنام زمانہ بھارتی ایجنسیوں اور قاتل فوج کے مظالم، بستیوں کا جلاؤ گھیراؤ، کرفیو اور کریک ڈاؤن، سرچ آپریشنز

کے نام پرانسانی مذبح خانے سجانے اورکھیل کے ہرمیدان کوشہیدوں کے قبرستانوں میں بدلنے، ایک لاکھ کشمیریوں کے قتل ، 15ہزار کشمیری نوجوانوں کی گمشدگی، بے شمار بے نام قبروں کی دریافتگی نے کشمیری عوام کوسمجھا دیا کہ اب مسلمانوں کی اس سرزمین کو ہندورام راج سے آزادکرانے کے لیے کفن بردوش ہونے کے سوا اور کوئی چارہ کارنہیں ۔1990 سے 1999 تک پھر 2008 سے 2011 تک اس کے بعد 2016 سے 2019اس کتاب کے منصۂ شہود آنے تک کشمیری مسلمانوں کا عزم بالجزم چانکیہ فسطائیت کوسمندر بردکر چکا ہے ۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کی کشمیر پر ایک اور رپورٹ

انسانی حقوق کی عالمی تنظیمیں وقتاً فوقتاً جموں وکشمیر میں جاری بھارتی بربریت پر صدا بلند کرتی ہیں، لیکن المیہ یہ ہے کہ پوری دنیا میں کہیں سے اس کی شنوائی ہوتی ہے اور نہ ہی اس کا نوٹس لیا جاتا ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے 12 جون 2019 بدھ کو جموں وکشمیر پر اپنی ایک رپورٹ میں جموں وکشمیر میں نافذ بھارت کے کالے قوانین پر شدید برہمی کا اظہار کرتے ہوئے ان کی منسوخی کے لیے فوری اقدام اٹھانے کے لیے ایک بار پھر اپنی صدا بلند کی۔

کشمیر کے سانحات پر عالمی تنظیمیں صدا بلند کرتی رہیں تو المیہ یہ ہے کہ بھارت ٹس سے مس نہیں ہو رہا ہے ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان رپوٹس پر عالمی سطح پر نوٹس لیا جاتا اور بھارت کو ایک بڑا مجرم قرار دیکر اسے عالمی فورم پر کھڑا کر کے پوچھ لیا جاتا۔لیکن افسوس صد افسوس ایسا اس لیے نہیں ہو رہا کیونکہ جموں وکشمیر میں یہ سارے سانحات مسلمانوں کیساتھ پیش آجاتے ہیں اور ظلم ڈھانے والا ایک غیر مسلم ملک ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل نے جموں وکشمیر میں بھارت کے ہاتھوں انسانی حقوق کی پامالیوں پر اپنی تازہ ترین رپورٹ میں کہا کہ جموں وکشمیر میں نافذ بھارت کے کالے قوانین میں سے ایک پبلک سیفٹی ایکٹ (PSA) کو ایک ایسا کالا قانون ہے جو عالمی قوانین کو نظر انداز کرتے ہوئے اور مروجہ عدالتی نظام کو بالائے طاق رکھ کر انسانی حقوق کی دھجیاں بکھیرتا ہے۔ اس کالے قانون کے تحت کوئی بھی پولیس اہلکار جموں وکشمیر کے کسی بھی شہری کو گھر یا باہر سے محض شک کی بنیاد پر بلا وجہ گرفتار کر سکتا ہے اور گرفتار کیے گئے شہری کے اہل خانہ کو اطلاع نہیں دی جاتی نہ

ہی اسے قانونی امداد حاصل کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ اس کالے قانون کے تحت کسی بھی کشمیری کو دو سال تک عقوبت قانون اور جیل کی کال کوٹھریوں میں بند کیا جاتا ہے ۔(PSA) کے تحت بغیر عدالتی سماعت کے کم سے کم دو سال تک کسی کو بھی بلا لحاظ عمر وجنس قید کیا جا سکتا ہے۔ لاتعداد کم عمر بچوں کو بھی اب تک اس قانون کے تحت قید کیا جا چکا ہے۔ یہ کالا قانون 42 سال قبل اس وقت کی حکومت نے جنگل سے عمارتی لکڑی چرانے والوں کے خلاف بنایا گیا تھا لیکن 1990 کے بعد اسے آزادی کے مطالبے کو لے کر سامنے آنے والوں کو قید کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔

انسانی حقوق کی عالمی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل کی اس رپورٹ میں کہا گیا کہ جموں وکشمیر میں تین عشروں پر مشتمل عسکری جدوجہد کے دوران کم از کم 25000 افراد کو پبلک سیفٹی ایکٹ یا (PSA) کے تحت قید کیا گیا۔ 2011 میں ایمنسٹی نے (PSA) کو (Law less Law) یعنی غیر قانونی قانون قرار دے کر اس کے خاتمے کا مطالبہ کیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود جموں وکشمیر میں یہ کالا قانون تو ختم نہ ہو سکا۔ 12 جون 2019 بدھ کو ایمنسٹی انٹرنیشنل نے 44 صفحات پر مشتمل جو رپورٹ جاری کی اس میں کہا گیا کہ یہ قانون مسلسل انسانی حقوق کی پامالی کا باعث بن رہا ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کا کہنا ہے کہ (PSA) ان عالمی معاہدوں کی خلاف ورزی ہے جن پر بھارت نے بھی دستخط کیے ہیں۔ تنظیم کے بھارت میں سربراہ آکار پٹیل نے رپورٹ میں کہا ہے کہ کشمیر میں انتخابات کے بعد جو نئی حکومت وجود میں آئے گی اس پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس قانون کے غیر انسانی پہلوں کو ختم کر کے انسانی حقوق سے متعلق جوابدہی، شفافیت اور وقار کو بحال کرے۔ سفارشات میں کہا گیا ہے کہ نابالغ افراد پر اس قانون کا اطلاق نہ ہو، قیدیوں کو گھر کے قریب جیل میں رکھا جائے اور انھیں قانونی چارہ جوئی کی سہولت فراہم کی جائے۔ انسانی حقوق کے کارکنوں کا کہنا ہے کہ فی الوقت جو بھی پی ایس اے کے تحت گرفتار ہوتا ہے اس کے لیے دلیل، وکیل یا اپیل کوئی معنی نہیں رکھتے۔

سرینگر کے ایک مقامی ہوٹل میں بدھ 12 جون 2019 کو ایمنسٹی انٹرنیشنل انڈیا کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر کو اس رپورٹ کو ایک پریس کانفرنس میں میڈیا کے سامنے پیش کرنا تھا، اس کے لیے پریس کانفرنس کا اہتمام بھی کیا گیا تھا تاہم کٹھ پتلی انتظامیہ کی طرف سے انھیں اس کی اجازت نہیں دی، جس کے بعد یہ رپورٹ صحافیوں کو ای میل کی گئی۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کی جانب سے اس امر پر بھی شدید افسوس کا اظہار کیا گیا کہ بدنام زمانہ اس کالے قانون (PSA) سمیت تمام کالے قوانین کے تحت بلا جواز جیلوں میں کشمیری قیدیوں کی رپورٹ منظر عام پر لانے پر کٹھ پتلی انتظامیہ نے روک لگا کر ہمیشہ کی طرح اس بار بھی مقبوضہ کشمیر کے اصل حقائق اور حقیقی صورتحال کو دنیا تک پہنچانے نہ دیئے اور ایمنسٹی کی کاوشوں میں روڑے اٹکائے گئے۔

ایمنسٹی نے مقبوضہ کشمیر کی صورتحال پر اپنی اس رپورٹ میں اعداد شمار ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ مقبوضہ کشمیر میں 2007 سے 2016 تک 2400 سے زائد افراد کو اس کالے قانون کے تحت عقوبت خانوں بند رکھا گیا جن میں سے 58 فیصد حکم ناموں کو مقامی عدالتوں نے کالعدم قرار دیا۔لیکن اس کے باوجود انھیں رہا نہیں کیا گیا۔خیال رہے کہ بھارت کا نافذ کردہ یہ کالا قانون مقبوضہ کشمیر کے کسی بھی شخص کو بلا کسی وارنٹ کے گرفتار کر کے دو سال تک جیل میں رکھنے کی اجازت دیتا ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کی رپورٹ کے خلاصے میں سال 2012 سے 2018 کے درمیان (PSA) کے کالے قانون کے تحت مقبوضہ کشمیر اور بھارت کی مختلف جیلوں ،عقوبت خانوں اور ٹرچر سیلوں میں مقید 210 کشمیریوں کے مقدمات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ایمنسٹی انٹرنیشنل انڈیا برانچ کے سربراہ اہ کار پٹیل نے رپورٹ کے خلاصہ میں بتایا کہ مقبوضہ کشمیر میں بھارت کا نافذ کردہ (PSA) قانون کو کس طرح بین الاقوامی قوانین کو نظر انداز کر کے کشمیریوں کو قید کرنے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے اور اس قانون کی وجہ سے مقبوضہ کشمیر کی ساری آبادی شدید قسم کی ذہنی پریشانی میں مبتلا ہے اس لیے اسے فوراً منسوخ کر دیا جائے۔آ کار پٹیل کا کہنا

تھا کہ جموں و کشمیر ہائی کورٹ باقاعدگی سے حراست کے ان تمام احکامات کو رد کرتا رہا ہے، لیکن انتظامیہ کی طرف سے ہر بار اس سے مسترد کر دیا گیا جس کے باعث ریاستی مظالم جاری رہنے کے حوالے سے مقبوضہ کشمیر کی زمینی صورتحال میں کوئی بدلاؤ آیا اور نہ ہی بھارت پر کوئی اثر دکھائی دیا۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ (PSA) قانون کا متن بذات خود بین الاقوامی انسانی حقوق کے قانون کے تحت بھارت پر عائد کئی ذمہ داریوں کا انکار کرتا ہے اور ان ذمہ داریوں میں قیدیوں کے منصفانہ مقدمے کے حقوق کا احترام بھی شامل ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کی رپورٹ کے خلاصے میں کشمیری قیدیوں کے کئی سرکاری دستاویزات اور نظر بند افراد کے قانونی کاغذات کی جانچ پڑتال کر کے یہ دکھایا گیا ہے کس طرح مقبوضہ جموں و کشمیر کی کٹھ پتلی انتظامیہ (PSA) کے ذریعہ انسانی حقوق کی پامالی کر رہی ہے جن میں بچوں کی نظر بندی، (PSA) کی تمام احتیاطی تدابیر کو نظرانداز کر کے مبہم انداز میں احکامات صادر کرنا اور قیدیوں کی ضمانت پر رہائی سے روکنا شامل ہے۔ رپورٹ کے خلاصے میں نا بالغ بچوں اور جسمانی طور پر معذور افراد کے علاوہ بزرگ شہریوں کو بھی اس قانون کے عتاب کا شکار قرار دیا گیا ہے۔ رپورٹ میں اعداد شمار ظاہر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ 2007 سے 2016 تک 2400 سے زائد افراد کو اس قانون کے تحت بند رکھا گیا۔

رپورٹ میں مقبوضہ کشمیر کی کٹھ پتلی انتظامیہ کی رپورٹوں کو متضاد قرار دیتے ہوئے کہا گیا کہ حق اطلاعات قانون کے تحت درخواستوں سے حاصل شدہ معلومات کے مطابق مارچ 2016 اور اگست 2017 کے درمیان زائد از 1000 افراد پر (PSA) عائد کیا گیا۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل انڈیا برانچ نے اپنی اس رپورٹ میں اس بات کا خلاصہ کیا ہے کہ چکر الوں حراستی دروازہ ''ریوالونگ ڈور ڈٹنشن'' کے 71 واقعات میں کٹھ پتلی حکام نے یا تو حراست میں لینے کا نیا حکم جاری کیا، یا مقید شخص کو ایک نئے (FIR) ذریعے پکڑا گیا تاکہ وہ ضمانت پر چھوٹ نہ سکے۔

ایمنسٹی کی جاری کردہ رپورٹ کے مطابق 90 فیصد واقعات میں پایا گیا کہ مقید افراد کو ایک ہی الزام میں (PSA) قانون اور کسی دوسرے کالے قانون دونوں کے تحت کی جانے

والی کاروائی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ایمنسٹی انٹرنیشنل کی اس رپورٹ میں بتایا کہ قابض فورسز (PSA) کو سیکورٹی نیٹ ''سلامتی جال'' کے طور پر استعمال کرتی ہے تاکہ قید سے رہا ہونے والے افراد کو یا انھیں جو ضمانت پر رہا ہو سکتے ہیں کو حراست میں رکھ سکے۔ایمنسٹی کے عہدے داران کا کہنا تھا کہ سری نگر میں مقامی وکیلوں سے بات چیت کے دوران انھیں اس امر کا صحیح اندازہ ہوا کہ ریاستی پولیس اور دیگر قابض فورسز کسی ایسے قانون کے تحت کاروائی کو ترجیح نہیں دیتی کیوں کہ اس کے لیے مضبوط ثبوت اور بے گناہی کے امکانات کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے۔

ایمنسٹی کی رپورٹ میں کہا گیا کہ (PSA) کے تحت جسمانی طور پر معذور اور عمر رسیدہ شہریوں کو بھی گرفتار کیا گیا۔تنظیم کا کہنا ہے کہ (PSA) کو کچھ اس طرح تشکیل دیا گیا ہے کہ مقامی عدالتوں کی طرف سے قیدی کی رہائی کے احکامات کے باوجود پولیس قیدی کو (PSA) لگا کر رہائی سے قبل ہی دوبارہ گرفتار کرتی ہے۔ حد یہ ہے کہ کئی ایسے بھی قیدی ہیں جن پر درجنوں بار (PSA) لگا لگا کر عقوبت خانوں میں سڑایا جا رہا ہے۔ اس وقت جب یہ کتاب منصۂ شہود پر آ رہی ہے تو معروف کشمیری راہنما مسرت عالم 37 واں (PSA) بھگت رہے تھے۔

جموں و کشمیر کے مسلمانوں پر (PSA) کا کالا قانون عائد کرنے کا طریقہ کار یہ ہے کہ پولیس شک کی بنیاد پر کسی بھی فرد کو گرفتار کرتی ہے اور جھوٹے الزامات کی فہرست تیار کر کے ضلع مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرتی ہے جو پولیس کی کذب بیانی پر مشتمل اس چارج شیٹ پر ہی (PSA) کا ظالمانہ اور غیر منصفانہ حکم صادر کرتا ہے۔ظالم کشمیر پولیس کی طرف سے لگائے گئے یہ الزامات کتنے مضحکہ خیز ہوتے ہیں۔کالے قانون (PSA) کے تحت گرفتار کر کے جیل کی 6x6 کال کوٹھری میں رکھا جاتا ہے، علاج معالجے کی کوئی سہولت فراہم نہیں جاتی۔ واضح رہے جموں و کشمیر میں مسلمانوں پر (PSA) کا عام اطلاق ہوتا ہے اور اس کی زد میں جموں و کشمیر کے سٹوڈنٹس سے لے کر مزدور پیشہ، سیاسی کارکن یا سماجی رضا کار مسلمان کو طویل مدت کے لیے جیل میں بغیر عدالتی ساعت مقید رہنا پڑتا ہے۔

اس رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ ایمنسٹی انڈیا نے یہ بھی پایا ہے کہ بہت سے مقید

افراد کے واقعات میں پولیس کے ذریعہ درج تفصیلات اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی طرف سے جاری (PSA) قانون کے تحت احکامات ایک ہی جیسے ہیں، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان پر عملدرآمد بغیر سوچے سمجھے کیا گیا۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ سال 2018 میں (PSA) قانون میں جو ترمیم کی گئی، اس کے ذریعہ قیدیوں کو ان کے مقامی علاقوں سے دور جیلوں میں رکھا گیا جو انسانی حقوق کے بین الاقوامی اصولوں کو نظرانداز کرنا ہے۔ رپورٹ میں خلاصہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ وہ افراد جنھیں بے لگام طریقے سے (PSA) قانون کے تحت گرفتار کیا گیا تھا اور بعد میں الزامات سے بری قرار پائے انھیں ملازمت حاصل کرنے یا تعلیم جاری رکھنے میں مشکلات کا سامنا ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل انڈیا برانچ نے جموں وکشمیر کی کٹھ پتلی انتظامیہ سے واضح طور پر کہا کہ وہ (PSA) اور اس جیسے تمام کالے قوانین کو جو کشمیریوں کو قیدی بنانے کے لیے استعمال کیے جا رہے ہیں، فوری طور پر منسوخ کرے اور اس بات کو یقینی بنائے کہ ایسے کالے قوانین کے تحت غیر قانونی طور پر مقید بنائے گئے کشمیری مکمل طور پر رہا ہوں اور ان کی مشکلات دور ہوں۔ انسانی حقوق کی تنظیم ایمنسٹی انڈیا برانچ نے جموں کشمیر کی کٹھ پتلی حکومت سے یہ بھی مطالبہ کیا ہے کہ وہ غیر قانونی حراستوں، اور قید میں اذیت رسانیوں اور تشدد کی صورتحال کی آزادانہ اور غیر جانبدارانہ تحقیق کرنے کی اجازت دے تا کہ ملوث افراد کو سزا دلائے۔

انسانی حقوق کی عالمی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل کے انڈیا چیپٹر نے 12 جون بدھ 2019 کی اس رپورٹ میں کشمیر میں متنازعہ قانون پبلک سیفٹی ایکٹ کے بیجا اور غلط استعمال پر ایک اور رپوٹ جاری کردی ہے۔ پبلک سیفٹی ایکٹ پر یہ ایمنسٹی انٹرنیشنل کی کم ازکم پانچویں رپورٹ تھی۔ اس سے قبل بھی ایمنسٹی نے کئی دفعہ اس قانون کو قانونِ بے قانون قرار دیکر اس کی تنسیخ کا مطالبہ کر دیا تھا تاہم انسانی حقوق کی عالمی تنظیموں کی جانب سے شدید تنقید کا نشانہ بننے کے باوجود یہ قانون ریاست جموں وکشمیر میں مسلسل نافذ ہے اور انتظامی گرفتاریوں کے لیے اس کا

بے تحاشا استعمال مسلسل جاری ہے جبکہ سیاسی مخالفین کی آواز دبانے کے لیے متواتر طور حکومتی مشینری کی جانب سے دھڑلے سے اس قانون کا سہارا لیا جارہا ہے۔ایک محتاط اندازے کے مطابق صرف گزشتہ چھ ماہ کے دوران اس قانون کا 500 سے زائد دفعہ استعمال کر کے حکومتی مخالفین کو پسِ زندان کیا گیا ہے۔

جموں وکشمیر میں سیاسی مخالفین کی آواز دبانے کے لیے بدنام زمانہ قانون پبلک سیفٹی ایکٹ کا کس قدر غلط استعمال ہورہا ہے،اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ 2008 سے اب تک عدالتوں نے پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت نظر بندیوں کے 3000 حکم ناموں کو کالعدم قرار دیئے ہیں۔صرف 2016 کے دوران 512 ایسے حکمنامے عدالتوں کی جانب سے کالعدم قرار دئے جاچکے ہیں جبکہ 2017 میں 201 افراد پر پی ایس اے عائد کیا گیا۔2011 میں یہ تعداد 307 رہی تھی۔حق اطلاعات قانون کے تحت درخواستوں سے حاصل شدہ معلومات کے مطابق مارچ 2016 اور اگست 2017 کے درمیان زائد از 1000 افراد پر پی ایس اے عائد کیا گیا۔

قانونی و آئینی ماہرین کا ماننا ہے کہ اگر اتنے بڑے پیمانے پر پی ایس اے حکمنامے عدالتوں نے کالعدم قرار دیے ہیں،تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قانون کا انتہائی غلط استعمال ہورہا ہے۔اکثر معاملات میں عدالتوں نے نظر بندی کی وجوہات کو نامعقول قرار دیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت نظر بندی کے حکمنامے جاری کرنے والی اتھارٹیاں پولیس کے ہاتھوں ربر کی مہریں بن چکی ہیں اور وہ اپنے دماغ کا استعمال کیے بغیر پولیس کی جانب سے پیش کی گئی نظر بندی کی وجوہات کو حتمی مان کر حکمنامہ صادر کردیتی ہیں۔قانونی اعتبار سے ایسے افراد معاوضہ کے مستحق ہیں جن کی نظر بندی کے احکامات عدالتیں منسوخ کریں لیکن چونکہ کشمیر میں الٹی گنگا بہتی ہے،یہ معاوضہ فراہم کرنا تو کجا،ایک کے بعد ایک سیفٹی ایکٹ لگانا بھی معمول بن چکا ہے۔سینئر مزاحمتی لیڈر مسرت عالم بٹ فی الوقت 37 ویں سیفٹی ایکٹ کے تحت نظر بند ہیں جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ ہوگا کہ سرکاری مشینری کی جانب سے کس

قدر اس قانون کا بیجا استعمال ہورہا ہے۔

تصویر کا بھیانک پہلو یہ بھی ہے کہ ریاست میں 1988 میں مسلح تحریک کے آغاز سے اب تک اس قانون کے تحت 25ہزار کے قریب افراد کو زینت زنداں بنادیا گیا جن میں کئی ایک کو ایک سے زائد دفعہ اس قانون کے تحت برسہا برس تک جیل کی کال کوٹھریوں میں سڑایا گیایا سڑایا جارہا ہے ۔حکومت کے نزدیک امن و قانون کی صورتحال بنائے رکھنے کے لیے اس قانون کے تحت مزاحمتی لیڈروں و کارکنوں اور سنگ ہاتھوں میں لیے نوجوانوں کی گرفتاریاں ناگزیر ہیں ۔اگر چہ حکومتی موقف سے کسی حد تک اتفاق کیا جاسکتا ہے تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ ریاست اور ملکی آئین کے مطابق ہر فرد کو اظہار رائے کی آزادی حاصل ہے۔ ریاست کے اپنے آئین میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ حکومتی نظریات سے اختلاف کرنے والوں کو اپنے بات رکھنے کی مکمل آزادی میسر ہونی چاہیے تاہم جمہوری بھارت کی جمہوری ریاست ہونے کا دعوی کرنے والی ریاستی حکومتیں تواتر کے ساتھ سیاسی مخالفین کو زیر کرتی آئی ہیں اور اس ضمن میں پبلک سیفٹی ایکٹ حکومت کے پاس اب ایک ایسا ہتھیار بن چکا ہے جس کا استعمال کر کے مخالفین کو زیر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جاتا ہے۔

یہ ستم ظریفی نہیں تو اور کیا ہے کہ پبلک سیفٹی ایکٹ جیسے بدنام زمانہ قانون کی جڑیں برطانوی سامراج کے ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ میں پائی جاتی ہیں جس کا استعمال اس وقت برطانوی حکومت نے ہندوستان میں آزادی کے متوالوں کے خلاف کیا تھا۔ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کو مہاتما گاندھی سمیت ہندوستان کے تمام قومی لیڈروں نے کالا قانون قرار دیکر اس کے خلاف کھل کر لب کشائی کی تھی لیکن افسوس کا مقام ہے کہ کل تک جس قانون کو ہندوستان کے قومی لیڈر انسانیت دشمن کہتے تھے ،آزادی کے بعد اسی قانون کو صرف نام بدل کر اپنایا گیا اور 1967 میں پبلک سیفٹی ایکٹ کی صورت میں ایک ایسا قانون وجود میں آیا جس کا مقصد صرف اور صرف حکومت وقت کے خلاف اٹھنے والی آوازوں کو دبانا تھا۔

جموں وکشمیر میں 1978 میں اس قانون کو اسی صورت وشکل میں لاگو کیا گیا جس صورت

میں برطانوی دور حکومت میں ہندوستان پر لاگو تھا۔حکومت کیخلاف اٹھنے والی آوازوں کو دبانے کے لیے 1978 میں ہی اس قانون میں مزید ترامیم کی گئیں اور 1990 میں مذکورہ قانون کو اس قدر سخت بنایا گیا کہ اس کا نفاذ ریاست سے باہر بھی ممکن ہوا اور ریاستی حکومت کو یہ قانونی اختیار ملا کہ وہ پی ایس اے کے تحت نظر بند کسی بھی ریاستی شہری کو ریاست سے باہر کسی بھی جیل میں رکھ سکتی ہے۔ انسانی حقوق کے لیے کام کر رہی جماعتوں کا اصرار ہے کہ مہذب دنیا میں اس قانون کی کوئی گنجائش نہیں ہے جبکہ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے کئی برس اس قانون کو قانون بے قانون کا نام دیکر اس کی مکمل تنسیخ کا مطالبہ کیا تاہم عملی طور کچھ نہ ہوا۔

44 صفحات پر مشتمل قانونِ بے قانون کی ستم گر یالزام کے بغیر نظر بندی یا جموں وکشمیر پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتاری کے عنوان کے تحت اپنی تازہ رپورٹ میں ایمنسٹی انٹرنیشنل نے کہا ہے کہ جموں وکشمیر پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت جوابدہی، شفافیت اور انسانی حقوق کی پاسداری کو نظر انداز کرتے ہوئے نوجوانوں کو بغیر کسی جواز کے سالہال قیدخانوں میں سڑایاجارہا ہے ۔ رپوٹ میں لکھا گیاہے کہ پبلک سیفٹی ایکٹ کی وجہ سے جموں وکشمیر میں مقامی انتظامیہ اور عام لوگوں کے درمیان تناو پیدا ہوا ہے اور اسلیے اس قانون کو جلد ختم کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

سرکاری محکمہ جات اور دیگر ذرائع سے حق اطلاعات کے تحت حاصل کیے گئے دستاویزات کا حوالہ دیتے ہوئے ایمنسٹی انٹرنیشنل انڈیا نے لکھا ہے کہ (پی ایس اے) کے 210 کیسوں کی جانچ پڑتال کے بعد معلوم ہوا ہے کہ 71 کیسوں میں نوجوانوں پر مسلسل کئی دفعہ پی ایس اے نافذ کیا گیا۔ رپوٹ میں کہا گیا ہے کہ 90 فیصد کیسوں میں نوجوانوں کو ایک ہی جرم کے لیے نہ صرف پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت سزا کاٹنا پڑتی ہے بلکہ نوجوانوں کو مجرمانہ قوانین کے تحت دائر کیے گئے کیسوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل نے (پی ایس اے) کی تحقیق کے لیے سال 2012 سے لیکر سال 2018 تک عائد کیے گئے کیسوں کا مطالعہ کیا جو کشمیر صوبے کے 10 اضلاع اور جموں کے دوضلعوں

راجوری، پونچھ میں چھ سال تک نوجوانوں پر عائد کیے گئے ۔ایمنسٹی نے اپنی رپوٹ میں لکھا ہے کہ کٹھ پتلی انتظامیہ نے صوبائی وضلعی ترقیاتی کمشنروں کوحق دیا گیاہے کہ وہ گرفتاریوں اور پی ایس اے عائد کرنے کا حکم نامہ جاری کریں ۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اپنی رپوٹ میں لکھا ہے کہ بین الاقوامی قوانین کے تحت 18 سال سے کم عمر کے نوجوانوں کو نابالغ ہی تصور کیا جاتا ہے اور پی ایس اے قانون میں سال 2012 کی ترمیم کے بعد پی ایس اے کے تحت نابالغوں پر پی ایس اے عائد نہیں کیا جاسکتا تاہم جموں وکشمیر میں حکام پی ایس اے عائد کرنے سے قبل نوجوان کی عمر جاننے کی کوئی کوشش نہیں کرتے بلکہ کئی کیسوں میں نوجوانوں کی اصل عمر کو جانے بغیر ہی ان پر پبلک سیفٹی ایکٹ عائد کیا جاتا ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اپنی رپوٹ میں لکھا ہے کہ پی ایس اے کے احکامات جاری کرنے والے ضلع مجسٹریٹوں کے پاس گرفتار نوجوانوں کی عمر کا تعین کرنے کے لیے کوئی بھی قوائد و ضوابط موجود نہیں ہیں جس کی وجہ سے افسران کو پولیس کی طرف سے دائر کی گئی چارج شیٹ پر ہی منحصر کرنا پڑتا ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اپنی رپوٹ میں لکھا ہے کہ پی ایس اے کیسوں کی تحقیقات کے دوران اسے پتا چلا کہ بیشتر پبلک سیفٹی ایکٹ عائد کرنے کے احکامات عدالت میں رد کیے جاتے ہیں۔مختلف کیسوں کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ پی ایس اے احکامات میں سب سے بڑی غلطی ضلع مجسٹریٹوں کی جانب سے اپنے احکامات میں چارج شیٹ کے الفاظ کو من وعن دہرانا ہے اور بیشتر اضلاع میں ضلع ترقیاتی کمشنر پولیس کی مہر کی طرح ہی کام کرتے ہیں۔ ایمنسٹی نے اپنی رپوٹ میں لکھا ہے کہ سال 2008اور 2012 کے درمیان بطور ضلع ترقیاتی کمشنر کام کرنے والے ایک افسر نے بتایا ہے کہ ضلع ترقیاتی کمشنروں کے دفتروں میں قانونی مشاورت کے لیے کوئی بھی موجود نہیں ہوتا اور اس لیے ضلع ترقیاتی کمشنر کو پولیس پر ہی منحصر ہونا پڑتا ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے گول مول اور غیر واضح وجوہات پر کشمیری نوجوانوں

پر پی ایس اے عائد کرنے کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی رپوٹ میں لکھا ہے کہ غیر واضح اور عمومی بنیادوں پر پی ایس اے عائد کرنے کی وجہ سے کئی نوجوان پی ایس اے احکامات کے خلاف عدالت عالیہ میں درخواست بھی دائر نہ کر سکے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اپنی رپوٹ میں لکھا ہے کہ جموں وکشمیر میں پبلک سیفٹی ایکٹ کو انصاف فراہم کرنے میں رکاوٹ پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے تاکہ نوجوانوں کو بغیر کسی ضمانت کے کئی سال تک جیلوں میں دھکیل دیا جائے۔ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اپنی رپوٹ میں لکھا ہے کہ پولیس نوجوانوں کو قید میں رکھنے کے لیے بطور حفاظتی جال استعمال کررہی ہے تاکہ کوئی بھی نوجوان پولیس کی گرفت سے آسانی سے چھوٹ نہ سکے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اپنی رپوٹ میں لکھا ہے کہ جموں وکشمیر کی کٹھ پتلی انتظامیہ مسلسل نوجوانوں پر پبلک سیفٹی ایکٹ کا اطلاق کرنے کے لیے پی ایس اے کی دفعہ 19 کا غیر قانونی اور غیر ضروری استعمال کررہے ہیں جس کے تحت کسی بھی شخص کو پرانی چارج شیٹ پر دوبارہ پی ایس اے عائد کیا جاسکتا ہے۔رپورٹ میں بتایا گیا کہ (پی ایس اے) کیسوں کی تحقیق کے دوران 71افراد پر مسلسل پرانے الزام پر ہی پبلک سیفٹی ایکٹ یا پھر نئی ایف آئی آر درج کرکے پھر سے پبلک سیفٹی ایکٹ عائد کرنے کے شوہد ملے ہیں۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اپنی رپوٹ میں لکھا ہے کہ سیفٹی ایکٹ کے تحت بند نوجوانوں کے لیے انصاف پانے کا واحد ذریعہ حبس بیجا درخواست ہے اور اس میں جموں وکشمیر ہائی کورٹ کا انتہائی اہم رول بنتا ہے۔ جموں وکشمیر ہائی کورٹ نے پی ایس اے کے غلط استعمال کو روکنے کے لیے اہم رول ادا کیا ہے۔ مارچ 2016 سے لیکر جولائی 2017 تلک ہائی کورٹ نے 80 فیصد پی ایس اے احکامات کو کالعدم قرار دئے ہیں تاہم اس کے باوجود بھی عدالت لوگوں کو انصاف فراہم کرنے میں ناکام رہی ہے جس کی بڑی وجہ غیر ضروری پی ایس اے کو نظر انداز کرنا، متاثرین کو امداد فراہم نہ کرنا ہیں۔

رپورٹ کے مطابق 2011 میں ایمنسٹی انٹرنیشنل نے پبلک سیفٹی ایکٹ کو قانونِ لاقانون قرار دیا تھا اور آٹھ سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی صورتحال جوں کی توں ہے اور پی ایس اے کے لیے قانونِ لاقانون کی اصطلاع صحیح ثابت ہورہی ہے۔ پبلک سیفٹی کے ایکٹ کے ذریعے بھارتی اور بین الاقوامی سطح پر منظور شدہ انسانی حقوق چارٹر کی خلاف ورزی ہورہی ہے جبکہ 2018 میں پی ایس اے قانون میں جو ترمیم کی گئی، اس کے ذریعہ قیدیوں کو ان کے گھروں سے دور جیلوں میں رکھا گیا جو انسانی حقوق کے بین الاقوامی اصولوں کو نظرانداز کرنا ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل انڈیا نے جموں وکشمیر کی کٹھ پتلی انتظامیہ سے مطالبہ کیا کہ وہ پی ایس اے اور اس جیسے تمام قوانین، جو انتظامی نظربندی کے لیے استعمال کیے جارہے ہیں، کو فوری طور پر منسوخ کرے اور اس بات کو یقینی بنائے کہ اس قانون کے تحت غیر قانونی طور پر نظربند تمام افراد مکمل طور پر رہا ہوں اور ان کی مشکلات دور ہوں۔ انسانی حقوق کی تنظیم ایمنسٹی انڈیا نے یہ بھی مطالبہ کیا ہے کہ وہ غیر قانونی حراستوں اور قید میں اذیت رسانیوں اور تشدد کے تمام الزامات کی آزاد اور غیر جانبدارانہ تحقیق کرے اور ان واقعات میں ملوث افراد کو سزا دلائے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل انڈیا نے اپنی رپوٹ میں امید ظاہر کی کہ ایمنسٹی کی اس تفصیلی رپورٹ کے اجراء کرنے کے مقاصد میں یہ سرفہرست ہے کہ جموں وکشمیر میں 2019 میں پی ایس اے کا خاتمہ ہوگا اور کشمیریوں کو کالے قوانین سے چھٹکارا مل سکے۔

⊙......⊙......⊙

مودی انسانی تہذیب کے لیے خطرہ

پوری دنیا سے مودی پر لعنت و ملامت ہو رہی ہے اور اسے انسانی تہذیب کے لیے خطرہ قرار دیا جا رہا ہے لیکن اس سب کے باوجود شیطان صفت مودی ٹس سے مس نہیں ہو رہا۔ چند یوم قبل عالمی ذرائع ابلاغ کے ایک بڑے جریدے ''دی اکانومسٹ'' جو لندن سے شائع ہوتا ہے نے جنوری 2020 کے تازہ شمارے کے سرورق پر خاردار تاروں کے ساتھ کنول کے پھول کی تصویر شائع کی اور جس کے ساتھ جلی سرخی میں لکھا (Intolerant India) یعنی نا قابل برداشت ہندوستان جبکہ اپنی کور سٹوری میں لکھا کہ ''عدم رواداد انڈیا، مودی کس طرح دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کو خطرے میں ڈال رہے ہیں'' کے عنوان سے شائع ہونے والی اس سٹوری میں وزیر اعظم نریندر مودی کی پالیسیوں کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ حکومت کی پالیسیاں نریندر مودی کو انتخابات جیتنے میں مدد کر سکتی ہیں لیکن وہی پالیسیاں بھارت کے لیے سیاسی زہر ثابت ہو سکتی ہیں۔ اسے قبل نریندر مودی کی 2013 کی انتخابی مہم کے دوران بھی'' دی اکانومسٹ'' نے ایک رپورٹ شائع کی تھی۔ اس وقت کی کور سٹوری کا موضوع تھا کہ'' کیا مودی انڈیا کو بچا پائیں گے یا تباہ کر دیں گے۔'' اسے قبل 11 مئی 2019 کو معروف امریکی جریدے ٹائم میگزین نے اپنے سرورق پر مودی کی تصویر کے ساتھ ساتھ (India's divider-in-chief) یعنی انڈیا کو منقسم کرنے والا سربراہ لکھا تھا۔ ٹائم میگزین نے اپنے سرورق کو ٹویٹ کرتے ہوئے لکھا'' کیا دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت مودی حکومت کو آئندہ مزید پانچ برسوں تک برداشت کر سکتی ہے''

اس کے بعد 24 جنوری 2020 کو ڈیووس فورم پر ضمیر انسانی پر امریکہ کی معروف ارب پتی شخصیت جارج سوروس نے ڈیووس کے اٹھائے گئے سوالات کے جواب میں کون کیا کہہ سکتا ہے کیوں کہ یہ ایک مبرہن حقیقت ہے کہ مودی سے ٹرمپ تک سب کے سب انسانیت کے دشمن بنے بیٹھے ہیں۔ ڈیووس میں منعقد عالمی اقتصادی فورم میں ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے نے کہا کہ قوم پرستی کھلے معاشرے کی سب سے بڑی دشمن ہے۔ انھوں نے انڈیا کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ جمہوری معاشروں کو سب سے بڑا خطرہ قوم پرستی سے ہے۔کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہ دنیا تاریخ کے ایک ایسے مقام پر کھڑی ہے جہاں انسانی تہذیب کے وجود کو خطرہ لاحق ہے۔جارج سورس 40 سال سے دنیا کے 120 ملکوں میں فلاحی کام کرنے والی تنظیم(Open Society Foundations) کے سربراہ ہیں۔ ڈیووس میں دنیا کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ سب سے بڑا اور خوفناک دھچکا انڈیا میں لگا ہے جہاں جمہوری طریقے سے منتخب نریندر مودی ایک ہندو قوم پرست مملکت قائم کر رہے ہیں، جنھوں نے مسلم آبادی والے کشمیر(مقبوضہ جموں وکشمیر) کو اجتماعی طور پر معتوب کر رکھا ہے اور جو بھارت کے اندر بھی لاکھوں مسلمانوں کو ان کی شہریت سے محروم کرنے کی طرف گامزن ہیں۔انھوں نے کہا کہ یہ تاریخ کی ایک ایسی منزل ہے جہاں ان مسائل سے انسانی تہذیب کا وجود خطرے میں ہے۔ انھوں نے کہا کہ اس بات کے امکان کم ہیں کہ سیاسی رہنما ان چیلنجز کا سامنا کرنے میں عوام کی تمناؤں پر پورے اتریں گے کیونکہ یہ سیاسی رہنما موجودہ صورتحال کو اپنے مفاد کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا میں مایوسی کی فضا بنی ہوئی ہے۔

جارج سوروس نے ماحولیاتی صورتحال اور عالمی بے چینی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہ برس اور آئندہ چند برس صرف امریکہ کے صدر ڈونلڈ ٹرمپ اور چین کے صدر شی جن پنگ کے ہی مستقبل کا نہیں پوری دنیا کے مستقبل کا فیصلہ کریں گے۔امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ اور

چین کے صدر شی جن پنگ کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔ انھوں نے کہا ڈونلڈ ٹرمپ ایک نوسر باز اور انتہا کے نرگسیت پسند شخص ہیں جو آئینی حدود کی خلاف ورزیاں کر رہے ہیں۔ جب کہ چینی صدر شی جن پنگ ٹیکنالوجی کے ذریعے لوگوں کی زندگیوں کو کنٹرول کرتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر یہ دونوں شخص اقتدار میں نہ ہوتے تو دنیا ایک بہتر جگہ ہوتی۔ جارج سورس نے کہا کہ ڈونلڈ ٹرمپ ذاتی مفاد کو قومی مفاد پر ترجیح دینے کے لیے تیار ہیں اور وہ اگلے انتخابات میں کامیابی کے لیے سب کچھ کریں گے۔

مودی کے انڈیا پر جارج سوروس نے کھینچا وہ حقائق پر مبنی ہے۔ کیونکہ حقائق یہ ہیں کہ مودی نے مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کا گزشتہ 6 ماہ سے ایک کڑا محاصرہ کر رکھا ہے جب کہ بھارتی مسلمانوں کو وہ بھارت سے بے دخل کر کے بے وطن اور بے گھر کرنے کے منصوبوں پر عمل پیرا ہے۔ مودی پاکستان کے خلاف زہر اگل رہا ہے اور اسے سبق سکھانے کی کھلم کھلا دھمکیاں دے رہا ہے۔ اس حوالے سے کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا ہے۔ یہ سب کیا ہے یہ مذہب کے نام پر اس تفریق کا ارتکاب ہے جو مودی اور آر ایس ایس کا نازی ایجنڈا ہے۔ بلاشبہ مودی کی اس اشتعال انگیزیوں کے نتیجے میں خطے کے امن کے لیے پیدا ہونے والے خطرات نے جو خوفناک صورتحال اختیار کی ہے۔ جب مودی بطور بھارتی وزیر اعظم اپنی فوج اور اپنی پوری حکومتی مشینری یا حکومتی طاقت کے ساتھ کھلم کھلا مسلمان دشمنی پر اتر آیا ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اسے خطے کی پونے دو ارب آبادی کے سروں پر ایٹمی جنگ کے سائے منڈلانے لگے کیوں کہ ہندو انتہا پسند مودی کی وزارت عظمیٰ میں بھارت کا ایٹم بم غیر محفوظ ہے، مودی کی موجودگی میں اس امر کی کوئی گارنٹی نہیں کہ بھارت ایٹم بم چلانے میں پہل نہ کرے۔

پاکستان نے اس صورتحال کا ادراک کرتے ہوئے، پہلے ہی سے مودی کی مسلمان دشمنی اور اس کی جارحیت سے دنیا بھر میں ایک آگاہی مہم شروع کردی ہے اور عمران خان تمام عالمی

فورموں پر اپنی ہر تقریر میں مودی اور آر ایس ایس کے منصوبوں کو طشت از بام کر رہے ہیں اور وہ دنیا کو اس امر سے خبردار کر رہے ہیں کہ مودی سرکار کی موجودگی میں خطے میں ایٹمی جنگ کے سایے منڈلاتے نظر آ رہے ہیں۔ پاکستان دنیا کو بتا رہا ہے کہ مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ کی قراردادوں کی روشنی میں حل کر کے خطے میں بھارتی الخناس کو روکا جائے۔ دنیا کو یہ بات بتانے کی اشد ضرورت ہے کہ مودی سرکار کا طرز عمل نہایت جارحانہ اور جاہلانہ ہے اور یہ ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ کھلم کھلا مسلم دشمنانہ اور ہندو انتہا پسندانہ نظریات کا پرچار کرنے والے مودی نے کشمیر اور پاکستان اور بھارتی مسلمانوں کے خلاف جنگی محاذ کھول دئے ہیں۔

مودی کے ساتھ ساتھ جارج سوروس نے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کو انسانی تہذیب کے لیے خطرہ قرار دیا اس میں بھی کیا شک ہے۔ صدر ڈونلڈ ٹرمپ مسلمانوں کے خلاف متعصّبانہ نعروں کے ساتھ ہی میدان میں اترے۔ ٹرمپ نے شامی مہاجرین سمیت سات مسلم ملکوں کے شہریوں کا امریکہ میں داخلہ بند کیے جانے کے حکم نامے پر دستخط کر دیے ہیں اور امریکی ہوائی اڈوں پر اس حکم پر عمل درآمد شروع کرادیا ان ملکوں سے امریکہ پہنچنے والے متعدد مسلمانوں کو پاسپورٹ اور ویزا سمیت تمام قانونی دستاویزات رکھنے کے باوجود گرفتار کر لیا گیا یا امریکہ میں داخلے سے روک دیا گیا ہے۔ اس پابندی کا اطلاق امریکی گرین کارڈ رکھنے والوں پر بھی ہوا۔ صدر ٹرمپ کے انتظامی حکم کے اجرا کے بعد مشرق وسطی کے ایئرپورٹس پر ممنوعہ ملکوں سے تعلق رکھنے والے امریکہ جانے کے خواہشمند مسافروں کو امریکی فضائی کمپنیوں کے طیاروں میں سوار ہونے سے روکا گیا۔ جب قوموں کے درمیان فاصلے بڑھانے اور دیواریں بنانے کے بجائے دیواریں گرانے کی ضرورت تھی تو ٹرمپ یہ فاصلے بڑھاتے چلے گئے۔ حالانکہ فرانس اور جرمنی کے وزرائے خارجہ نے صدر ٹرمپ کے اس فیصلے کو سخت نقصان دہ قرار دیا ہے۔ اقوام متحدہ کے ادارہ برائے مہاجرین نے تارکین وطن کے بارے میں نئی امریکی پالیسیوں پر نظر ثانی اور ان میں نرمی لانے پر زور دیا۔ ان اقدامات کے سبب

امریکی ریاست کیلی فورنیا میں علیحدگی کی تحریک شروع ہوگئی ہے۔فیس بک کے بانی مارک زکر برگ کا کہنا ہے کہ امریکی قوم تو بنیادی طور پر تارکین وطن ہی پر مشتمل ہے اور خود ان کا تعلق بھی ایک ایسے خاندان سے ہے جو ترک وطن کر کے امریکہ آیا تھا۔لیکن ٹرمپ کی پالیسیوں میں سرموانحراف نہ ہوسکا۔

جارج سوروس کی انڈیا سے امریکہ تک مودی سے ٹرمپ تک جس خوفنا کی کوطشت از بام کردیا اسے صاف دکھائی دے رہا ہے کہ کرہ ارض پر موجود سات ارب 80 کروڑ انسانوں کا یہ قافلہ ایسے خونخوار درندوں کے نرغے میں ہے جو انسانیت کے خاتمے پر منصوبے ترتیب دے رہے ہیں۔غور کریں تو پتا چلتا ہے کہ کوتاہ نظر پالیسیوں کا شاخسانہ ہے کہ پچھلی تین دہائیوں سے مشرق سے مغرب تک پوری انسانیت پیچ وتاب کھارہی ہے اور مذہب، رنگ ،نسل اور جنس کی بنیاد پر تفریق کی فلک بوس دیواریں قائم ہیں۔اس تناظر میں مودی، ٹرمپ، پیوٹن اور شی جن پنگ اپنے ملکوں کے حکمران ہو سکتے ہیں، لیکن یہ ہرگز ضمیر انسانی کی نمائندگی نہیں کرتے۔

⊙......⊙......⊙

شہریت ترمیمی بل کے کشمیر پر ہلاکت خیز اثرات

2019 کو بھارت کی مودی سرکار نے ''شہریت ترمیمی قانون'' بنایا۔ اس قانون کے تحت بھارت کے پڑوس کے مسلم ممالک پاکستان، بنگلہ دیش اور افغانستان میں بسنے والے غیر مسلموں کو بھارتی شہریت دینے کی گنجائش نکالی گئی ہے۔ اس کی دلیل یہ پیش کی گئی ہے کہ متذکرہ مسلم ممالک میں غیر مسلموں پر ظلم ہوتا ہے۔اس نئے قانون کو لاتے ہوئے البتہ مودی سرکاری یہ بات پس پشت ڈال گئی کہ جتنے مظالم ہندوستان کے اندر مسلم اقلیت پر ہوتے ہیں کسی مسلمان میں غیر مسلموں کے ساتھ نہیں ہوتے اور گائے ذبیحہ کے شک پر مسلمانوں کے ساتھ لنچنگ کا اعتراف خود مودی نے بھی کر دیا۔ البتہ بھارت کے اندر اقلیتوں خصوصاً مسلمانوں پر مظالم کی جب بات ہوتی ہے تو حکومت اس کو داخلی معاملہ کہہ کر رفع دفع کر دیتی ہے۔

بھارتی شہریت ترمیمی قانون کے مقبوضہ کشمیر پر بھی مہلک اور ہلاکت خیز اثرات مرتب ہوئے یہ اس لیے کہ 5 اگست 2019 کو اٹھائے جانے والے بھارتی اقدام کے بعد کشمیر پر اسرائیلی ماڈل لاگو کرنے کے بلیغ اشارے مل چکے ہیں اور NRC اور CAB یعنی نیشنل رجسٹریشن آف سٹیزن شپ اور سٹیزن شپ امنڈمنٹ بل منظور کرنے سے ان اشاروں کے درست اور صحیح ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی گئی۔ ہمیں اس بل کو 5 اگست کو کشمیر میں اٹھائے جانے والے اقدام کے تناظر میں دیکھ لینا چاہیے۔ کشمیر پر لاگو بھارت کا ایکٹ 370 اور اسکی ضمنی شق 35A کے تحت کشمیر کی دھرتی پر کوئی غیر ریاستی باشندہ مستقل طور پر رہائش اختیار کر سکتا تھا اور نہ ہی یہاں کوئی پراپرٹی خرید سکتا تھا لیکن 5 اگست کو جب بھارت نے اس ایکٹ کو ختم

کر دیا اور ساتھ ہی یہ قانون بھی بنادیا کہ پڑوسی ممالک سے غیر مسلم، ہندو، سکھ، پارسی وغیرہ بھارت آ کر بھارت کے مستقل باشندے بن سکتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیوں بھارت کے پڑوسی ممالک سے غیر مسلم اقلیتیں چھوت چھات کی لعنت میں گرفتار بھارت کی طرف نقل مکانی کریں جبکہ وہ اپنے ممالک میں عزت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ کیوں پاکستان سے کوئی غیر مسلم بھارت چلا جائے، جبکہ انھیں پاکستان میں پورے حقوق حاصل ہیں۔ یہ کل کی بات ہے کہ سکھوں کے لیے پاکستان نے کرتاپور کھول دیا اور انھیں بھارت سمیت پوری دنیا میں اتنا بڑا کوئی گردوارہ نہیں کہ جو انھیں عمران خان حکومت نے بنا کر دیا۔

سوال یہ ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم بھارت کی طرف نقل مکانی کر بھی لیتا ہے تو تمام ریاستیں انھیں اپنی سرزمین پر بسیرا کہاں کرنے دیں گی اس لیے غذر لنگ تراش کر انھیں ارض کشمیر جہاں کٹھ پتلی ریاستی نظام ختم کر دیا گیا اور جب انتظامی طور پر کوئی روکنے ٹوکنے والا کوئی موجود ہی نہ ہو تو پھر سرزمین کشمیر پر انھیں بسائے جانے میں کوئی دورائے نہیں۔ جب صورتحال یہ ہو کہ سو فیصد مسلم اکثریتی علاقے وادی کشمیر میں سب سے بڑا، اسلامی مرکز ''جامع مسجد سری نگر'' سے چار ماہ کے عرصے سے اذان پر پابندی عائد ہو اور مسلمانوں کو ہی اپنے عقائد کی ادائیگی کی اجازت نہ دی جا رہی ہو تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس سرزمین کی اسلامی شناخت ختم کرنے کے ناپاک بھارتی منصوبے تکمیل کو پہنچ چکے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ بھارت کو اس طرح کی جرات کیسے ہوئی کہ کشمیر کے سب سے بڑے مرکز کو مسلمان کی عبادت کے لیے بند کر دے شائد اس لیے کہ وہ اسرائیل کی طرح سمجھ رہا ہے کہ اس کے پڑوس میں جو حکمران طبقہ ہے وہ بزدل لوگوں پر مشتمل ہے اور یہ کہ وہ ''دیوار گریہ'' اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں ایک عدد بے حد اچھی تقریر کے سوا عملی طور پر کچھ نہیں کر سکتے ورنہ سوال ہی پیدا نھیں ہوتا کہ گائے اور بندر کے پجاری ہندو کی اتنی ہمت نہ ہوتی۔

انڈیا کی حکومت نے شہریت کا ایک متنازع قانون متعارف کروایا ہے جس کے تحت اس

کے تین پڑوسی ممالک سے آنے والے غیر مسلم پناہ گزینوں کو وہاں کی شہریت مل سکے گی۔اس قانون کے تحت پاکستان، بنگلہ دیش اور افغانستان سے تعلق رکھنے والے ایسے ہندو،سکھ،جین، پارسی اور مسیحی افراد بھی انڈیا کی شہریت کے لیے اہل ہوں گے جو ملک میں غیر قانونی طریقوں سے داخل ہوئے۔مودی حکومت کا کہنا ہے کہ ان ممالک میں بسنے والی اقلیتوں کی تعداد کم ہو رہی ہے انھیں اپنے عقائد کی وجہ سے حقوق کی پامالی کا سامنا ہے۔اس قانون پر تنقید کرنے والوں کا کہنا ہے کہ اس میں سے مسلمانوں کو خارج کر کے انڈیا کی حکومت ان کے ساتھ مذہبی امتیاز کا مظاہرہ کر رہی ہے۔

بھارتی وزیرداخلہ امت شاہ کا کہنا ہے کہ 1951 میں پاکستان میں اقلیتیں کل آبادی کا 23 فیصد تھیں، لیکن ان پر ڈھائے جانے والے مظالم کے باعث اس تناسب میں کمی آئی ہے۔ تاہم ایسے اعداد وشمار حقیقت پر مبنی نہیں۔ پاکستان کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان کی ہندو آبادی میں زیادہ کمی بیشی نہیں ہوئی اور 1951 میں 1.5 فیصد سے آج وہ 2 فیصد پر کھڑی ہے۔تاہم بنگلہ دیش میں ہونے والی مردم شماری سے یہ پتا چلتا ہے کہ وہاں بسنے والی اقلیتی برادریوں کی تعداد میں کمی آئی ہے۔ 1951 میں بنگلہ دیش کی آبادی میں 22 سے 23 فیصد حصہ اقلیتوں کا تھا، جبکہ 2011 میں یہ کم ہو کر آٹھ فیصد رہ گئے اسی وجہ کی1971 پاک بھارت جنگ اورمشرقی پاکستان کا بطور بنگلہ دیش کے ایک الگ مملکت بن جانااوراسکے نتیجے میں بنگلہ دیش سے ہندوؤں کا بھارت منتقل ہونا ہے۔

پاکستان اور بنگلہ دیش میں اور بھی کئی غیر مسلم اقلیتیں ہیں، مثلاً مسیحی، بودھ،سکھ اور پارسی وغیرہ۔ ان کے علاوہ پاکستان میں احمدی بھی بستے ہیں۔ یہ وہ فرقہ ہے جسے پاکستان کی حکومت نے 1970 کی دہائی میں غیر مسلم قرار دیا تھا۔اندازوں کے مطابق پاکستان میں اس برادری کے تقریبا 40لاکھ افراد بستے ہیں اور یہ ہی پاکستان میں بسنے والی سب سے بڑا اقلیتی گروہ ہے۔دوسری جانب افغانستان میں ہندو، سکھ، بہائی اور مسیحی مل کر آبادی کا صرف 0.3 فیصد ہیں۔سنہ 2018 میں افغانستان میں صرف 700 سکھ اور ہندو ہی بچے تھے۔

پاکستان، افغانستان اور بنگلہ دیش کے آئین میں ریاست کے مذہب کا ذکر ہے۔ اس کی وجہ سے کئی ایسے افراد جو ہندو، سکھ، بودھ، جین، پارسی یا مسیحی برادریوں سے تعلق رکھتے ہیں انھیں مذہب کی بنا پر امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ بات سچ ہے کہ اسلام پاکستان کا قومی مذہب ہے اور افغانستان بھی ایک اسلامی ریاست ہے۔لیکن بنگلہ دیش میں صورتِ حال زیادہ پیچیدہ ہے۔ اگرچہ 1971 میں ریاست کی بنیاد سیکولر بنیادوں پر قائم کی گئی تاہم 1988 میں اسلام کو سرکاری مذہب قرار دے دیا گیا۔اس حوالے سے ایک طویل قانونی جنگ 2016 میں اس وقت ختم ہوئی جب ملک کی عدالتِ عظمیٰ نے اسلام کی سرکاری مذہب کے طور پر تاید کر دی۔لیکن ان تمام ممالک میں اقلیتوں کو آئینی تحفظ موجود ہے اور اضافی حقوق بھی حاصل ہیں۔ پاکستان اور بنگلہ دیش کی تاریخ میں کئی نامور ہندو گزرے ہیں اور دونوں ممالک میں ہندو چیف جسٹس بھی رہ چکے ہیں۔

⊙......⊙......⊙

جینوسائڈ واچ کا ریسرچ اور آج کا ہندوستان

تاریخی حقائق کا مطالعہ بتلاتا ہے کہ نسلی یا مذہبی آبادی کی بنیاد پر کسی ملک کی اقلیت کی شہریت ختم کرنے کے فورا بعد اس کی نسل کشی کا آغاز نہیں ہوتا بلکہ چند سالوں تک اکثریتی آبادی میں نفرت کا پروپیگنڈا کر کے پہلے ماحول بنایا جاتا ہے اور پھر نسلی کشی کے خوفناک منصوبے کو انجام دیا جاتا۔ اس پس منظر میں یہ بات یادرکھنی چاہیے کہ کسی بھی علاقے میں نسل کشی اچانک نہیں ہوتی ہے، بلکہ فاشسٹ طاقتیں اس کے لیے اسٹیج تیار کرتی ہیں، اس کے پیچھے کئی سالوں کی محنت ہوتی ہے، تب جا کر نسل کشی کا جرم انجام دیا جاتا ہے۔ جینوسائڈ واچ کے صدر ڈاکٹر جارج اسٹانٹن نے نسل کشی کے دس ادوار لکھے ہیں۔ آج ہم اس کا تذکرہ کریں گے اور دیکھیں گے کہ ہندوستان کی موجودہ صورت حال کس خوفناک انسانی المیے کی طرف جا رہی ہے۔

جینو سائڈ واچ کے صدر ڈاکٹر جارج اسٹانٹن نے نسل کشی کے جو دس ادوار لکھے ہیں ان میں سے پہلا یہ کہ کلاسیفیکیشن کی جاتی ہے یعنی ملک کے عوام کو نسلی، لسانی اور مذہبی بنیادوں پر تقسیم کیا جاتا ہے، ہم اور وہ کے درمیان آبادی کو بانٹ دیا جاتا ہے، نسل کشی کی طرف یہ پہلا قدم ہوتا ہے۔ دوئم سمبلائزیشن: یہ نسل کشی کی طرف دوسرا قدم ہوتا ہے، اس درجے میں آ کر مختلف نسلی اور مذہبی گروہوں کے مختلف لباس اور رنگ متعین ہوجاتے ہیں۔ حالانکہ یہ چیز فطری ہیں اور یہ ضروری نہیں ہے کہ الگ رنگ ولباس کا نتیجہ نسل کشی ہی ہو، لیکن جب رنگ ولباس سے اچھے اور برے کی پہچان ہونے لگے تو سمجھ لیجیے کہ نسل کشی کی طرف دوسرا قدم اٹھا لیا گیا ہے۔ سوئم ڈسکریمنیشن: یعنی نسلی امتیاز۔ غالب گروہ اقلیتوں کے معاشرتی اور قانونی

حقوق رفتہ رفتہ چھیننا شروع کر دیتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آ تا ہے کہ مغلوب گروہ کی شہریت بھی سلب کر لی جاتی ہے، جس سے ان پر ظلم وستم کی راہ ہموار ہو جاتی ہے۔

چہارم ڈی ہیومنائزیشن : اس درجے پر آ کر غالب گروہ مغلوب کے ساتھ غیر انسانی سلوک کرنا شروع کر دیتا ہے۔ مغلوب گروہ کو جانور کے برابر سمجھ لیا جاتا ہے اور ان کو معاشرے کا ناسور اور کینسر تصور کیا جاتا ہے۔ اس پروپیگنڈے کو بڑھاوا دینے کے لیے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا بھی سرگرم ہو جاتا ہے۔ **پنجم آرگنائزیشن** :نسل کشی ہمیشہ منظّم ہوتی ہے، اس کے لیے کبھی حکومت کھل کر میدان میں آ جاتی ہے اور کبھی اپنی نجی ملائشا گروہوں کا سہارا لیا جاتا ہے اور ان کو تیار کیا جاتا ہے۔ جارج اسٹانٹن کے مطابق دارفور میں سوڈانی فوج کے ذریعے جنجاویڈ نامی گروپ کا اسی لیے استعمال کیا گیا۔ ششم پولرائزیشن: اس اسٹیج پر اکثریت اور اقلیت کے تعلقات کو بری طرح سے مجروح کیا جاتا ہے، بین المذاہب شادیوں پر پابندی عاید کی جاتی ہے، اکثریتی سماج کی معتدل شخصیات کو نشانہ بنایا جاتا ہے، ان کو گرفتار یا قتل کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اقلیتی سماج کی لیڈر شپ کو ختم کیا جاتا ہے۔ ہفتم پریپریشن: اس مرحلے میں نسل کشی کی ٹریننگ ہوتی ہے، لوگوں کو ہتھیار چلانے کی مشق کرائی جاتی ہے، ان کو یہ بتایا جاتا ہے کہ آخری حل یہی ہے۔ جرمنوں میں یہود کے خلاف فائنل سلوشن کی صدا بلند کی گئی تھی۔ لوگوں کو بتایا جاتا ہے کہ اگر ہم نے یہ قدم نہیں اٹھایا تو ہم ختم ہو جائیں گے۔

ہشتم پرسیکیوشن : یعنی اقلیتی گروہ کو سب سے پہلے اکثریتی سماج سے ممتاز کر دیا جاتا ہے، ان کے علاقے الگ کر دیے جاتے ہیں، اپنے علاقوں میں ان کو جگہ نہیں دی جاتی ہے، بلکہ اقلیتی برادری کے لوگوں کی زمینیں اور جائدادیں ضبط کر لی جاتی ہیں، ان کو ڈیٹینشن یا کانسنٹریشن کیمپس میں ڈال دیا جاتا ہے۔ نہم ایکسٹرمنیشن: یعنی اس مرحلے پر آ کر قتل عام شروع ہوتا ہے، جس کو عالمی قانون کی زبان میں نسل کشی کہا جاتا ہے۔ عورتوں کا ریپ کیا جاتا ہے، لاشوں کی بے حرمتی کی جاتی ہے، اس مرحلے پر سرکاری فوج بھی نجی ملائیشیا گروپس کے

ساتھ مل جاتی ہے اور اقلیتوں کے خلاف غیر انسانی سلوک کرتی ہے اور لاکھوں لوگوں کو قتل کردیتی ہے اور ان کی لاشوں کو اجتماعی قبروں میں ڈال دیا جاتا ہے۔دہم ڈینائیل: یعنی انکار۔ عموماً مرقومہ بالا تمام مراحل میں اور خصوصاً نسل کشی کے بعد حکومت کی طرف سے انکار کیا جاتا ہے کہ کسی بھی قسم کی نسل کشی سرزد ہوئی ہے۔حکومت آزادانہ انکوائری میں رکاوٹ بنتی ہے اور کبھی اپنا جرم تسلیم نہیں کرتی۔ وہ امتیازی قانون بناتی بھی ہے اور اس کو تسلیم بھی نہیں کرتی ہے۔واضح رہے کہ یہ دس ادوار ہمارے خود ساختہ نہیں ہیں، بلکہ ڈاکٹر جارج اسٹانٹن کی ریسرچ کا حصہ ہیں۔

جینو سائڈ واچ کے صدر ڈاکٹر جارج اسٹانٹن کے ریسرچ کو سامنے رکھتے ہوئے ہم آج سوویت یونین، جرمنی اور برما میں ہوئی نسل کشی پر نظر دوڑاتے ہیں اور پھر مودی کے ہندوستان میں پیدا شدہ حالات کا موزانہ کرکے مودی کے مسلم کش ایجنڈے کے تانے بانے تلاش کرتے ہیں۔ زار روس کی موت کے بعد ولادیمیر لینن نے سوویت یونین کی بنیاد رکھی۔ زار کی موت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یوکراین نے روس سے اپنی آزادی کا اعلان کردیا تھا۔لینن نے 917میں یوکراین پر دوبارہ قبضہ کی مہم کا آغاز کیا اور تین چار سال کی جدوجہد کے بعد قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ 1924میں لینن کے مرنے کے بعد اسٹالن اس کا جانشین بنا۔ اس ظالم حکمران کو یہ برداشت نہیں تھا کہ اس کے ماتحت علاقوں میں کسی بھی طرح کی آواز اس کے خلاف اٹھے۔ چنانچہ 1929میں اس نے پانچ ہزار سے زائد یوکراینی پروفیسرز، سائنس داں، ماہرین تعلیم اور مذہبی قائدین کو گرفتار کرلیا اور ان کی بڑی تعداد کو بغیر کسی مقدمے کے قتل کردیا گیا باقی بچ جانے والوں کو (detention camps) میں بھیج دیا گیا۔ یوکراین کی 80فیصد آبادی زراعت پیشہ تھی۔ ان کسانوں میں کچھ ایسے بھی تھے جن کی ملکیت میں 24ایکڑ سے زائد زمینیں تھیں اور یہ لوگ نسبتاً امیر تھے۔ یوکراین میں ان لوگوں کو کلاک کہا جاتا تھا۔ اسٹالن کو یہ خدشہ تھا کہ زمین داروں کے اسی طبقے کے ذریعے دوبارہ بغاوت ہوسکتی

ہے، لہذا اس نے اس طبقہ کے افراد کو تمام انسانی اور شہری حقوق سے محروم کردیا۔ ان کو سرکاری طور پرعوام دشمن اور ملک دشمن قرار دیا گیا، ان کی نسل کشی کی گئی اور بچ جانے والوں کو سائبیریا کے جنگلات میں قائم (detention centes) میں بند کردیا گیا۔ اسٹالن کے ذریعے کی جانے والی اس نسل کشی میں سات لاکھ لوگوں نے اپنی جانیں گنوائیں۔ظلم کی بنیاد پڑنے کے بارہ سالوں بعد یہ نسل کشی ہوئی۔

1933 میں، دس سالہ سیاسی جدوجہد کے بعد ہٹلر نے جرمنی کا اقتدار سنبھالا۔ یہودی اس ملک میں صدیوں سے رہتے چلے آرہے تھے، وہ اپنے آپ کو وطنی اعتبار سے جرمن اور مذہبی اعتبار سے یہودی قرار دیتے تھے۔ انھوں نے اپنے ملک کے لیے دوسرے جرمنوں کے شانہ بشانہ قربانیاں بھی دی تھی۔لیکن ہٹلر نے نسل پرستی کا سہارا لے کر اقتدار پر قبضہ کیا اور 1935 میں نوریمبرگ لا ملک میں نافذ کر دیا، جس کے نتیجے میں یہودیوں کی جرمن شہریت چھین لی گئی، غیر یہودیوں کے ساتھ ان کے شادی بیاہ کو غیر قانونی قرار دیا گیا،فوج اور پولیس کی ملازمتوں سے ان کو نکالا گیا، اسکولوں اور کالجوں سے بھی ان کو محروم کر دیا گیا۔اس عرصے میں یہودیوں کے خلاف ہٹلر کے وزیر جوزف جوبیلس نے ان کو جرمنوں کا دشمن اور ملک کا غدار قرار دیا گیا۔ اخبارات میں یہود مخالف مضامین شائع ہونے لگے، جگہ جگہ ان کے خلاف پوسٹرز لگنے لگے، جرمن فلم انڈسٹری بھی ان کے خلاف میدان میں آ گئی،فلموں میں ان کو ملک دشمن دکھایا جانے لگا اور آخرکار اسکولوں کا نصاب بھی بدل دیا گیا۔ 1939 میں ہٹلر نے اپنے زیرنگیں علاقوں میں کانسنٹریشن کیمپس کی تعمیر کا حکم دیا اور 1942 سے سرکاری فوجیوں نے بڑے پیمانے پر یہودیوں کا قتل عام کرنا شروع کر دیا۔ لاکھوں کی تعداد میں ان کو (Nazi concentration camps) میں لایا جاتا اور (Gas chambers) میں بند کرکے ہلاک کر دیا جاتا۔ ان کی ہلاکت پرنفرت کے پروپیگنڈے سے متاثر جرمنوں میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی۔ یہودیوں سے جرمنی کی شہریت چھینے جانے کے سات سال کے بعد ان کی نسل کشی کی گئی۔

برما نے (1942) میں سٹیزن شپ قانون ملک میں متعارف کرایا اور روہنگیا مسلمانوں کو

شہریت سے محروم کردیا۔ اس قانون سے پہلے بھی روہنگیا کوئی اچھی حالت میں نہیں تھے۔ دو سے زائد بچے پیدا کرنا قانوناً جرم تھا، ان کی بہت سی زمینیں چھین لی گئیں تھی اور ان کی ایک بڑی تعداد کو صفائی کرنیوالے تھرڈ کلاس کی مخلوق قرار دے دیا گیا۔ لیکن 1982 کے شہریت قانون کے بعد ان پر ظلم میں اضافہ ہوا اور 2017 میں ان کی بڑے پیمانے پر نسل کشی شروع ہوگئی، خواتین کی اجتماعی عصمت دری کی گئی، گھروں کو مسمار کردیا گیا اور روہنگیا کی پوری نسل کو ملک دشمن قرار دے دیا گیا۔ اس ظلم میں برمی فوج کے ساتھ مقامی بودھ آبادی نے بھی پورا حصہ لیا۔ مقامی لوگوں کو یہ لالچ تھا کہ روہنگیا کے خاتمہ کے بعد ان کی زمینیں مقامی لوگوں کے ہی قبضے میں آنی ہیں۔ روہنگیا کے خلاف نسل کشی ظلم کی بنیاد پڑنے کے 35 سال کے بعد شروع ہوئی۔

اندازہ کیجیے کہ آج ہندوستان کے مسلمانوں پر یہ دس ادوار کس طرح داخل ہوچکے ہیں اور ان پر ان میں سے کئی دور چل چکے ہیں۔ جس طرح فاشسٹ طاقتوں کے لیے یہ صورت حال ابھی نہیں تو کبھی نہیں کا مصداق ہے، ہندوستانی مسلمانوں کے لیے بھی کرو یا مرو جیسی صورت حال ہے۔ اگر آج ہندوستان کا مسلمان خاموش بیٹھ گیا اور این پی آر کا عمل شروع ہوگیا تو حالات آئندہ چند سالوں میں کیا ہوں گے، اس کا اندازہ ان سطور کے پڑھنے کے بعد بآسانی لگایا جاسکتا ہے۔ ہندوستان میں مسلمان اپنے لباس اور بہت سی معاشرتی خصوصیات کی بنا پر پہلے ہی ممتاز ہیں۔ تقریباً ہر شہر میں مسلم آبادی الگ ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مودی نے حال ہی میں احتجاج کرنے والوں کو ان کے لباس سے پہچاننے کی بات کہی ۔ جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ ان مسلمانوں کو نہیں چھوڑیں گے ، ہندوستان کے کئی صوبوں میں ڈیٹینشن کیمپس تعمیر کیے جا رہے ہیں جبکہ آسام میں بہت سے لوگوں کو پہلے ہی ڈیٹینشن کیمپ میں ڈالا جاچکا ہے۔

مودی کی مدر تنظیم آر ایس ایس اعلان کرچکی ہے کہ ہندو راشٹر کا قیام اگر ابھی نہیں تو کبھی نہیں۔ ہندو راشٹر کا قیام اگر ابھی نہیں تو کبھی نہیں۔ ہندوستان میں ہتھیار چلانے کی ٹریننگ

آر ایس ایس کے غنڈے نہایت منظّم طریقے سے حاصل کر رہے ہیں۔ 2017 میں امریکی سی آئی اے نے بجرنگ دل کو دہشت گرد گروپ قرار دیا ہے اور حالیہ مظاہروں کے بعد پولیس ایکشن میں بجرنگ دل نیز آر ایس ایس کے کارندوں کی بربریت اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہ گئی اور یہ بتانے اور ثابت کرنے کی اب ضرورت نہیں ہے کہ یہ فاشسٹ کھل کر یہ بتا رہے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی بڑھ رہی ہے اور 2050 تک مسلمان اکثریت میں آ جائیں گے۔ سی اے اے نامی قانون کے ذریعے ہندوستان کی ہندو اکثریت کو یہ میسج دیدیا گیا کہ جن ملکوں میں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں انھوں نے اقلیتوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے ہیں، پاکستان میں آزادی کے وقت 23 فیصد ہندو تھے جو اب صرف تین فیصد رہ گئے ہیں مگر ہندوستان میں مسلمان کی بے تحاشہ افزائش نسل ہو رہی ہے۔

2017 سے سینکڑوں ہندوستانی مسلمانوں کو گائے ذبیحہ پر قتل کردیا گیا اور یہیں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے خلاف ہو رہی نسل کشی کے ناپاک منصوبوں کو کس طرح ترتیب دیا گیا ہے۔ آج ہندوستانی میڈیا میں کھلم کھلا یہ کہا جارہا ہے مسلمانو! اگر گائے کا احترام نہیں کر سکتے ہو تو پاکستان چلے جاؤ۔ ہندوستان میں یہ تقسیم یوں تو بہت پرانی ہے، لیکن برطانیہ سے آزادی کے بعد سے اب تک اس تقسیم میں شدت ہی پیدا ہوئی ہے۔ ہندو اکثریت کو مسلمان اقلیت کے خلاف غیر انسانی سلوک پر بھڑکانے کے لیے میڈیا مکمل طور پر سرگرم عمل ہے اور کھلم کھلا مسلمانوں کو ذلیل کیے جانے کا عمل دن رات جاری ہے۔ ہندوستان کے اندر مسلمانوں کے حق میں اٹھنے والی بہت سی آوازوں کو دبایا جارہا ہے جنھیں قتل نہیں کیا جاسکتا تو ان پر مقدمات قائم کیے جارہے ہیں۔ طلاق ثلاثہ کے خلاف قانون لاکر شریعت میں مداخلت کا راستہ کھول دیا گیا، بابری مسجد کو محض ہندو اکثریتی معاشرے کی تسلی کی خاطر عدالتی نظام کے تحت مسلمانوں سے چھینا گیا، یکساں سول کوڈ کو لاگو کرنے کی پیہم کوششیں ہو رہی ہیں جبکہ مسلمانان ہندوستان کو بے وطن کرنے کے لیے این آر سی اور این پی آر کے ذریعے شہریت چھینے جانے کا آغاز ہو چکا ہے اور آسام میں لاکھوں مسلمانوں کی شہریت پہلے ہی ختم کی جا چکی ہے۔

کشمیر میں زبان اردو کے خاتمے کی کوشش کیوں......؟

5 اگست 2019 کو مودی کی قیادت والی بی جے پی حکومت نے کشمیر کے مسلم تشخص کو بانگ دہل ختم کرنے کا آغاز کر دیا اس میں ریاست میں اردو کی مرکزی حیثیت بتدریج ختم کر کے اس کی جگہ ہندی زبان کو مسلط کرنے کی منصوبہ بندی بھی شامل ہے جبکہ ''فارسی کی طرز پر'' کشمیری زبان کے رسم الخط کو بدل دینا بھی اس منصوبے میں شامل ہے۔ واضح رہے کہ مقبوضہ جموں جو کشمیر کے 20، اضلاع میں سے 5 ضلعوں کے نوجوان اردو سے مانوس ہیں 5 اضلاع جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے میں روزانہ بول چال میں بھی اکثر اردو زبان ہی بولی جاتی ہے۔ اردو کے خلاف مودی حکومت کے اس فیصلے سے کشمیر میں 131 سال سے بولی جانے والی اردو زبان کا وجود خطرے میں پڑ گیا۔ 26 ستمبر 2020 ہفتے کو بھارت کے صدر رام ناتھ کووند نے جموں و کشمیر میں سرکاری زبانوں میں کشمیری، ڈوگری اور ہندی کو شامل کرنے کی بل کو منظوری دی اور اس طرح اب جموں و کشمیر میں اردو اور انگریزی کے علاوہ کشمیری، ڈوگری اور ہندی کو بھی سرکاری زبان کا درجہ مل گیا ہے۔ ستمبر 2020 کے وسط میں بھارتی پارلیمنٹ میں جموں و کشمیر میں خالص اردو زبان کے بجائے دوسری زبانوں کو شامل کرنے کا بل پاس کیا گیا۔ 27 ستمبر 2020 اتوار کو دہلی سرکار کی جانب سے جاری کی گئی نوٹیفکیشن میں بتایا گیا ہے کہ جموں و کشمیر آفیشیل لنگویجز ایکٹ 2020 کو بھارتی صدر نے 26 ستمبر 2020 کو منظوری دی جس کے بعد یہ بل باضابطہ بھارتی قانون کا حصہ بن گیا۔ اردو ریاست جموں و کشمیر کی پہچان، تہذیب اور شناخت ہے اس لیے اردو زبان کو تبدیل کرنا ریاست جموں و کشمیر

کی تہذیب پر کھلی یلغار ہے۔ لگ بھگ ایک صدی سے زائد عرصے اردو سے ریاست جموں و کشمیر کے تمام خطوں آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر میں مختلف زبانیں بولنے والے باشندوں کے لیے رابطے کی زبان رہی ہے۔ زبان فارسی 14 ویں صدی سے اس خطے میں موجود تھی اور 1845 میں انگریزوں کی آمد تک یہ سرکاری زبان کے طور پر موجود رہی۔ 1846 میں ڈوگرہ اقتدار کشمیر کی تاریخ کا حصہ بنا۔ اس کے پہلے حکمران مہاراجہ گلاب سنگھ کے دور سلطنت تک سرکاری زبان فارسی ہی تھی۔ لیکن مودی کی طرح ہی ڈوگرہ شاہی کو فارسی کے ساتھ کد بنی رہی۔ کیونکہ اردو زبان کے حوالے سے مودی جس مرض کا شکار ہے تقریباً یہی مرض جموں کے ڈوگرہ مہاراجوں کو بھی لاحق تھا کیونکہ اس وقت دینیات کا سارا سرمایہ فارسی میں ہی موجود تھا جسے ریاست جموں و کشمیر کے مسلمان استفادہ کر رہے تھے۔ اس لیے ڈوگرہ شاہی نے فارسی کو کالعدم قرار دینے اور ڈوگری زبان کو ریاست جموں و کشمیر کی سرکاری زبان کا درجہ دینے کی کافی کوششیں کی لیکن اس کی کوششیں کامیاب نہیں ہوئی اس لیے کہ ڈوگری زبان میں وہ اہلیت ہی نہیں تھی جو سرکاری زبان کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ ڈوگرہ زبان بول چال کی زبان سے زیادہ مقبولیت حاصل نہیں کر پائی۔ کیونکہ ڈوگرہ زبان کا رسم الخط مہاجنی سے ملتا جلتا ہے اور کافی مشکل بھی ہے۔ ڈوگرہ زبان مشکل اس لیے ہے کہ ایک کا لکھا ہوا دوسرے کے لیے وہی پڑھنا جو لکھا گیا ہے مشکل ہے۔ ڈوگرہ شاہی میں اگرچہ اسے آسان بنانے کی بھی کوشش کی گئی لیکن یہ تعلیمی اور سرکاری زبان نہیں بن سکی۔ ڈوگری زبان کے ایک شاعر کے گیت سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے رہے لیکن لکھے کبھی نہیں گئے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ تو یہ تعلیمی اور ادبی زبان بن سکی اور نہ ہی اس میں ڈوگری کا کوئی سرمایہ ادب محفوظ ہو سکا۔ ڈوگرہ شاہی جب ڈوگری زبان کو ریاست جموں و کشمیر کی سرکاری بنانے میں ناکام ہوئی تو 1889 کو ڈوگرہ سلطنت کے ایک حکمران مہاراجہ رنبیر سنگھ نے اردو کو زیادہ فروغ دینا شروع کیا۔ اس کے بعد اردو زبان ریاست جموں و کشمیر کی زبان قرار پائی۔ اسے سرکاری اسکولوں میں ذریعہ تعلیم کا درجہ دیا گیا۔

اس نے اردو میں ایک اخبار'' رنبیر'' کے نام سے جاری کیا جس سے حوصلہ افزائی پا کر کئی اور اردو اخبارات موجود میں آئے۔مہاراجہ رنبیر سنگھ نے جموں میں ایک دارالترجمہ قائم کیا۔اس ادارے سے فارسی کی کتابوں کے بہت سے مسودے اردو میں ترجمہ ہوتے اور ان کو باضابطہ طور پر شائع کیا جاتا تھا۔اس عہد کے کئی مسودات ملتے ہیں جن میں سے اکثر انگریزی ،فارسی اورعربی سے اردو میں ترجمہ ہوئے ہیں۔

ریاست جموں وکشمیر میں بولی جانے والی کشمیری، ڈوگری، پہاڑی، گوجری،شینا،بلتی تو معروف مانی جاتی ہیں لیکن اس کے علاوہ، درد، پنجابی، بھدرواہی، بروشسکی،پشتو اور بکروالی وغیرہ بھی چھوٹی چھوٹی زبانیں ہیں۔ان درجن بھر زبانوں اوراس اس کثیر لسانی صورتحال کے درمیان اردوزبان ہی ایک آسان رابطے کا ذریعہ تھی۔ ریاست جموں وکشمیر میں بولی جانے والی کسی بھی زبان سے مماثلت نہ رکھنے کے باوجوداردو نے پوری ریاست میں اس وسیع پیمانے پر اپنا سکہ جمایا کہ 2011 میں بھارتی مردم شماری کے مطابق صرف 0.13 فی صد مقامی افراد کے بولنے والوں کی تعداد کیساتھ اردو نے آسانی سے اپنی جگہ بنا لی۔1857 کی جنگ آزادی بھی جموں وکشمیر میں اردو کی ترویج کا اہم سبب بن گئی۔انگریزوں نے تحریک آزادی کو ناکام کرنے کے لیے گلاب سنگھ سے فوجی امدادطلب کی۔ گلاب سنگھ خوداگرچہ 1857 میں حکومت انگلش کے کاموں سے دستبردار ہو چکا تھا۔ پھر بھی اس نے انگریزوں کی مدد کے لیے ڈوگرہ فوج کو دہلی کے لیے روانہ کیا۔ جب یہ جنگ ختم ہوئی تو یہ ڈوگرہ فوج عرصہ دہلی میں رکی رہی جہاں انھیں مزید تربیت دی گئی۔ ڈوگرہ فوجی اس دوران ایسے لوگوں سے ملتے رہے۔ جن کی زبان اردو اور پنجابی تھی اور اس طرح یہ فوج ٹوٹی پھوٹی اردو بولنے لگے اور جب یہ فوج ریاست جموں وکشمیر میں واپس لوٹ آئی تو اپنے ساتھ اردو کے چند الفاظ ساتھ لائی اور ان الفاظ کی مدد سے ریاست کشمیر میں اردو کے رائج ہونے میں بڑی مدد ملی۔اس کے علاوہ اس حقیقت سے انکارنہیں کیا جاسکتا کہ سیاحت کاروبار کی ترقی اور دوسرے علاقے کے لوگوں سے رابطے نے کشمیر میں اردو کو رائج کرنے اور مقبول بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ بحوالہ

(URDU RESEARCH JOURNAL) نئی دہلی110025۔

بہرکیف! بھارت کی بی جے پی حکومت کشمیر میں ہندی کو تھوپنے کی کوشش کر رہی ہے اسی لیے کئی زبانوں کو کشمیر کی سرکاری زبان قرار دیا اور اگلے مرحلے پر دیگر تمام زبانوں کو کالعدم قرار دے کر بھارت کی طرح صرف ہندی کو ہی سرکاری زبان قرار دیا جائے گا۔ کشمیر میں اردو کے خاتمے پر مودی حکومت بضد کیوں رہی ۔اس پر ذہن میں کئی قسم کے سوالات کلبلا رہے ہیں۔ کیونکہ صرف مقبوضہ کشمیر ہی نہیں بلکہ مودی کی قیادت میں بی جے پی سرکار پورے بھارت میں اردو مخالف مہم لانچ کر چکی ہے۔ اس نے نئی تعلیمی پالیسی میں جو لسانی فارمولا پیش کیا گیا ہے اس فارمولا میں اردو زبان کا کوئی تذکرہ نہیں بلکہ مادری زبان کی فہرست میں اردو کو نظر انداز کر کے مراٹھی کے ساتھ ساتھ ہندی اور سنسکرت زبان کے فروغ کی خوب گنجائش رکھی گئی ہے۔ بھارت میں مادری زبان کی فہرست میں اردو زبان کو جگہ نہ دیئے جانے پر بھارت کے مسلمان ماہرین تعلیم اور اساتذہ اسے مسلم دشمنی سے ہی تعبیر کرتے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کیونکہ اردو ایک ایسی زبان ہے کہ جس کا ہماری دینیات کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اس لیے اس ناچیز کے بشمول کشمیر کے اہل دانش بھی اسے مسلم دشمنی ہی سمجھتے ہیں۔

اس ناچیز کا اس پر اپنا تجزیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ برصغیر کے اکابر علماء کرام کی تفاسیر قرآن اردو زبان میں ہیں۔ تفہیم القرآن، معارف القرآن، تدبر قرآن اور بیان القرآن کے علاوہ، لگ بھگ تمام عربی تفاسیر جن میں تفسیر ابن کثیر، تفسیر جلالین، تفسیر فتح القدیر، تفسیر فخر رازی، تفسیر بیضاوی، تفسیر طبری، تفسیر قرطبی، اور تفسیر بغوی، جبکہ ذخیرہ احادیث پر مشتمل احادیث نبوی کی سات بڑی کتابوں ''صحاح ستہ'' کی تشریح و تفہیم اردو زبان میں ہے۔ کشمیر کی نسل نو کو دین سے بے گانہ کرنے کے لیے مودی نے اردو زبان کے خلاف ایک مذموم اور شرمناک ایکشن لیا۔ اس کے علاوہ تحریک آزادی کشمیر کا ڈنکا بجانے میں اردو نے اپنا بڑا حصہ ڈالا۔ ارضِ پاکستان سے تعلق رکھنے والے سلیم ناز بریلوی مرحوم نے جہادی ترانے اور آزادی کے نغمے اردو میں

لکھے اور پھراسی زبان میں انھیں گا کرنوجوانان کشمیر کے جذبوں کومہمیز دی۔ ’’ہم کیا چاہتے آزادی ،آزادی کا مطلب کیالاالٰہ الا اللہ ، پاکستان سے رشتہ کیالاالٰہ الا اللہ ،ہم پاکستانی ہیں پاکستان ہمارا ہے‘‘تحریک آزادی کشمیر کے یہ سب نعرے جن سے بھارت کے بام و در ہل گئے اردو میں ہیں۔ اس پس منظر میں اگر یہ کہا جائے کہ ہماری تحریک آزادی کے خدوخال، فکراورنظریہ اسی زبان کے رہین منت ہیں تو ہرگز بے جا نہ ہوگا۔ ریاست جموں وکشمیر میں پانچ، چھ اخبارات کو چھوڑ کے چونکہ تمام کے تمام اخبارات اردو میں ہی شائع ہوتے ہیں۔عوام الناس تک تحریکی پیغامات،افکاروخیالات کو پہنچانے میں اخبارات ہی واحد ذریعہ تھا اس پس منظر کے ساتھ دیکھا جائے تو ہماری آزادی کی تحریک میں اردو زبان کا ایک زبردست کردار رہا ہے۔رام راج کے پالیسی سازوں کی ترچھی نظر اس معاملے پربھی ضرورتھی اورانھیں اس حوالے سے بھی کشمیر میں اردوزبان برداشت نہیں ہورہی تھی ۔ ان تمام امور کے پیش نظراس کتاب میں اردو کے حوالے سے اس مضمون کو شامل کرنے کا میرا مقصد یہ ہے کہ اس کے پڑھنے سے اردو کی اہمیت اجاگر ہوگی، بھارت کے شرمناک منصوبے طشت ازبام ہوں گے اورکشمیر کے نوجوان طبقے کو دین اوردینی بنیاد پراستوارکشمیر کی تحریک آزادی برائے اسلام کے ساتھ اپنارشتہ وتعلق لگاتار جوڑے رکھنے میں ممدومددگارثابت ہوگا۔اردو سے ہماری نسل نو کی بیگانگی، سردمہری ، اجنبیت دورکرنے کے لیے اردو کے موضوع پر یہ مضمون علاج بالتحریرکا کام کرے گا۔ جبکہ اس زبان کے تئیں برتنے والے ہندوفرقہ پرستانہ تعصب کااندازہ بھی ہوسکے گا۔ان شاء اللہ العزیز

اردو بڑی جامع زبان ہے۔ اس کی اپنی تاریخ ہے اور اس کے دامن میں بڑی وسعت ہے۔ اردو زبان کا شمار بھی دنیا کی بڑی زبانوں میں ہوتا ہے۔ یونیسکو کے اعداد وشمار کے مطابق عام طور پر بولی اور سمجھی جانے والی زبانوں میں چینی اور انگریزی کے بعد یہ تیسری بڑی زبان ہے اور رابطے کی حیثیت سے دنیا کی دوسری بڑی زبان ہے ۔ کیونکہ برصغیر پاک و ہند

اور دنیا کے دوسرے خطوں میں کروڑ سے زیادہ افراد اسے رابطے کی زبان کی حیثیت سے استعمال کرتے ہیں۔ اردو مشرق بعید کی بندرگاہوں سے مشرق وسطی اور یورپ کے بازاروں، جنوبی افریقہ اور امریکہ کے متعدد شہروں میں یکساں مقبول ہے۔ یہاں ہر جگہ اردو بولنے اور سمجھنے والے مل جاتے ہیں۔ یہ زبان ایک جاندار اظہار اور اظہار کا جان دار ذریعہ ہے۔ اردو زبان کو تو عام طور پر سولہویں صدی سے ہی رابطے کی زبان تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ تسلیم شدہ امر ہے کہ اس رابطے کی توسیع عہد مغلیہ میں فارسی زبان کے واسطے سے ہوئی۔ اردو زبان کی ساخت میں پورے برصغیر کی قدیم اور جدید بولیوں کا حصہ ہے۔ یہ عربی اور فارسی جیسی دو عظیم زبانوں اور برصغیر کی تمام بولیوں سے مل کر بننے والی، لغت اور صوتیات کے اعتبار سے دنیا کی سب سے بڑی اور قبول عام کے لحاظ سے ممتاز ترین زبان ہے۔ اردو ایک زندہ زبان ہے اور اپنی ساخت میں بین الاقوامی مزاج رکھتی ہے۔ یہ زبان غیر معمولی لسانی مفاہمت کا نام ہے۔ اس کی بنیاد ہی مختلف زبانوں کے اشتراک پر رکھی گئی ہے۔ اردو گویا بین الاقوامی زبانوں کی ایک انجمن ہے۔ ایک لسان الارض ہے جس میں شرکت کے دروازے عام و خاص ہر زبان کے الفاظ پر یکساں کھلے ہوئے ہیں۔

اردو زبان کی پیدائش، جائے پیدائش اور نشوونما کے بارے میں اردو کے عالموں، محققوں اور لسانیات دانوں نے اب تک کافی غور وفکر اور چھان بین سے کام لیا ہے جس سے اس موضوع پر اردو میں لسانیاتی ادب کا ایک وقیع سرمایہ اکٹھا ہو گیا ہے۔ اردو کے تمام ادیبوں، عالموں، محققوں اور ماہرینِ لسانیات کے خیالات ونظریات کا خلاصہ یہ ہے کہ اردو ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے بعد شمالی ہندوستان میں معرضِ وجود میں آئی اور اس پر دہلی اور اس کے آس پاس کی بولیوں کے نمایاں اثرات پڑے۔ اہل اردو، اور اردو کے تمام ائمہ اور عالموں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اردو ایک خالص ہندوستانی زبان ہے۔ اس کا ڈھانچہ یا کینڈا یہیں کی بولیوں کے خمیر سے تیار ہوا ہے۔ اس کے ذخیر الفاظ کا معتدبہ حصہ ہند آریائی ہے، لیکن عربی اور فارسی کے بھی اس پر نمایاں اثرات پڑے ہیں۔

اس امر کا ذکر یہاں بیجا نہ ہوگا کہ شمالی ہندوستان کے جن علاقوں میں عرص دراز سے اردو زبان رائج تھی، انھیں علاقوں میں تاریخ کے ایک مخصوص دور میں دیوناگری رسمِ خط میں لکھی جانے والی زمان حال کی ہندی جسے ''ناگری ہندی'' کہتے ہیں، کا ارتقاعمل میں آیا۔ اس کے اسباب لسانی سے زیادہ فرقہ وارانہ (Sectarian) تھے جن کی جڑیں ہندو احیا پرستی میں پیوستہ تھیں۔ بعد میں انہی عوامل نے ''ہندی، ہندو، ہندوستان'' کے نعرے کی شکل اختیار کرلی۔ ہندوستان کے مذہبی اکثریتی طبقے نے دیوناگری رسمِ خط کی شکل میں اس نئی زبان کو تقویت دینے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی جس کے نتیجے میں اردو چشم زدن میں محض ایک اقلیتی طبقے کی زبان بن کر رہ گئی، اور 1947 میں ہند کی تقسیم نے اس کے وجود پر ہی سوالیہ نشان لگا دیا۔

اردو کی بنیاد بلاشبہ کھڑی بولی پر قائم ہے۔ اس زبان کا باقاعدہ آغاز دہلی اور مغربی اتر پردیش ''مغربی یوپی'' میں ہوا، کیوں کہ کھڑی بولی علاقائی اعتبار سے مغربی یوپی کی بولی ہے۔ مغربی یوپی کا علاقہ بہ جانبِ شمال مغرب دہلی سے متصل ہے۔ اردو بشمولِ دہلی انھیں علاقوں میں بارھویں صدی کے اواخر میں معرضِ وجود میں آئی۔ تاریخی اعتبار سے یہ وہ زمانہ ہے جب دہلی پر 1193 میں مسلمانوں کا سیاسی تسلط قائم ہوتا ہے اور ترکوں، ایرانیوں اور افغانوں پر مشتمل مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ترکِ وطن کر کے دہلی میں سکونت اختیار کر لیتی ہے۔ اس دور میں دہلی میں سکونت اختیار کرنے والوں میں پنجابی مسلمانوں کی بھی ایک کثیر تعداد تھی کیوں کہ یہ لوگ پنجاب سے ہی نقلِ مکانی کر کے دہلی پہنچے تھے۔ شمالی ہندوستان میں اس نئے سیاسی نظام کے قیام کے دور رس نتائج مرتب ہوے اور یہاں کا نہ صرف سیاسی منظرنامہ تبدیل ہوا، بلکہ اس کے اثرات یہاں کی سماجی اور تہذیبی وثقافتی زندگی پر بھی پڑے۔

یہ تبدیلیاں لسانی صورتِ حال پر بھی اثر انداز ہوئیں۔ چنانچہ اس کا چلن نہ صرف دہلی کے گلی کوچوں، بازاروں، میلوں ٹھیلوں نیز عوامی سطح پر ہوا، بلکہ دھیرے دھیرے یہ ہندوستان کے دوسرے حصوں میں بھی رائج ہوگئی۔ نووارد مسلمانوں اور مقامی باشندوں ''جن کی یہ بولی تھی'' کے باہمی میل جول کی وجہ سے اس میں عربی اور فارسی کے الفاظ داخل ہونا شروع

ہوئے جس سے اس میں ''نکھار'' پیدا ہو گیا۔ کھڑی بولی کے نکھار کا یہ زمانہ اردو کا ابتدائی زمانہ ہے۔ کھڑی بولی کے اس نئے اور نکھرے ہوئے روپ یا اسلوب کو ''ریختہ'' کہا گیا اور اسی کو بعد میں ''زبانِ اردوئے معلیٰ''، ''زبانِ اردو'' اور بالآخر ''اردو'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اردو کے مزاج میں لچک اور رنگارنگی ہے لیکن وہ کسی زبان کی مقلد نہیں ہے، بلکہ صورت اور سیرت دونوں کے اعتبار سے اپنی ایک الگ اور مستقل زبان کی حیثیت رکھتی ہے۔ غیر زبانوں کے جو الفاظ اردو میں شامل ہیں وہ سب کے سب اپنے صلی معنوں اور صورتوں میں موجود نہیں بلکہ بہت سے الفاظ کے معنی، تلفظ، املا اور استعمال کی نوعیت بدل گئی ہے۔ اردو مخلوط زبان ہونے کے باوجود اپنی رعنائی، صناعی اور افادیت کے لحاظ سے اپنی جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔ اس نے اپنی ساخت، مزاج اور سیرت کو دوسری زبانوں کے تابع نہیں کیا۔ ان ہی ظاہری و معنوی خصوصیات اور محاسن کے اعتبار سے یہ دنیا کی اہم زبانوں میں شمار کی جاتی ہے۔

یہ ایک لسانیاتی حقیقت ہے کہ ہر زبان اولاً محض ایک بولی (Dialect) ہوتی ہے جس کا دائرہ اثر و رسوخ ایک چھوٹے سے علاقے یا خطے تک محدود ہوتا ہے۔ جب یہی بولی بعض ناگزیر اسباب اور تقاضوں کے ماتحت جن میں سیاسی، سماجی اور تہذیبی و ثقافتی تقاضے شامل ہیں، اہم اور مقتدر بن جاتی ہے اور اس کا چلن عام ہو جاتا ہے اور یہ اپنی علاقائی حد بندیوں کو توڑ کر دور دراز کے علاقوں میں اپنا سکہ جمانے لگتی ہے تو ''زبان'' کہلاتی ہے۔ پھر اس کا استعمال ادبی نیز دیگر مقاصد کے لیے ہونے لگتا ہے اور اس کی معیار بندی (Standardisation) بھی عمل میں آتی ہے جس سے یہ ترقی یافتہ زبان کے مرتبے تک پہنچ جاتی ہے۔ اردو جو ایک ترقی یافتہ اور معیاری زبان ہے، اس کی کنہ میں یہی کھڑی بولی ہے اور یہی اس کی بنیاد اور اصل و اساس ہے۔ ہند آریائی لسانیات کی روشنی میں یہ بات نہایت وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اردو کھڑی بولی کی ہی کوکھ سے پیدا ہوئی ہے بعد میں اس پر نواحِ دہلی کی دوسری بولیوں کے اثرات پڑے۔ یہ ایک تاریخی اور لسانی حقیقت ہے کہ کھڑی بولی کے اس نئے اور نکھرے

ہوئے روپ کو سب سے پہلے نو وارد مسلمانوں اور ان کے بعد کی نسلوں نے اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔ اسے نکھارا، سنوارا اور جلا بخشی جس سے یہ زبان اس لائق بن گئی کہ اسے ادبی مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکے، چنانچہ اس زبان کا ادبی استعمال بھی سب سے پہلے مسلمانوں نے ہی کیا ہے۔

اردو بارہویں صدی کے اواخر میں کھڑی بولی کی شکل میں جب معرضِ وجود میں آئی تو، نو وارد مسلمانوں اور ان کے بعد کی نسلوں کے لائقِ اعتنا سمجھنے سے یہ چمک اٹھی اور اس میں ادب بھی پیدا ہونے لگا۔ پھر جیسے جیسے یہ ترقی کی منزلیں طے کرتی گئی اس کا ادبی سرمایہ وقیع تر ہوتا گیا۔ اس میں قطعی کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اردو زبان زمان حال کی ''ہندی'' سے قدیم تر زبان ہے کیوں کہ اس کا ادبی استعمال آج سے سات سو سال قبل شروع ہو چکا تھا، جب کہ زمان حال کی ''ناگری ہندی'' کو پیدا ہوئے ابھی صرف دو سو سال ہوئے ہیں۔ اس لسانی حقیقت کا اعتراف بعض انگریزی اور ہندی مصنّفین نے بھی کیا ہے۔ اردو کا آغاز بڑی شان و شوکت سے ہوا۔ لشکر سے مارکیٹ میں آئی پھر شاہی درباروں کی زینت بنی اور پیغامِ محبت اسی زبان سے عوام تک پہنچایا گیا۔ اردو آج بھی اتنی ہی میٹھی، شائستہ، مقبول زبان اور مقبولِ عام بھی ہے جتنی پہلے تھی۔ پھر ایک زلزلہ آیا اور اردو کا باغ اجڑنے لگا۔

فی الواقعہ یہ حقیقت سب پر آشکار ہے کہ اردو ایک لطیف زبان ہے اور اس کے لہجے کی شیرینی اور پیرائے نزاکت ہی اس کی لطیف مقبولیت کا سبب بھی ہے۔ یہ ایسی زبان ہے جس میں پیار و محبت، حسن و عشق کی چاشنی شامل ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس زبان کے خمیر میں اتحاد و یکجہتی کوٹ کوٹ کر پیوستہ ہے۔ تقسیم ہند کے بعد ہندوستان میں اردو تقریباً ختم کر دی گئی اور ہندی کو فروغ دیا گیا جبکہ خطے میں پاکستان کے نام پر بننے والی نئی مملکت نے بلاشبہ اردو ایک خاص گلدستہ کی شکل میں دنیا بھر میں سجایا گیا۔ رفتہ رفتہ میڈیا اور ذرائع ابلاغ کی دنیا میں آنے والی تبدیلیوں کا آج اس زبانِ نِسیاں سے نکل کر مسلمانوں کی روز مرہ کی عملی زندگی میں رچ بس گیا ہے۔ یہ مملکت پاکستان کی سرکاری زبان ہے یوں مسلمانوں کے خطہ ارضی

میں اس کی بہتری کے لیئے، اس کی احیا ونگہداری کے لیے ہمہ وقت مستعدی پائی جاتی ہے۔

1846 میں ڈوگرہ راجہ گلاب سنگھ نے انگریزوں سے کشمیر کی حسین وادی ۷۵ لاکھ نانک شاہی سکے کے عوض خرید لی۔ کشمیر پر قبضے کے بعد تک ریاست کی دفتری زبان فارسی رہی۔ اگرچہ ڈوگرہ راجہ نے ڈوگری زبان کو ریاست کی سرکاری زبان کا درجہ دینے کی کافی کوششیں کی لیکن اس کی کوششیں کامیاب نہیں ہوئی۔ ڈوگرہ زبان بول چال کی زبان سے زیادہ مقبولیت حاصل نہیں کر پائی۔ کیونکہ ڈوگرہ زبان کا رسم الخط مہاجنی سے ملتا جلتا ہے اور کافی مشکل ہے۔ڈوگرہ زبان مشکل اس لیے ہے کہ ایک کا لکھا ہوا دوسرے کے لیے وہی پڑھنا جو لکھا گیا ہے مشکل ہے۔اگرچہ اسے آسان بنانے کی بھی کوشش کی گئی لیکن یہ تعلیمی اور سرکاری زبان نہیں بن سکی۔ڈوگری زبان کے ایک شاعر کے گیت سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے رہے لیکن لکھے کبھی نہیں گئے۔یہی وجہ ہے کہ نہ تو یہ تعلیمی اور ادبی زبان بن سکی اور نہ ہی اس میں ڈوگری کا سرمایہ ادب محفوظ ہو سکا۔ اس لیے کہ اس میں وہ اہلیت ہی نہیں تھی کہ جو سرکاری زبان کے لیے ضروری ہے۔ڈوگری زبان کے برعکس اگرچہ کشمیری زبان میں اس کا سرمایہ ادب موجود اور محفوظ تھا تاہم یہ علاقائی زبان تھی۔ یہاں کے لوگوں نے ایک صدی سے زیادہ عرصے سے اپنی تمناؤں اور خوابوں کے اظہار وسیلہ بنایا تھا۔ وادی کشمیر کے لوگ جنھیں قدرت نے شاعرانہ ذوق بھی بخشا ہے۔ قدرت کی فیاضیوں کی دِل کھول کر داد دیتے ہیں۔ چنانچہ کشمیر کے شاعروں نے سرزمین کشمیر کی رعنائیوں اور کشمیر کو قدرت کی طرف سے عطا کردہ حسن وجمال کے غزل جس کثرت سے گائے ہیں شاید ہی دنیا کی کوئی اور زبان اس سلسلے میں اس کا مقابلہ کر سکے۔لیکن اس میں کشمیری زبان کے شاعروں کا بھی حصہ ہے اور فارسی اور اردو شاعروں کا بھی۔

1857 کی فرنگی استبداد کے خلاف ہندوستانیوں کی جنگ آزادی جموں وکشمیر میں اردو کی ترویج کا اہم سبب بن گئی۔انگریزوں نے ہندوستان کی تحریک آزادی کو ناکام کرنے کے لیے گلاب سنگھ سے فوجی امداد طلب کی۔ گلاب سنگھ خود اگرچہ 1857 میں حکومت کے کاموں سے

دستبردار ہو چکا تھا۔ پھر بھی انھوں نے انگریزوں کی مدد کے لیے ڈوگرہ فوج کو دہلی کے لیے روانہ کیا۔ جب یہ جنگ ختم ہوئی تو یہ ڈوگرہ فوج عرصہ دہلی میں رکی رہی جہاں انھیں مزید تربیت دی گئی۔ یہ فوج اس دوران ایسے لوگوں سے ملتے رہے۔ جن کی زبان اردو اور پنجابی تھی اور اس طرح یہ فوج ٹوٹی پھوٹی اردو بولنے لگے اور جب یہ فوج ریاست میں واپس آئی تو اپنے ساتھ اردو کے چند الفاظ لائیں اور ان الفاظ کی مدد سے کشمیر میں اردو کے رائج ہونے میں بڑی مدد ملی۔

1947 میں تقسیم ہند کے تمام فارمولوں سے منحرف ہوکر جب ریاست جموں وکشمیر ایک اور شکنجے میں پھنسا دیا گیا اور جموں وکشمیر پر بھارت کا جابرانہ قبضہ ہوا تو کثیر لسانیت کی حامل اردو، ریاست کشمیر کی انتظامی زبان قرار پائی تھی لیکن سرکاری زبان ہونے کے باجود یہ زبان جس طرح سے سرکاری سطح پر عدم توجہی اور حوصلہ شکنی کی تختہ مشق بنی چلی آرہی ہے، اسے اس امر کا اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں کہ یہ اس زبان کو معدوم کرنے کا سوچا سمجھا منصوبہ ہے۔ اردو ریاست جموں وکشمیر کے آرپار تمام خطوں کو جوڑنے والا ذریعہ ہے۔ اس تناظر میں اردو سے کدر رکھنا اور اسے عدم توجہی کا شکار بنا دینا سمجھ سے باہر ہے۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اردو سے عدم توجہی سے یہ زبان کشمیر میں معدوم ومتروک ہو جانے کا ہمارا خدشہ درست نہیں تو انھیں کئی عشرے قبل کشمیر میں فارسی کی صورتحال پر نظر ڈالنی چاہیے کہ ستر کی دہائی تک کشمیر میں زبان فارسی کس عروج پر تھی لیکن عدم توجہی، اس کی ناقدری اور اس کی بے تعظیمی کی وجہ سے آج وہ کہیں نظر آرہی ہے؟ اگر ہے تو کہیں لیبریریوں میں بوسیدہ کتابوں کے اندر پڑی دھول چاٹ رہی ہے یا کشمیر یونیورسٹی کے غریب الوطنی کے ایام گزارنے پر مجبور ہے یا آخری سانسیں لے رہی ہے۔

کسی زبان کی آوازوں اور کلمات کو ضبط تحریر میں لانے کے لیے جو مربوط نظام وضع کیا جاتا ہے اسے رسم الخط کہتے ہیں۔ علمائے لسانیات کے نزدیک ایک اچھے رسم الخط کے لیے

ضروری ہے کہ اس میں زبان کی ہر آواز کے لیے ایک مخصوص نشان ہو جو اس آواز کو واضح طور پر ادا کر سکے اور دوسرے وہ رسم الخط کی صورت کے لحاظ سے جاذب نظر اور عملی لحاظ سے سہل ہو۔اردو رسم الخط زبان کی ساری مروج آوازوں کی نمائندگی کرتا ہے۔اردو کے حروف بناوٹ کے لحاظ سے حددرجہ سادہ اور اشکال کے اعتبار سے بہت کم ہیں ۔ اردو زبان اپنے الفاظ کی بناوٹ کی بنا پر دنیا کی ہر زبان کے مقابلہ میں لکھنے، پڑھنے اور سیکھنے کے حوالے سے آسان ترین زبان ہے۔ اس کے علاوہ اردو زبان میں اخذ و جذب کی بے پناہ صلاحیت ہے۔ یہ ایک قائم بالذات زبان ہے۔ اس میں یہ صلاحیت ہے کہ دوسری زبانوں سے مفید مطلب الفاظ لے لیتی ہے۔ اگر وہ لفظ اس کے مزاج کے ہم آہنگ ہے تو جوں کا توں رہنے دیتی ہے اور اگر ہم آہنگ نہیں ہے تو اس کو ہم آہنگ بنا لیتی ہے۔ اردو اپنے مزاج میں وسیع القلب زبان ہے۔

اردو میں الفاظ سازی کی بھی گنجائش ہے۔ کسی زبان کی ترقی کا انحصار اس کی الفاظ سازی کی اہلیت اور انھیں برتنے کی قوت پر ہوتا ہے۔ اردو میں یہ صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت اردو زبان میں عام طور پر استعمال ہونے والے لفظوں کی تعداد تین لاکھ سے زیادہ ہے۔ اصطلاحی الفاظ ان کے علاوہ ہے۔ الفاظ کا اتنا بڑا ذخیرہ انگریزی کے علاوہ غالباً کسی اور زبان میں نہیں ہے۔ اور چونکہ بین الاقوامی مزاج کی حامل زبان ہے اور اس حیثیت سے اصلاحات سازی کی عالمی کوششوں سے یکساں استفادہ کر سکتی ہے۔

اردو زبان اپنی لسانی مفاہمت اور افادیت کے علاوہ اپنے اندر ایک تہذیبی اور ثقافتی پہلو بھی رکھتی ہے۔ یہ اپنے علمی، ادبی اور دینی سرمائے کے اعتبار سے بڑی باثروت زبان ہے۔ اردو میں وسعت پذیری کی بے پناہ طاقت موجود ہے۔ یہ جتنی وسیع ہے اتنی ہی عمیق بھی ہے۔ دینی اور دینوی علوم وفنون کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ پھر بھی اس کی گنجائش بے اندازہ ہے ۔ اردو زبان ہماری تہذیب و ثقافت کی آئینہ دار ہے ۔ دنیا کی قدیم زبانوں کے مقابلے میں اگر چہ یہ کم عمر ہے لیکن ادبی اور لسانی حیثیت سے اس کا پلہ سینکڑوں زبانوں پر بھاری ہے۔

اردو زبان میں ہماری تہذیب و ثقافت کی تاریخ محفوظ ہے۔ اس کی بدولت ہم اپنے آپ کو ایک متمدن اور ترقی یافتہ قوم کا جانشین خیال کرتے ہیں۔

اردو چونکہ بین الاقوامی مزاج رکھتی ہے اس لیے نہ وہ مغرب کے لیے اجنبی ہے نہ مشرق کے لیے۔ یورپ کے لوگ کئی صدیوں سے اردو زبان سے واقف ہیں اور انھوں نے اس زبان میں گراں قدر علمی و ادبی کارنامے بھی یادگار چھوڑے ہیں۔ یورپ کے علاوہ دنیا کے مختلف ممالک میں اردو زبان و ادب کے تراجم پر کئی زبانوں میں کام ہو رہا ہے۔ اسی طرح اردو میں بھی متعدد زبانوں کی تخلیقات کے تراجم ہوئے اور ہو رہے ہیں، لیکن اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ غیر زبانوں کے تکنیکی، سائنسی اور علمی وفنی کتب ومضامین کو زیادہ سے زیادہ اردو کے قالب میں ڈھالا جائے تاکہ جدید دور کے تقاضوں کو پورا کیا جاسکے۔ عصر حاضر میں مختلف ملکوں پر زبانوں اور ان کے ادبی خزانوں تک رسائی آسانی سے ممکن ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زبان و ادب کے ذریعے مختلف علاقوں کے رہنے والے لوگ ایک دوسرے کے مزید قریب آسکتے ہیں اور ایک دوسرے کے لسانی واادبی سرمائے کو سمجھ کر تہذیبی حوالوں ے ایک دوسرے کی شناخت میں مزید اضافہ ہوسکتا ہے۔

اردو زبان محبت کی سفیر ہے ۔ یہ مختلف ذہنی دھاروں سے تعلق رکھنے والے، مختلف عقائد سے وابستہ، مختلف مزاجوں کے حامل بڑے گروہوں کی تخلیقی و تصنیفی زبان ہے اور بول چال کی سطح پر دنیا کے لاتعداد ممالک میں وہاں کی گلیوں، کوچوں، بازاروں اور گھروں میں اپنی زندگی کا ثبوت دے رہی ہے اور عالمی سطح پر اپنے حلقہ اثر میں وسعت پیدا کر رہی ہے۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ اردو ایک جامع زبان ہے۔ تاہم اردو زبان کے تحفظ اور اس کی اہمیت کو تسلیم کروانے کے لیے ہمیں چند نکات پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے اور اس کے لیے لائحہ عمل مرتب کیا جانا چاہیئے۔ اول یہ کہ غیر ملکی زبانوں کے سائنسی علوم وفنون کو اردو کے قالب میں ڈھالا جائے جو وقت کی اہم ضرورت ہے۔ دوئم اردو کو حکومت کی سرپرستی حاصل

ہونی چاہئے تا کہ عالمی سطح پر اس کی اہمیت واضح ہو سکے اور اس کا وقار قائم ہو۔اس کے علاوہ اردو دشمنی کے رویئے اور رجحان کا سد باب ضروری ہے۔

بہرکیف! جس ہندوستان اور جس دہلی سے اردو کا ارتقا ہوا گزشتہ ستر برس فرقہ وارانہ اور لسانی تعصب سے آگ بگولہ متعصب جفا کاروں نے اردو زبان کے ساتھ ایسا سلوک روا رکھا۔جس کی وجہ سے یہ زبان اپنی ہی جنم بھومی میں اپنی بقا کی جنگ لڑتی چلی آ رہی ہے۔اردو کی زبوں حالی صرف اسکی جنم بھومی میں ہی نہیں بلکہ افسوس یہ ہے سرزمین کشمیر میں بھی اردو کے ساتھ برس ہا برس سے سوتیلی ماں کا سلوک روا رکھا جا رہا ہے۔ ریاست جموں و کشمیر میں اردو کے ساتھ بدسلوکی کا رجحان دن بہ دن بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے اس کے باوجود اردو زبان کو بچانے کے لیے ریاست میں کوئی ایسی سنجیدہ ادبی تحریک برپا ہی نہ ہوئی۔اگرچہ کئی کالم نگاروں جن میں یہ ناچیز بھی شامل ہے نے اپنے رشحات قلم کے ذریعے اردو کی زبوں حالی کی طرف توجہ مبذول کرائی لیکن معاملہ اردو بدستور تسفل اور تنزلی کا شکار ہے۔ کہنے کو تو ریاست کشمیر میں دانشوروں، شعرائے اور صحافیوں کے کئی انجمنیں موجود ہیں مگر اردو کو اس کا اپنا آئینی حق دلانے کے لیے اجتماعی مساعی سے گریزاں ہیں۔اس میں کوئی دورائے نہیں کہ اردو کی کمزوری کا براہ راست منفی اثر ہماری اجتماعیت پر پڑنا طے ہے۔

کشمیر کے کثیرالاشاعت اردو روزنامہ ''کشمیر عظمٰی'' نے بھی ریاست کشمیر میں اردو کی ابتر صورتحال سے متعلق اپنی بے کلی کا اظہار کرتے ہوئے چند یوم قبل اپنے اداریے میں بجا طور پر لکھا کہ ''ہمیں اس بات کا بھی حقائق کی بنیاد پر کھلا اعتراف کرنا چاہیے کہ یہاں وقت وقت پہ اردو کے تحفظ و بقا کے نام پر بہت ساری اردو انجمنیں قائم ہوئیں مگر ان میں یا تو خلوص کا فقدان رہا یا استقامت کی کمی رہی،اس لیے یہ بہت جلد مفادات کی بھینٹ چڑھ کر کاغذی گھوڑے ثابت ہوئیں۔ بہرصورت مقام شکر ہے کہ اردو سے وابستہ زیادہ تر ادیب اور قلم کار اخلاص سے بہرہ مند ہیں بلکہ وہ لسانی تعصّبات اور گروہی مفادات جیسی گھٹیا چیزوں بالاتر ہوکر ریاستی عوام کی ہر زبان اور ہر بولی کی دل سے قدر اور تعظیم وتکریم بھی کرتے ہیں۔

یہی بے تعصبی اردو کاز کے لیے مثل تریاق ہے جس سے اردو تہذیب کا احیا نو ممکن ہے اور جس کی بدولت ارود کو لوگوں میں مقبولیت، پذیرائی اور بے پناہ محبتیں مل سکتی ہیں ۔ امید کی جانی چاہیے کہ اردو کاز سے دلی رغبت رکھنے والے سب مخلص محبانِ اردو ان تجاویز پر سنجیدہ غور و فکر کریں گے اور یہ سب مل جل کر بقائے اردو کے مشترکہ کاز کے لیے ہمہ تن مصروف عمل ہونے میں کوئی پس وپیش نہ کریں گے۔''ضرورت اس امر کی ہے کہ اردو کی اہمیت اور اس کی افادیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے سب سے پہلا اقدام پرائمری جماعت سے لے کر اعلیٰ تعلیمی اداروں میں پوسٹ گریجویٹ کلاس تک اردو کولازمی مضمون قرار دیا جائے تا کہ کشمیر کی نسل نو کا رشتہ وتعلق اردو کے ساتھ جڑا رہے ۔

کشمیری پنڈتوں کا بھیانک کردار

5اگست 2019 کو بھارتی کی طرف سے اٹھائے گئے اقدام پرکشمیری پنڈتوں ''کشمیری زبان بولنے والے کشمیری ہندوؤں'' نے جشن منایاوہ کہہ رہے تھے اب کشمیر پوری طرح انڈیابن گیااس لیے ان کے گھر واپسی کی راہیں کھل گئیں اورآسان ہوگئیں۔لیکن اس کتاب کے منصۂ شہود آنے تک ایک برس اوردوماہ گزر جانے کے بعد جب انھیں مودی یااس کے کسی غنڈے نے گھاس نہیں ڈالی تو وہ ایسامحسوس کرنے لگے کہ ان کے ساتھ کوئی دھوکہ ہوا۔

2اگست2020 کو بی بی سی اردوسروس نے اپنی ایک رپورٹ میں کشمیری پنڈتوں کی تنظیم ''پونن کشمیر'' کے لیڈرڈاکٹراگنی شیکھر کے حوالے سے بتایاکہ اس نے بی بی سی کو بتایا کہ مودی حکومت نے 5 اگست2019 کو اتنا بڑا تاریخی فیصلہ کیا تھا لیکن ایک برس گزر جانے کے باوجود ابھی تک حکومت نے کشمیری پنڈتوں کوکشمیرمیں دوبارہ بسانے کے بارے میں کوئی عملی اقدامات نہیں اٹھائے ہیں۔اگنی شیکھر کے مطابق زمینی حالات میں ابھی تک کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔اگنی شیکھر کا کہنا تھا کہ امید کی جو کھڑکی ہمارے لیے ایک برس پہلے کھلی تھی ہم آج بھی اس کے پاس کھڑے ہوکر منزل کوتک رہے ہیں۔اس کا کہنا تھا کہ پانچ اگست2019 کا دن خوشیاں منانے کا دن تھا لیکن اب یہ ہمارے لیےتشویش کا بھی دن بنتا چلا جا رہا ہے اورہماری غیر یقینی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔اس کا کہنا تھا ہم کبھی ایسی پالیسی کا حصہ نہیں بنیں گے جس کا محور یہ ہو کہ حکومت نے ہمارے لیے دو کمروں والے چار ہزارفلیٹس بنا دیے ہیں اور ان کو الاٹ کردیا ہے۔ ہم اپنے گھر واپس لوٹنا چاہتے ہیں، اپنی سرزمین پر دوبارہ بسنا چاہتے ہیں

لیکن ہم یہ سب اپنی شرائط پر کرنا چاہتے ہیں۔

کشمیری پنڈت یہ وادی کشمیر کے ہندو باشندے ہیں یہ کشمیری زبان بولتے ہیں اور یہ اپنے آپ کو ہندوؤں کی اعلیٰ ذات برہمن کہتے ہیں۔مقبوضہ وادی کشمیر میں کشمیری پنڈتوں کی آبادی 2 لاکھ نفوس پر مشتمل ہے اوراس طرح یہ وادی کشمیر کی کل آبادی کا 2 فیصد ہیں۔ 98 فیصد کشمیری مسلمانوں نے ہمیشہ کشمیری پنڈت اقلیت کا بہت ہی اچھا سلوک روا رکھا اور انھیں کبھی بھی اقلیت میں ہونے کے احساس کمتری کا شکار ہونے نہیں دیا۔کشمیری مسلمان ہمیشہ ان کی غمی اور خوشی میں ان کے ساتھ شریک رہے حتیٰ کہ ان کے مردوں کو جلانے کے لیے بھی پیش پیش رہے۔ اندازہ کیجیے گا کہ اگر بھارت کی کسی ریاست میں اٹھانوے فیصد ہندو آبادی ہوتی اور صرف دو فیصد اس ریاست میں مسلمان ہوتے تو ہندوؤں نے انھیں کس طرح کاٹ کھایا ہوتا وہ محتاج وضاحت نہیں لیکن کشمیری پنڈتوں کے ساتھ کشمیری مسلمانوں کے اس بے حد وحساب ترحمانہ سلوک کے باوجود کشمیری پنڈت 1990 میں اس وقت کشمیری مسلمانوں سے دھوکہ کر گئے کہ جب قابض بھارتی فوج نے بڑے پیمانے پر کشمیر پر یلغار کردی اور کشمیری مسلمانوں پر ایک بڑی افتاد آن پڑی ۔اس طرح کشمیری پنڈتوں نے اپنے ہم وطن کشمیری مسلمانوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپ کر (Instruments of Tyranny) بننے کا کام کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ 19 جنوری 1990 کو جب کشمیری پنڈتوں کو جموں منتقل کیا گیا تو اس کے دو دن بعد ہی یعنی 21 جنوری 1990 کو سری نگر کے گاؤکدل میں مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا اور 50 مسلمان شہید ہوئے۔ اس کے بعد سوپور پھر، ہندواڑہ ،بجبہاڑہ ، کپوارہ ، زکورہ اور اسلامیہ کالج سری نگر میں درجنوں مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا اور پھر آج تک کشمیری مسلمانوں کا قتل عام تھم نہ سکا۔ یہ دوسرا موقع ہے کہ جب کشمیری پنڈت کشمیری مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہوئے اس سے قبل ڈوگرہ کی مطلق العنان حکومت کے خلاف جب اسلامیان کشمیر اٹھ کھڑے ہوئے لیکن کشمیری پنڈت اس تحریک میں شامل نہ ہوئے اور جواہر لعل نہرو اپنے ہم پیالہ غدار کشمیر شیخ عبداللہ

کے خاطر کشمیری پنڈتوں کے پاس جا کر ان کو مشورہ دیا تھا کہ وہ ظالم ومظلوم کی جنگ میں مظلوم کا ساتھ دیں مگر کشمیری پنڈت ڈوگرہ مہاراجہ کا دامن چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔

اتنا ہی نہیں بلکہ ڈوگرہ کے مطلق العنان دور میں جب چند پڑھے لکھے مسلمانوں کو معمولی سرکاری نوکریاں ملنی شروع ہوئیں، تو کشمیری پنڈتوں نے اس کے خلاف ''روٹی ایجی ٹیشن'' شروع کی۔ انھوں نے ڈوگرہ مہاراجہ ہری سنگھ کو ایک میمورنڈم پیش کیا کہ کولگام علاقے میں ان کے لیے ایک علاحدہ وطن بنایا جائے۔ یہ وہی مانگ ہے جو کشمیری پنڈت آجکل ایک علیحدہ ہوم لینڈ یعنی پنن کشمیر کے نام سے کر رہے ہیں۔ انفرادی طور پر ایک پنڈت لیڈر پریم ناتھ بزاز کشمیری مسلمانوں کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے، مگر طبقاتی حیثیت سے کشمیری پنڈت آج ہی کی طرح 1931 کی تحریک کے دھارے سے کٹے ہی رہے۔ لیکن طرفہ تماشہ یہ ہے کہ جس ڈوگرہ حکومت کے وہ وفادار بنے ہوئے تھے اسی ڈوگرہ مہاراجہ ہری سنگھ نے 1947 میں کشمیر کے ایک حصے ''جسے آج آزاد کشمیر کہا جاتا ہے'' ڈوگرہ کی سلطنت سے آزاد ہوتے دیکھ کر خوف کے مارے رات کے اندھیرے میں بھاگ کر ان کشمیری پنڈتوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ یہ تو کشمیری مسلمان ہی تھے، جنھوں نے ان کی حفاظت یقینی بنائی۔

اسلامیان کشمیر نے ہمیشہ جو سلوک کشمیری پنڈتوں کے ساتھ روا رکھا اس کے علیٰ الرغم کشمیری پنڈتوں کا کشمیری مسلمان کے ساتھ جو رویہ رہا ہے وہ انتہائی ظالمانہ اور جابرانہ تھا جس کی گواہی انگریز مصنف اور بندوبست آراضی کے کمشنر سر والٹر لارنس کے مطابق ڈوگرہ حکومت میں ساری قوت کشمیری پنڈتوں کے ہاتھوں میں تھی۔ مسلمان کاشت کار کو برہمنوں کے آرام و آسائش کے لیے بیگار پر مجبور کیا جاتا تھا۔ 19 ویں صدی کے اواخر میں جب پنجاب سے آنے والے ہندو اور کشمیری نژاد مسلمانوں نے ڈوگرہ دربار میں نوکری حاصل کرنی شروع کی، تو کشمیری پنڈتوں نے کشمیر، کشمیریوں کے لیے اور اسٹیٹ سبجیکٹ کا نعرہ بلند کر کے علاحدہ شہریت کا مطالبہ کیا۔ اب ایک صدی کے بعد کشمیری پنڈتوں ہی نے اسی قانون کی مخالفت میں زمین و آسمان ایک کیے۔

1931 میں جب تحریک کشمیر کا باقاعدہ آغاز ہوا، تو ڈوگرہ حکمرانوں نے کشمیری پنڈتوں کو ڈھال بنا کر پروپیگنڈہ کیا کہ یہ دراصل ہندو مہاراجہ کے خلاف مسلمانوں کی بغاوت ہے۔ شاید یہی تاریخ اب دوبارہ دہرائی جا رہی ہے۔ پورے بھارت میں ظالم و مظلوم کی جنگ کو کشمیر مسلمان بنام پنڈت بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔کشمیری پنڈتوں کی ڈوگرہ کی وفاداری کا خوب صلہ ملا جس کی بے شمار مثالیں ہیں جس میں سے ایک یہ کہ ڈوگرہ مہاراجہ نے کشمیری پنڈتوں کو تعلیم دلوائی جبکہ کشمیری مسلمانوں کو جان بوجھ کران پڑھ رکھا، دوسری مثال یہ ہے کہ اننت ناگ کا اصل نام اسلام آباد ہے جسے مغل گورنر اسلام خان کے نام پر رکھا گیا جنھوں نے اسلام آباد کو ایک گاؤں سے قصبے میں بدلا اور یہاں تعمیر و ترقی کے کافی کام کیے۔ڈوگرہ ہندو مہاراجہ ہری سنگھ کے زمانے میں کشمیری پنڈتوں کے دباؤ میں اسلام آباد کو اننت ناگ میں بدل دیا گیا۔ تاریخی ماخذ اور حوالوں میں بھی قصبے کو اسلام آباد ہی کہا گیا ہیا گرچہ اس بارے میں مجھے سردست معلومات دستیاب نہیں ہیں مگر اندازہ ہے کہ 1931 کے اواخر میں اسلام آباد کا نام بدل دیا گیا، اس سے پہلے 25 ستمبر 1931 کو ایک کشمیری پنڈت روگناتھ مٹو کی قیادت میں ڈوگرہ فوج نے قصبے میں قتل عام کر دیا جس میں 22 سے زیادہ افراد جاں بحق اور سینکڑوں زخمی ہو گئے۔

بہرکیف! 1990 میں کشمیری پنڈت نہ صرف مسلمانوں سے دھوکہ کر کے وادی کشمیر سے چلے گئے بلکہ جموں اور بھارتی ریاستوں میں رہتے ہوئے باضابطہ طور پر کشمیری مسلمانوں کے خلاف تیارشدہ سازشوں کا حصہ دار بھی بن گئے۔گزشتہ 30 برسوں سے کشمیر چھوڑے ہوئے پنڈتوں کی درجنوں تنظیمیں بھی وجود میں آ چکی ہیں جو کشمیر میں جاری تحریک آزادی کی بیخ کنی کے لیے شب و روز محو سازش ہیں۔ان ہندو تنظیموں میں آل انڈیا کشمیری ہندو فورم، کشمیری پنڈت سبھا، کشمیر سمیتی، آل انڈیا کشمیری پنڈت سولیرڈیریٹی کانفرنس اور پنن کشمیر، کشمیری پنڈتوں کی بڑی تنظیمیں ہیں۔ان تمام تنظیموں نے امریکہ سے یورپ تک کشمیری مسلمانوں کے خلاف سازشیں رچا کر دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ کشمیری مسلمانوں نے کشمیری پنڈتوں پر اس

قدر ستم ڈھائے کہ وہ اپنے گھربار چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور مائیگرنٹ بن گئے اور در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

ان تنظیموں نے امریکہ سے یورپ تک خوب یہ ڈول پیٹا کہ کشمیر میں ہورہے جہاد اس بین الاقوامی جہاد کا حصہ ہے جس کا مقصد پوری دنیا پر اسلامی جھنڈے گاڑ دینا ہے اور جس طرح القاعدہ امریکہ اور یورپ کے خلاف صف آراء ہے عین اسی طرح کشمیری مجاہدین کشمیری پنڈتوں کو نیست و نابود کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور وہ کشمیر میں سرگرم اسلامی مجاہدین کی جانب سے کشمیری ہندو نسل کشی کے شکار ہیں اور اگر کشمیری مجاہدین نے غلبہ پایا تو یہ اس خطے میں امریکی اور مغربی مفاد کے خلاف ہوگا اس لیے کشمیر میں اسلامی جہاد کو شکست دینا ہوگا اور کشمیری مجاہدین کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کے لیے بھارت کی مدد کی جائے۔ان کا کہنا ہے کہ کشمیری جہاد اس بین الاقوامی جہاد کا حصہ ہے جو جنوبی ایشیا میں اس مقصد کے لیے شروع کیا گیا تاکہ شمالی ہمالیائی سرحدوں کو بھارت سے الگ کیا جاسکے، کشمیری پنڈتوں کی یہ تنظیمیں امریکہ اور یورپ میں ہر فورم پر کہہ رہی ہیں کہ کشمیری پنڈت کشمیر کے پشتینی باشندے ہیں اور انھیں کشمیر میں رہنے کا حق میسر ہے اور وہ کشمیر میں امریکہ اور یورپ سے ایک ایسے نظام کی تشکیل میں عملی تعاون کے طلبگار ہیں کہ جو کشمیر میں اسلامی بالادستی کو ختم کرسکے۔

ان تنظیموں نے آج تک تحریک آزادی کشمیر کے خلاف زہر گھولا، اسلامیان کشمیر کے خلاف نفرت آمیز اور تعصب پر مبنی تقاریر اور پریس کانفرنسیں کیں اور حال ہی میں ان سب نے اس امر کا دوٹوک اعلان کیا کہ کشمیری پنڈت کشمیر سے دفعہ 370 کی منسوخی کے نہ صرف حامی ہیں بلکہ مودی حکومت کا یہ اقدام ان کی امیدیں بھر کی نوید سنا رہا ہے۔کشمیری پنڈتوں کی ا ن کا موقف ہے کہ وہ کشمیر میں کشمیری پنڈتوں کی جامع باز آبادکاری کا ایسا منصوبہ چاہتے ہیں جس سے آئینی ضمانتیں اور ہوم لینڈ میں مستقبل باز آبادکاری یقینی بن سکے۔واضح رہے کہ محض چند پنڈتوں جن میں سابق ایر وائس مارشل کپل کاک، مقتدر اسپورٹس صحافی سندیپ میگزین، اشوک بھان، نتاشا کول، فلم میکر سنجے کاک اور ایم کے رینہ وغیرہ شامل ہیں، کو چھوڑ

کرتمام کے تمام کشمیری پنڈت قابض بھارتی فوج کے ہاتھوں ہورہے کشمیری مسلمانوں کے قتل عام اورانکی نسل کشی پرخوشی سے جھوم رہے ہیں۔واضح رہے چندسوکشمیری پنڈت 1990 سے کشمیرمیں رہ رہے ہیں ان تیس سالوں میں انھیں کسی بھی قسم کا کوئی نقصان نہیں ہوا بلکہ ان کابال بھی بھیگانہ ہوسکا۔یہ کشمیری مسلمانوں کی مسلمانیت کی دین ہے کہ انھوں نے ان کشمیری پنڈتوں کو پناہ دے دی۔

سوال یہ ہے کہ کتنے کشمیری ہندو''کشمیری پنڈت اس تحریک کے دوران ہلاک ہوئے۔ اس حوالے سے 5 مئی 2008 سوموارکو جموں وکشمیر پولیس جو بھارت کی وفا دارفورس ہے نے ایک رپورٹ مرتب کرکے شائع کردی جس کے مطابق1989 سے مارچ 2008 تک کل 209 کشمیری پنڈت ہلاک ہوئے ہیں۔پولیس رپورٹ کے مطابق 24 معاملات میں ایف آئی آردرج ہوچکی ہے اورچالان بھی پیش کیا گیاجبکہ 115 کیسوں کے بارے میں کسی قسم کی معلومات فراہم نہیں کی گئی ۔پولیس کا کہنا ہے کہ کشمیری پنڈتوں کی ہلاکت کے واقعات سری نگر،سنگرام پورہ، وندہامہ اور نادی مرگ دیہات میں پیش آئے۔جبکہ 2010 میں کشمیر کی کٹھ پتلی سرکار نے اعدادوشمارپیش کرتے ہوئے کہا کہ کشمیری پنڈتوں کی 808فیملیاں ابھی تک وادی میں رہ رہی تھیں۔کشمیرکی کٹھ پتلی سرکار کے اعلان کے مطابق پنڈت کمیونٹی کے 1989 اور 2004 کے209اراکین دوران قتل ہوئے لیکن اس کے بعد اس قسم کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ایک پنڈت لیڈر جتندربخشی نے پولیس رپورٹ کودرست قراردیاہے۔جتندربخشی کا کہنا ہے کہ ہمارے کچھ لوگ سیاست کرنے کے لیے گنتی بڑھا دیتے ہیں حالانکہ پولیس کا بیان حقیقت پرمبنی ہے۔ کیونکہ اکثر ہلاکتیں 1990 میں ہی ہوئیں۔ جتندرکا کہنا ہے کہ ہمارے اکثر لوگ مبالغہ سے کام لیتے ہیں،لیکن درحقیقت پولیس کی رپورٹ ہی معتبر ہے۔

واضح رہے کہ کشمیری پنڈتوں کی ہلاکت کے ان واقعات نہایت مشکوک حالات میں ہوئے،کشمیری مسلمانوں کا موقف ہے کہ ان ہلاکتوں کے پیچھے بھارتی قابض فوج کا ہاتھ

تھا کیونکہ وہ مسلمانوں کا قتل عام اورانکی نسل کشی کرنے کے لیے کشمیری پنڈتوں کوخوفزدہ کر کے وادی کشمیر سے بھگانا چاہتی تھی ۔اس سلسلے میں کشمیرکی بھارت نواز تنظیم نیشنل کانفرنس کے سینئرلیڈر اور ریاست کے سابق کٹھ پتلی وزیرداخلہ علی محمد ساگر نے 1998 میں وندہامہ میں 23 پنڈت باشندوں کی ہلاکت کے بارے میں جب یہ دعویٰ کیا کہ اس واقعہ میں بھارتی فوج ملوث ہے تو انھیں وزارت داخلہ کے عہدے سے ہٹایا گیا۔کشمیری پنڈتوں سے پوچھا جاسکتا ہے کہ تمھارے کل 209یا219 کشمیری ہندوؤں پنڈتوں کا قتل اگر تمہاری نسل کشی ہے تو کشمیری مسلمانوں کی زائداز ایک لاکھ نفوس کے قتل کو تم ایک پوری انسانی آبادی کا قتل کیوں نہیں سمجھتے۔

بھارت نواز جماعتوں نیشنل کانفرنس اور پی ڈی پی نے کشمیری پنڈتوں کی باربار منت سماجت کی کہ وہ واپس آئیں بلکہ 2017 میں انھوں نے کٹھ پتلی اسمبلی میں اس حوالے سے ایک قرار داد بھی پاس کی لیکن کشمیری پنڈت کشمیرواپسی پر آمادہ نہ ہوسکے۔ بدھ 6 جولائی 2005 کوکشمیر کی حریت کانفرنس نے کشمیر سے تعلق رکھنے والے کشمیری پنڈتوں کو19 جولائی 2005 کو سرینگر میں ملاقات کی دعوت دی ۔اس ملاقات کا مقصد کشمیری پنڈتوں کی علاقے میں واپسی پر بات کرنا ہے۔حریت کانفرنس کے ترجمان کا کہنا تھا کہ یہ ملاقات جسے کشمیری پنڈتوں اورحریت کانفرنس کے درمیان رابطے کا آغاز سمجھا جارہا ہے، علاقے میں رہنے والے کشمیری مسلمانوں اور کشمیری ہندوؤں کے لیے ایک پیغام ہے کہ انھیں اکٹھا ہو جانا چاہیے۔ تاہم کشمیری پنڈتوں نے حریت کانفرنس کی مذاکرات کی دعوت کومسترد کر دیا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ ایسی کسی بھی قسم کی بات چیت بے معنی ہے۔کشمیری پنڈتوں کا کہنا تھا کہ ابھی انکی واپسی کے لیے حالات سازگار نہیں۔دراصل بھارتی حکومت ، قابض بھارتی فوج اور''را'' ہرگز یہ نہیں چاہتی کہ کشمیری پنڈت اپنے آبائی گھروں کولوٹ آئیں کیونکہ اسے ان کاوہ پروپیگنڈے کی مہم دم توڑ جاتی جس کے ذریعے سے وہ کشمیری مسلمانوں کی شبہہ مسخ کرنے کی کوششوں میں لگاتار جڑے ہوئے ہیں۔

واضح رہے کہ کشمیری پنڈتوں کی وادی میں زیادہ تر جائیدادیں اب بھی محفوظ ہیں اور جن پر کئی مقامات قابض بھارتی فوج نے زبردستی قبضہ کرلیا ہے۔کچھ پنڈتوں نے جموں میں بیٹھ کرہی اپنی اراضی فروخت کردی اورکشمیری مسلمانوں نے رائج الوقت طریقے سے اسے خریدلیایہ خریدوفروخت اورزیادہ تر جائیدادیں اب تک محفوظ ہونے کاواضح مطلب یہ ہے کہ کشمیری پنڈتوں کا وادی سے جانا کوئی ہندومسلم تنازعے کا شاخسانہ نہیں۔اگرکشمیری پنڈتوں کوکشمیری مسلمانوں نے جلاوطن کیا ہوتا تو پھرانکی اراضی اورانکی جائیدادیں موجودنہ ہوتی بلکہ وہ ہڑپ ہوئی ہوتی مگرایساہرگزنہیں ہوا۔اس لیے پنڈتوں کاوادی چھوڑ کر چلے جانا ہندومسلم دشمنی کا سوال نہیں ہے اور نہ ہی ہمیں ایسا سمجھنا چاہیے۔کشمیری پنڈت ملک کے مختلف علاقوں میں چلے گئے ہیں اور انھیں اپنی اعلی تعلیمی استعداد کی وجہ سے بڑی اچھی ملازمتیں مل چکی ہیں۔ ہمیں بہرصورت یہ کہنے سے کلی طور پراجتناب برتنا چاہیے کہ کشمیری پنڈتوں کے بغیر کشمیرادھورا ہے۔ہم یہ کہتے ہوئے اپنی ایمانی پوزیشن کومشکوک بنارہے ہیں۔

واضح رہے کہ مقبوضہ کشمیر میں ہندوؤں کو بسانے کے لیےاسرائیلی طرز پر بستیوں کے قیام کے بارے میں نیویارک میں تعینات ایک بھارتی سفارت کار کے حالیہ بیان پرکڑی تنقید کی جارہی ہے۔ نیویارک میں بھارتی قونصلر جنرل سندیپ چکراورتی نے سوشل میڈیاپر جاری ایک ویڈیومیں اعتراف کیا ہے کہ نریندرمودی کی زیرقیادت بھارتی حکومت مقبوضہ کشمیر میں ہندوؤں کو بسانے کے لیے اسرائیل طرز پر بستیاں قائم کرے گی۔انھوں نےفلسطینی علاقے میں اسرائیلی کی طرف سے قائم کی گئی غیر قانونی بستیوں کا حوالہ دیتے ہوئے سوال کیا کہ ہم یہ کیوں نہیں کرسکتے جبکہ ایسا مشرق وسطی میں ہو چکا ہے۔دراصل یہ کشمیری پنڈتوں کی سیکورٹی فراہم کرنے کی آڑ میں بھارت اسی ناپاک منصوبے کوعملا رہاہے جواسرائیل یہودآبادکاروں کے لیے کثیرتعدادمیں بستیاں قائم کر رہا ہے اور دفعہ 370اور 35اے کومنسوخی کے بعدیہ انتہائی اشتعال انگیز اورمتشددطریقےعمل کیاجارہاہے۔

⊙.....⊙.....⊙

کشمیر کی بولتی تصویریں

5اگست 2019 سے کشمیر میں جاری لاک ڈاؤن کی کوریج کرنے والے تین کشمیری صحافیوں کو 5 مئی 2020 میں امریکہ میں پلٹزر ایوارڈ سے نوازا گیا۔ کشمیر کے جرنلسٹوں کے ایوارڈ پر بھارت جس طرح چیں بجبیں ہوا۔ مودی اینڈ کمپنی کی اس حوالے سے حیرانی، پریشانی، اضطراب و بے چینی تہذیب و شائستگی، عقل و دانش سے عاری ہے بھارتی میڈیا پر دیکھی جاسکتی ہے۔ حقائق کو مبرہن انداز میں سامنے لانے کے حوالے سے تصویر تہلکہ مچا دینے والی برہان قاطع ہوتی ہے۔ بولتی تصویروں میں کی گویائی میں کوئی طوالت، تکلف اور تصنع نہیں ہوتا۔

صورتحال جیسی ہوتی ہے تصاویر اسی کی ہو بہو عکس بندی کرتی ہیں۔ تصاویر کسی مصیبت زدہ انسانی آبادی کے رنج وغم کو سامنے لانے کا یہ ایک سائیٹفک اسلوب ہوتا ہے کہ جس پر کسی ردوقدح اور مباحثوں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی منظر عام پر لانے والوں پر بودے الزامات و دشنام طرازی کی جاسکتی ہے۔ صورتحال کو جاننے اور سمجھنے کے لیے اس کا ہر پہلو زود آگہی فصیح وبلیغ ہونے کے ساتھ ساتھ فکر انگیز ہوتا ہے۔ یہ چونکہ واقعات اور سانحات کا ہو بہو عکس ہوتا ہے اس لیے اس میں غضب کا توازن ہوتا ہے اور کسی فرد، افراد، معاشرے یا ریاست کی صورتحال کو واضح طور پر پیش کرنے کا یہ نہایت دلنشین اور شگفتہ انداز ہوتا ہے۔

گویا یہ کوئی طلسم ہوش ربانہیں ہوتا ہے بلکہ من وعن کیفیت کا نام ہوتا ہے۔ علیٰ ہذاالقیاس دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کے ساتھ ساتھ اسلامیان کشمیر پرڈھائی جانے والے مظالم کی تصاویر اس قدر زہرگداز ہیں کہ جن کے تصور سے جی گھبراتا ہے اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ واضح

رہے کہ بلاضرورت تصویر بنانا شرعی طور پر ممنوع ہے لیکن بعض مجبوریوں میں اجتہاداً اس کی اجازت دے دی گئی ہے۔

کشمیر کے تین فوٹو جرنلسٹوں نے تصاویر کے ذریعے جہاں کشمیر میں بھارتی بربریت کو طشت ازبام کر کے رکھ دیا ہے وہیں اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ تحریک آزادی کو جاری و ساری رکھنے کے حوالے سے اسلامیان کشمیر کے قوی مضمحل نہیں ہوئے اور آزادی کی امنگ، چاہت اور ذوق میں انکے اعضا و جوارح میں کوئی ضعف واقع نہیں ہو چکا۔ بلکہ بے شمار زخموں پر خون میں تر بتر لباس اوڑھے وہ پیکر استقامت کھڑے ہیں۔ بلاشبہ کشمیر کے فوٹو جرنلسٹوں کی محنت شاقہ سے بنائی گئی کشمیر کی تصاویر بھارت کے اس جھوٹ پر جھاڑوں پھیر دیا جو وہ کشمیر سے متعلق بول بول کر دنیا کے رائے عامہ کو گمراہ بنا تا رہا ہے۔ تصاویر دور جدید کی صحافت کا، اثر آفریں انداز ہوتا ہے۔ کیفیات اور صورتحال کا یہ آسان وسیلہ اظہار ہوتا ہے۔ تصویر کی صنائع وبدائع کے ذریعے مظلومین کا کرب پایا جاتا ہے۔ مظلومین کا سینہ چھلنی، چھت چھلنی ہوتا ہے۔ تو اس پر تصویر بولتی ہوتی ہے۔ ان کا دل غموں سے کس قدر خوں ریز ہوتا ہے۔ انکی زندگیاں غم و آلام سے کس قدر نبرد آزمائی میں کٹ جاتی ہیں۔ غموں کے اژدھام میں وہ کس قدر بجھ چکے ہوتے ہیں اور وہ شعور و خرد کے سہارے جوانمردی سے ان کا کس طرح مقابلہ کرتے ہیں۔ تصویر بولتی ہیں۔

رنج کا خوگر ہو انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہوگئیں

کشمیر میں 5 اگست 2019 کے بعد حالات وواقعات کو جبر اور بے خبری کے پردوں کے پیچھے چھپانے کی جو رسم شروع ہوئی تھی لیکن تین صاف گو اور جراتِ اظہار کے حامل جرنلسٹوں نے منظر کشی کر کے اسے طشت ازبام کر دیا۔ اپنی زندگی کی پرواہ کیے بغیر کشمیر میں بھارتی فوج کے مظالم دنیا کو دکھانے والے تینوں کشمیری فوٹو گرافرز بلاشبہ صحافت کا اعلیٰ ترین ایوارڈ کے مستحق تھے۔ جنھوں نے بھارت کے نام نہاد جمہوریت کے چہرے سے نقاب سرکایا

اور اس کا فاشسٹ چہرہ بے نقاب کر دیا۔ سر عام اپنا منہ برہنہ ہونے کی خجالت سے بھارت کو اپنی ہیچ ظرفی کا احساس کچھ اس طریقے سے چاٹنے لگا ہے کہ اس کی قوت سماعت ہی ختم ہوچکی ہے اور سچائی وحقیقت بیانی کے علمبردار اسے ایسے دشمن دکھائی دینے لگتے ہیں جن کی کھال ادھیڑ کر ہی اپنی شیطانی انا کو تسکین کا سامان ڈھونڈ لیتا ہے۔

بہرحال کشمیر کے تینوں فوٹوگرافرز کو مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوج کی جانب سے ڈھائے جانے والے انسانیت سوز مظالم کو تصاویر شکل میں دنیا کے سامنے لانے پر مذکورہ ایوارڈ سے نوازا گیا۔ پلٹزر ایوارڈ امریکا کا اعلیٰ ترین ومعتبر صحافتی ایوارڈ ہے، جو ہر سال صحافت کی متعدد کیٹیگریز میں دیا جاتا ہے۔ تینوں کشمیری فوٹوگرافرز کو صحافت کے شعبے کی فیچر فوٹوگرافی کیٹیگری میں ایوارڈ دیا گیا۔ تینوں فوٹوگرافرز کو مجموعی طور پر ایک ہی ایوارڈ دیا گیا۔ پلٹزر ایوارڈ کی تقریب آن لائن منعقد کی گئی تھی اور جیتنے والوں ورچوئل انعامات سے نوازا گیا، تاہم ادارہ جیتنے والے تمام افراد کو ایوارڈز اور رقم پہنچا دے گا۔

انھوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر مقبوضہ کشمیر میں قابض بھارتی فوج کی نہتے کشمیری پر مظالم کی کوریج کی، کشمیریوں کے گھروں میں چھاپوں اور مظاہرین کے خلاف طاقت کے استعمال کی تصاویر بنا کر دنیا کو بھارت کا حقیقی چہرہ دکھایا۔ ڈار یاسین، مختار جن کا تعلق وادی کشمیر سے ہے جبکہ چنی آنند کا تعلق جموں سے ہے تینوں کا کہنا ہے کہ بھارتی مظالم اور وادی میں پابندیوں نے دنیا تک سچ پہنچانے کی ان کی جستجو کو مزید بڑھایا ہے۔ واضح رہے کہ یہ ایوارڈ ہنگرین نژاد امریکی صحافی جوزف پولٹزر کے نام سے 1917 میں جاری کیا گیا تھا اور عملی صحافت اور فن و ادب میں نمایاں خدمات انجام دینے والوں کو اس ایوارڈ سے نوازا جاتا ہے۔ یہ ایوارڈ شعبہ صحافت کے معتبر ترین اعزازات میں شمار ہوتا ہے۔

تینوں فوٹوگرافرز کو گزشتہ سال بھارتی حکومت کی جانب سے کشمیر میں نافذ کیے گئے کرفیو کے دوران بھارتی فوج کی جانب سے نہتے کشمیریوں پر مظالم کی تصاویر سامنے لانے پر انھیں ایوارڈ سے نوازا گیا۔ تینوں فوٹوگرافرز نے سخت کرفیو اور لوگوں کے باہر نکلنے کے باوجود جان

کی پرواہ کیے بغیر کیمروں کو چھپاتے ہوئے اور کئی کئی گھنٹوں تک ایک تصویر کا انتظار کرنے کے دوران بھارتی مظالم کی ایسی تصاویر سامنے لائیں تھیں جنھیں دیکھ کر دنیا اشکبار ہوگئی۔ انٹرنیٹ کی بندش کے باعث لاک ڈاؤن کے دوران بھارتی فوج سے چھپتے چھپاتے لی گئیں تصاویر دشوار ترین مرحلہ تھا۔کشمیر کے آشوب زدہ حالات کو فوٹو جرنلزم کی طرف ابھارا جانا وقت کی شدید ضرورت ہے ۔خاک وخون میں لتھڑے ہوئے لاشوں، بین کرتی عورتوں، اور پرنم آنکھوں کے حامل بچوں کی تصویریں بنا کر عالمی ذرائع ابلاغ کے ذریعے سامنے لانا بہت اچھی کاوش ہے۔ ملت اسلامیہ کشمیر کس کرب والم میں مبتلا ہے ،اسلامیان کشمیر پر غم و اندوہ کے جو پہاڑ توڑے جارہے ۔انکی پاکدامن دختران کے آنچل ہندو کافر فوج کے پاؤں تلے کس طرح روندے چلی جارہی ہے ۔کشمیر کی یہ تصاویر الجزیرہ اور نیویارک ٹائمنز میں شائع ہوئیں تو دنیا کو بھارتی مظالم کا عشر وعشیر پتا چل سکا۔

اس سے قبل سری نگر کی ایک خاتون فوٹو جرنلسٹ مسرت نے مقبوضہ کشمیر میں قابض بھارتی فوج کی بربریت کی اصل اور سچی تصویر کشی کی تو اس کی پاداش میں وہ بھارتی عتاب کی شکار بنی اوراس کے خلاف یہ کہتے ہوئے ایک سنگین نوعیت کا کیس درج کیا گیا کہ انھوں نے سوشل میڈیا پر اپنی پوسٹس کے ذریعے کشمیری نوجوانوں کو بھارت کے خلاف مسلح جدوجہد میں شامل ہونے کے لیے اکسایا ۔خاتون جرنلسٹ نے اپریل 2020 کے وسط میں کشمیری خواتین میں نفسیاتی تناؤ سے متعلق ایک سٹوری شیئر کردی جس کے لیے سری نگر سے ملحق گاندربل ضلع کی ایک خاتون کا انٹرویو کیا تھا جنھوں نے بتایا کہ ان کے شوہر کو بھارتی فوج نے کئی برس قبل ایک جعلی مقابلے میں شہید کیا گیا۔مسرت نے اس سٹوری سے متعلق تصاویر بھی پوسٹ کی تھیں۔

مقبوضہ کشمیر میں یہ کوئی انھونی نہیں کیونکہ یہاں کے باسی قابض بھارتی فوج کے ہاتھوں اپنے گردوپیش میں رونما ہونے والے سانحات پر چاہیے زبان ،قلم یا تصاویر کے ذریعے آواز بلند کریں تو لازماً بھارتی سفاک فوج کی بربریت کے شکار بن جاتے ہیں ۔تاہم یو اے پی اے کے قانون کے تحت خاتون جرنلسٹ کے خلاف کارروائی کشمیری صحافیوں کے خلاف

اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ ہے۔ یہ کالا قانون گزشتہ برس بھارتی پارلیمان سے منظور ہوا تھا اور اس قانون کے تحت وادی کشمیر میں ہزاروں مسلمانوں کو بلالحاظ عمر وجنس پابند سلاسل کیا گیا ہے۔

خاتون جرنلسٹ مقبوضہ کشمیر کی اس تیسری پیڑی سے ہیں کہ جس نے بھارتی جبر و قہر میں آنکھ کھولی اور بندوقوں کے سائے میں پلی بڑی ہے اور کشمیری مسلمانوں کی یہ پیڑی بے خوف ہے جسے سچ کہنے، سچ لکھنے اور سچا کا ساتھ دینے میں کوئی تامل نہیں ہے۔ تاریخ بزدلوں کی بزدلی اور بہادروں کی بہادری کے واقعات سے اٹی پڑی ہے۔ تاریخ میں ایسے لوگوں کا باب ہمیشہ آب زر سے لکھا گیا ہے کہ جو نہایت پامردی کے ساتھ ظالموں کے ہاتھوں مظلوموں پر بیت جانے مظالم طشت از بام کرتے ہیں اور عشاق کے قافلے کے پرعزم سپاہی کی طرح کبھی کسی سستی کو اپنے مقصد کے آڑے آنے نہیں دیتے۔ ہر باضمیر صحافی قلم اور کیمرہ اٹھانے سے قبل وہن اور وہم کی رگوں کو اپنے پیکر خاکی سے کاٹ کر پھینک دیتا ہے کیونکہ اس نے اپنے ضمیر سے عہد کر لیا ہوتا ہے کہ وہ قطعاً گونگا شیطان نہیں بنے گا۔ وہ سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ ،ظالم کو ظالم اور مظلوم کو مظلوم ہی لکھے گا۔حق میں باطل اور نہ باطل میں حق کو اکٹھے کر کے کھچڑی پکائے گا اور وہ احقاق حق اور ابطال باطل ثابت کر کے رکھ دے گا۔ظالم کے مقابلے میں ہمیشہ مظلوم کے حق کی جنگ لڑے گا اس نے یہ عزم باندھا ہوتا ہے کہ اپنے پیشے کی آبرو پر کبھی آنچ نہیں آنے دے گا اور قوم وملت کی عزت اور قلم کی حرمت پامال ہونے نہیں دے گا۔

مقبوضہ کشمیر کے وہ سب صحافی جنھیں قلم کی حرمت نے تاریخ اور عوامی نظروں میں معتبر کیا انھوں نے قلم اٹھایا ہر طرف کی ویرانی اور چارسو اندھیرا، موت کی بستی اور زندہ لاشوں کے مقابر،قبرستان کی خاموشی اور نام نہاد امن کی تاویلیں ،عصر حاضر کے فرعونوں اور نمرودوں کا دست تظلم اور اپنوں کی غداری ،پر مشتمل سارے سانحات کو قلمبند کیا اور بھارت اور اسکے زرخرید کشمیری آلہ کاروں کی جملہ سازشوں کے تار و پود بکھیر دیے ہیں ۔کشمیر کے ان صحافیوں نے سچ کے لکھنے کی ذمہ داری قبول کی اور یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ قلمی محاذ پر جرات واستقلال کے ساتھ سچ کی جانب سے لڑیں گے وہ یہ خوب جانتے ہیں کہ کرہ ارض پر ہمیشہ سے جاری و

ساری یہ جنگ ہر زمانے اور ہر دور میں ہر جگہ لڑی گئی کیوں کہ صحافت محض ایک شعبہ ہائے زندگی ہی نہیں ہے بلکہ یہ ایک بہت بڑا فریضہ ہے۔

1947 کے بعد مقبوضہ کشمیر کی صحافت شیخ عبداللہ کی گرد گھومتی رہی اور وادی کشمیر کے دو بڑے اردو اخبار، روزنامہ آفتاب اور روزنامہ سری نگر ٹائمز شیخ عبداللہ کی غداری کے علی الرغم ان کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان رہے اور ان کے قصیدے گاتے رہے۔ یہ اخبارات کشمیری زبان میں اہل کشمیر کو ''ال کرے گا وانگن کرے گا شیخ کرے گا شیخ کرے گا'' جس کا ترجمہ یوں ہے کہ شیخ عبداللہ جو کچھ ہمارے ساتھ کرے بلا چون و چرا ہمیں قبول و منظور ہے۔ ان دونوں روزناموں کے علاوہ چٹان کے نام سے بھی ایک او رہفت روزہ اردو میگزین شائع ہوتا رہا اور وہ عبدالغنی لون مرحوم کے زیر اثر تھا اگر چہ اس نے دونوں روزناموں کے برعکس راستہ چن لیا تھا اور وہ شیخ عبداللہ کے بجائے عبدالغنی لون کو قائد کشمیر کے طور پر ابھارتا رہا لیکن غنی لون بھی اس وقت بھارت کے زیر سایہ والی سیاست کر رہے تھے یہ کشمیر میں مسلح جدوجہد شروع ہونے سے قبل کی بات ہے۔ اس لیے اس ہفت روزہ سے بھی کشمیری عوام کو بھارت سے آزادی حاصل کرنے کے لیے تحریک شروع کرنے کی کوئی راہنمائی نہیں مل سکی۔ تاہم بعد میں جب عبدالغنی لون تحریک آزادی کشمیر کا حصہ بنے تو چٹان نے بھی حالات کے مطابق کروٹ بدلی اور کئی ایسے قلمکاروں کو لکھنے کا موقع فراہم کیا جو تحریک آزادی کو اپنے رشحات قلم سے آنچ دیتے رہے۔

لیکن اس دوران جماعت اسلامی جموں وکشمیر کا ہفت روزہ ''اذان'' اہل کشمیر کو حقائق بتلاتا رہا اور ان کی نظریاتی راہنمائی کرتا رہا تاہم اس پر کئی بار شیخ عبداللہ کا نزلہ گرتا رہا جس کے باعث اس کی اشاعت میں رکاوٹیں حائل ہوتی رہیں اور اس کی کاپیوں کی تعداد بھی نہایت قلیل شائع ہوتی رہیں اس وجہ سے اس کا حلقہ قارئین نہایت مختصر اور محدود تھا۔ یوں سمجھ لیجیے کہ بوجوہ جماعت اسلامی کے کارکنان اور رفقاء کے علاوہ اس ہفت روزہ کی رسائی کسی دوسرے تک ممکن نہ تھی۔

1990 میں کشمیر میں بھارتی جابرانہ اور جارحانہ قبضے اورتسلط کے خلاف انقلاب آفریں تحریک اٹھی،تحریک آزادی کا ڈنکا بج اٹھا تواس نے شیخ عبداللہ کے بزدلانہ فلسفے کویکسر مسترد کردیااورتحریک آزادی کشمیر کے آغاز پر جب سب کچھ بدل گیاتو کشمیر کے مقامی اخبارات نے بھی اپنے اندر بدلاؤلایا۔کشمیرکی تیسری پیڑی کے نوجوان صحافی اخبارات سے جڑ گئے جس کی وجہ سے اخبارات میں شیخ عبداللہ کی قصیدہ گوئی ختم ہوئی، سری نگر سے انگریزی اور اردو اخبارات کے اشاعت کی بر مارشروع ہوئی اورتحریک آزادی کشمیر،ان کی شہہ سرخیوں کی زینت بنتی رہی ۔تاہم جب بھارتی فوج کے مظالم بڑھ گئے تو اخبارات بزعم خویش دباؤکے سامنے ٹک نہ سکے جس کے باعث تحریک آزادی کے تیئں ان طرح کی حمایت کا سلسلہ اس طرح قائم نہ رہ سکا کہ جوتحریک آزادی کشمیرکامطلوب ومقصود اور اس کا تقاضااورعملی مطالبہ تھا۔ اخبار مالکان ڈرگئے کہ کہیں جیل نہ جاناپڑے ۔

مگردوسری طرف تحریک بھی اپنے شباب پرتھی ۔وہ مخمصے کے شکارہوئے کریں تو کیا کریں۔تو انھوں نےففٹی ففٹی کی پالیسی اختیارکرلی یعنی قاتل انتظامیہ کےہمنوا،اورمقتول کے بھی نوحہ خواں بنے رہے یوں وہ آدھاتیتر آدھابٹیر بن گئے ۔اس بزدلانہ پالیسی کے باعث اخبارات میں ان کالم نویسوں کوجگہ ہی نہیں مل سکی جوقوم کی رہبری اور رہنمائی کرسکیں تاہم اس دوران کشمیرکی تیسری پیڑی کے صحافی جوکئی اخبارات سے وابستہ ہوئے پوری مستعدی کے ساتھ حق گوثابت ہوئے اورمجھ ناچیز کےبشمول کئی ایسے قلمکاروں کوایڈیٹوریل میں لکھنے کاموقع فراہم کیاتحریک آزادی کے حوالے سے جوصرف اورصرف کشمیریوں کی ذہن سازی کرتے رہےاوراس حوالے سے یہ نوجوان صحافی کوئی بھی خطرہ مول لینے کے لیے کمربستہ رہے ۔

⊙......⊙......⊙

نانا کی لاش پر بیٹھا کمسن عالمی ضمیر پر ماتم کناں تھا

یکم جولائی 2020 دم صبح ارض کشمیر پر قابض بھارتی فوج کی درندگی اور بربریت کا ایک اور دلدوز واقعہ پیش آیا کہ جب ایک کمسن بچے کی آنکھوں کے سامنے اسکے نانا کو نہایت وحشیانہ اور بہیمانہ طریقے سے شہید کر دیا گیا۔کمسن اور بوڑھے نانا ہر اعتبار سے دونوں نحیف و نزار مگر پھر بھی قاتل کا دل نہ پسیجا۔ نانا کی خون آغشتہ لاش پر بیٹھے روتے بلکتے معصوم عیاد کا یہ خونچاں نقش اور یہ تصویر کبھی بھلائی نہیں جا سکے گی۔ بلاشبہ نانا کی لاش پر بیٹھا یہ کشمیری بچہ عالمی ضمیر پر ماتم کناں تھا۔اس تصویر نے ہر باضمیر کے دل دہلا دیئے، مغموم بنا دیا، رلایا اور ہلا کر رکھ دیا۔ اپنے شہید نانا کے سینے پر ہچکیاں لیے چہرے پر آنسوؤں کا سیلاب بہاتا، کانپتا لرزتا ننھا عیاد پوچھ رہا تھا کہ میرے نانا کا قصور آخر تھا کیا۔اے دنیا والوں تف ہو تم پر! کیا اسے بھی بڑھ کر بربریت کا عملی مظاہرہ کوئی ہوسکتا ہے۔ یہ تصویر چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے کہ دنیا کی مجرمانہ خاموشی کے باعث کشمیر میں زندگی ختم ہو چکی ہے اور بھارتی فوجی درندوں کے سامنے ہر کشمیری مسلمان بس اپنی باری کا منتظر ہے۔ 65 سالہ بزرگ بشیر احمد کی خون میں لت پت پڑی ہوئی لاش پر بیٹھا معصوم عیاد 57 مسلمان ملکوں کے حکمرانوں کی بزدلی پر ماتم کر رہا تھا۔ بے بسی کی تصویر بنا ہوا یہ بچہ بزبان حال سوال کر رہا تھا کہ میں اس دین کا پیروکار ہوں جس کے ماننے والے ڈیڑھ ارب سے زائد ہیں مگر میری مصیبت کو دیکھ کر بھی تمھارے منہ مقفل کیوں ہیں اور تمھارے ڈیڑھ ارب دلوں میں ارتعاش کیوں نہیں پیدا ہوتا۔ کیا تم بھی اپنے حکمرانوں ہی کی طرح بزدل، ڈرپوک اور منافق ہو۔

قاتل بھارتی فوج اسلامیان کشمیر کے سینوں پر جی بھر کے گھاؤ لگا رہی ہے۔ارض کشمیر پرسفاک اسکی کی دہشت کے خونچکاں نقوش کس طرح دلوں سے مٹ پائینگے، سفاکیت کے ہر واقعے میں بھارتی فوج اپنی وحشت و بربریت کی تاریخ میں نہتے کشمیری مسلمانوں کے لہو سے ہر روز ایک نیا باب رقم کرتی چلی جارہی ہے۔یہ ستم گر، ستم ڈھانے ہر قریہ اور ہر انسانی بستی میں ایسے پھیل جاتے ہیں جیسے خونخوار درندوں کا کوئی جھنڈ ہو، بے رحم فوجی درندے آتش و دہن کی بارش برسا کر جسد کشمیر کو تازہ زخم دے جاتے ہیں تو قبل ازیں لگے تمام گھاؤ یکبارگی کے ساتھ کھل جاتے ہیں، ہرے ہو جاتے ہیں،ان سے تازہ لہو ٹپکنے لگتا ہے،ظلم وبربریت کا شکار رفتگان کے خوں آلودہ چہروں کے البم سامنے آجاتے ہیں، ضبط کے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں، اشکوں کے موتی رل رہے ہیں، کشمیر کا پیروجوان ، مرد وخواتین تڑپتے ہوئے انگاروں پہ لوٹ جاتے ہیں۔یکم جولائی2020بدھ کو ننھے عیاد جہانگیر نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے نانا کوریاستی دہشت گردی کی بھینٹ چڑھتے دیکھا۔اس کے لوح ذہن پرانسانیت کولرزہ براندام کرنے والا یہ سانحہ ایسے منقش ہوا کہ کبھی مٹ نہیں سکتا۔اس کالابدی نتیجہ یہ نکلے گا کہ بڑاہوکرعیاد بڑاہوکراپنے نانا کے خون کا حساب توچکائے گا۔عیاد نے خون کے آنسوں سے حرماں نصیب کشمیری مسلمانوں کے دکھوں کا ترجماں نوحہ لکھ دیا جس نے اسے دیکھا اور پڑھا اس کا کلیجہ منہ کو آیا اور وہ اپنے آنسوں پرضبط نہ رکھ سکا۔سوال یہ ہے کہ تین سالہ عیاد کے سامنے اس کے نانا کے بہیمانہ قتل نے دنیا کےضمیر کو جو کہنی ماری کیا کشمیر کے حوالے سے وہ اسے جگانے کے باعث بن سکتی ہے؟

30 برس ہوئے کہ اسلامیان کشمیرسفاک بھارتی فوج کی بربریت کالگاتار نشانہ بنتے چلے آرہے ہیں۔آزادی کے مطالبے کی پاداش میں ملت اسلامیہ کشمیرزنجیروتعزیر،صلیب وسلاسل اورطوق وقفس کے دشت کی سیاحی ان کی جان نہیں چھوڑ رہا۔اس سفر میں ان کا پورا وجود اضمحلال واختلال میں ہے لیکن ان کی پیشانیاں ان کے ایک زندہ قوم ہونے کی تصویر پیش کر رہی ہے۔گزشتہ تین عشروں کے دوران بھارتی بربریت میں پسے جانے والی اس انسانی آبادی

کے لیے کوئی نویدافزا کلی نہیں کھل سکی اور نہ کسی مسرت آمیز غنچے نے ابھی تک اپنے لبوں پر تبسم بکھیرے۔حتیٰ کہ کوئی ایک آدھ نشاط انگیز اور فرحت بخش جھونکا بھی کسی دریچے سے ہویدا نہیں ہورہا۔ایسے کسی ناصرومددگار جوانھیں بھارت کے چنگل سے نجات دلادے کے انتظار میں اسلامیان کشمیر کی آنکھیں پتھرا گئیں، دہائیاں دے دے کران کے گلے رل چکے ہیں۔مگر قسمت رت بدلنے کے لیے انگڑائی نہیں لے رہی۔ افسوس پون صدی کا ایک لمبااور طویل عرصہ بیت گیالیکن کوئی اقوام متحدہ اورکوئی او آئی سی انھیں باد بہاری کا احساس تک نہ دلوا سکا اور نہ ہی ان کے غم وحزن کوکم کرواسکا۔سچ یہ ہے کہ طوفانوں اور طغیانوں نے کشمیری مسلمانوں کا سب کچھ چھین لیاہے اورانھیں ایک لق ودق صحرا میں ٹنڈ منڈ درختوں کی مانند چھوڑ دیا ہے۔

گولیاں چلنے کی تڑتڑاہٹ ،بارود پھٹنے کی سماعت شکن آوازوں اوراسکے تعفن زدہ دھوئیں میں لپٹے ہوئے لہولہوکشمیر میں گل لالہ کے حسن اور بہار کی شادابیوں کے تذکروں کے بجائے خاک وخون میں تڑپتے کشمیری مسلمانوں کی بس آہ وفغاں اور دلدوز چیخیں سنائی دے رہی ہے۔ اسلامیان کشمیر جہاں پوری دنیا کی طرح آج کرونا کی اذیتیں سہہ رہے ہیں وہیں انھیں بھارتی فوج کے آزارمسلسل کابدستورسامنا ہے اور یکے بعد دیگرے ان کے نحیف ونزار وجود پر چرخے لگائے جارہے ہیں اوروہ انتہائی تلخ اورجانگسل صورتحال کا مقابلہ کررہے ہیں۔سفاک بھارتی فوج کا خونی عفریت ہرسڑک اور ہرگلی پر منہ پھاڑے چنگھاڑ رہاہے اور کشمیری مسلمان کی جان لینے کی تاک میں ہے۔درندہ صفت بھارتی افواج کی ظلم وبربریت انسانیت کاضمیر جھنجھوڑ رہی ہے، دنیا کواس بربریت کیخلاف کھڑا ہونا چاہیے اوراقوام متحدہ اور سلامتی کونسل سے بھارت کیخلاف جنگی جرائم کی کارروائی کرانی چاہیے۔لیکن المیہ یہ ہے کہ اقوام عالم اپنے خرشوں میں پڑی ہے اوراسے یہ چنٹی نہیں کہ وہ اسلامیان کشمیر کی آہوں اور سسکیوں کا نوٹس لے کرکوانھیں اپنا پیدائشی حق دلا دے۔

تین سالہ نواسہ نانا کی لاش سے نیچے اتر کر ہاتھ میں پتھر اٹھا تا ہے اور پاس ہی موجود ایک

درندے مسلح فوجی اہلکار کی طرف لپک جاتا ہے تا کہ نانان کے قتل پر اسے پتھر مارے ۔تین سالہ عیاد کا ہاتھ میں پتھر اٹھا کر اہلکار کی طرف لپک جانااس امر پر دال ہے کہ اسی اہلکار نے عیاد کے ناناابو پر گولیوں کی بوچھاڑ کر کے اسے شہید کر دیا۔ماڈل ٹاون سوپور میں پیش آئے اد دلدوز واقعے پر مودی کے زرخرید میڈیا نے بڑی کوشش کی کہ معاملہ مشکوک بن جائے اور یہ باور کر لیا جائے کہ واقعہ دوطرفہ فائرنگ کے دوران پیش آیا اور معلوم نہیں کہ کس کی گولی سے عیاد کے سامنے اس کے نانا نے جان دے دی ۔لیکن بشیر احمد خان شہید کے بیٹے نے صاف صاف بتادیا کہ قابض بھارتی فوج سی پی آر ایف کے اہلکاروں نے مجاہدین کے ہاتھوں اپنے چار ساتھیوں کے ہلاک کیے جانے کا بدلہ ان کے والد سے لیا جو ایک عام شہری اور نہتا شخص تھا اور فوجی اہلکاروں کی ہلاکت سے جسے کوئی تعلق نہیں تھا۔اس کا کہنا تھا کہ اس کے والد کو اپنی گاڑی سے نیچے اتار کر گولیاں مار کر شہید کر دیا گیا۔جبکہ تین سالہ عیاد کی جو تازہ ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل ہوئی اس میں وہ عینی گواہ کے طور پر ننھے لہجے میں کہہ رہا ہے کہ'' پولیس والے نے ٹھک ٹھک ٹھاک کر کے بڑے ابو کو ماردیا'' سوال یہ ہے کہ کیااس کے بعد بھی بھارتی فوج اپنی درندگی پر پردہ ڈال سکے گی۔

ماڈل ٹاون سوپور میں پیش آئے اس واقعے سے ارض کشمیر پر بھارتی فوج نے اپنی درندگی اور وحشیانہ پن کی ایک اور دل دہلانے والی داستان رقم کی۔گولیوں کی تڑتڑاہٹ کے دوران ہی عیاد کو نانا بشیر احمد کی لاش پر بٹھایا گیااوراسکی تصاویر سوشل میڈیا پر وائرل کی گئیں۔ بھارتی فوجی اہلکار بشیر احمد کی سڑک پر پڑی لاش پر پاؤں رکھ کر تصاویر بنواتے رہے ۔دوسری طرف ننھے عیاد کو گود میں اٹھا کراوراسے ٹافیا پکڑوا کر بھی یہ ثابت کرنے کی کوشش کی وہ قاتل نہیں مسیحا ہیں اورانھوں نے بڑی جرات کامظاہرہ کرتے ہوئے دوطرفہ فائرنگ کے دوران بچے کو ریسکیو کیالیکن علاقے کے مکین گواہ ہیں کہ بشیر احمد کوگاڑی سے اتار کراس کے سینے کوگولیوں سے چھلنی کر دیا۔قابض بھارتی فوج کے یہ تصاویر سوشل میڈیا پر وائرل ہوئیں جس میں ایک

طرف فوجیوں کی بوٹوں کے نیچے بشیر احمد کی لاش پڑی ہے اور دوسری طرف انہی قاتلین میں سے ایک قاتل اس بچے کو گود میں لیے ہوئے ٹافیاں دے رہا ہے۔ بقول ڈاکٹر کلیم عاجز کے ۔

دامن پہ کوئی چھینٹ نہ خنجر پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو

واضح رہے کہ یکم جولائی 2020 بدھ کو دم صبح مجاہدین نے شمالی کشمیر کے ضلع بارہمولہ کے قصبہ سوپور کے ماڈل ٹاون علاقے میں بھارتی فوج پر حملہ کر کے سی آر پی ایف کے 4 اہلکاروں کو ہلاک کر دیا۔ ہلاک شدہ اہلکاروں کی شناخت ہوئی ہیڈ کانسٹیبل دیپ چند ورما بلیٹ نمبر 031503039 کانسٹیبل بھویا راجیش بلیٹ نمبر 1451201892 کانسٹیبل دیپک پٹیل بلیٹ نمبر 0374458424 اور کانسٹیبل نیلیش چاودے بلیٹ نمبر 055214758 شدید زخمی ہوئے۔ قابض بھارتی فوج سی آر پی ایف کی 179 بٹالین سے وابستہ سی آر پی ایف اہلکاروں کی تعیناتی عمل میں لائی جارہی تھی، تو یہاں گھات میں بیٹھے مجاہدین نے اندھا دھند فائرنگ کردی۔ یہ تین ماہ کے دوران سوپو میں بھارتی فوج پر دوسرا حملہ تھا۔ اسے قبل مجاہدین نے 18 اپریل کو سوپور میں ہی بھارتی فوج سی آر پی ایف پر حملہ کر کے 3 اہلکاروں کو ہلاک کر دیا۔ اپنی خفت مٹانے کے لیے اس دوران قابض فوجی اہلکاروں نے 65 سالہ ایک کشمیری بزرگ بشیر احمد خان ساکن مصطفیٰ کالونی ایچ ایم ٹی سرینگر جو پیشے سے تعمیراتی ٹھیکیدار تھا اپنے تین سالہ نواسے کے ساتھ اپنی کار میں علاقے سے جارہا تھا انھیں روکا گیا اور گریبان سے پکڑ کر کار سے باہر لا کر اسے کے ننھے نواسے کے سامنے اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کر کے اسے شہید کر دیا۔

موت کا غم بڑا کربناک ہوتا ہے لیکن وہ اپنے ساتھ تسلی اور صبر کا سامان لے کر آتا ہے۔ زخم ہولے ہولے بھر جاتا ہے۔ چاہنے والوں کو علم ہوتا ہے کہ جانے والا دور چلا گیا۔ اب اسے لوٹ کر نہیں آنا لیکن جن کے عزیز آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں۔ باپ جواں سالہ بچے کے سامنے ذبح کر دیا جائے یا پھر بچوں کو والدین کے سامنے گولی ماردی جائے۔ وہ کرب دکھ اور اذیت صرف اہل خانہ ہی جان سکتے ہیں۔ مانا کہ خون میں لت پت لاشے پر

بیٹھے تین سالہ نواسے کی تصویر نے پوری دنیا کو رلا دیا ہے اگر نہیں روئی تو صرف اقوام متحدہ۔

اس تصویر کو دیکھ کر کئی سوالات جنم لے رہے ہیں کہ کیا اقوام متحدہ نام کا کوئی ادارہ موجود ہے اگر ہے تو اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہا ہے۔ کیا سلامتی کونسل کشمیریوں کے قتل عام کو روکنے کے لیے کبھی متحرک ہوگی۔ آخر یہ ادارہ کس مرض کی دوا ہے؟ اگر یہ ادارے بے بس ہو چکا ہے تو واضح طور پر اس کا اعلان کر دے تاکہ محکوم کمزور اور نحیف طبقات اس ادارے کو نہ پکاریں۔ 1990 سے آج تک بھارت جس طرح کشمیری مسلمانوں کی نسل کشی شروع کر رہا ہے۔ جو وقت کے ساتھ ساتھ تیز ہوتی جا رہی ہے۔ بچے کچے مسلمانان کشمیر کو اقلیت میں تبدیل کرنے کے لیے بھارتی شہریوں کو کشمیر کا ڈومیسائل جاری کر کے اب ان کی جائیدادوں پر قبضے شروع کر دیے گئے ہیں۔ اس سارے کھیل میں پوری دنیا خاموش تماشائی کا کردار ادا کرتی نظر آتی ہے۔ ایسے میں 3 سالہ معصوم بچہ عیاد جہانگیر رب کے حضور ملتجی ہے اور اس کی تصویر اقوام عالم اور ان کے فورم اقوام متحدہ سے انصاف مانگتی ہے، ہے کوئی جو اس معصوم کو انصاف دلائے؟

مرے مالک، مرے مولا
یہ کیا منظر ہے جو آنکھوں نے دیکھا ہے
مگر دیکھا نہیں جاتا
یہ اِک لمحہ قیامت کا
کئی صدیوں پہ بھاری ہے
فضا میں ہر طرف جیسے سکوتِ مرگ طاری ہے
عجب اک ہو کا عالم ہے
رگوں میں خون نہیں شاید مسلسل درد جاری ہے
مگر بے بسی اپنی!

بہت رونے کی خواہش ہے مگر رویا نہیں جاتا
کسی نے دل کے آنگن میں
مسل کر میرے خوابوں کو
مرے دل کے نہاں خانوں میں ایسا خوف بویا ہے
تھکن سے چور ہیں آنکھیں
مگر سویا نہیں جاتا
خزاں کے سرد موسم میں
بہت تاریک راتوں میں
مرے اجڑے چمن میں
چار سو پھولوں کا ماتم ہے
مرے چاروں طرف جیسے
کلیجہ چیرتی ٹھنڈی ہوائیں بین کرتی ہیں
لیے ہاتھوں میں اپنے پھول سی نوخیز کلیوں کو
کفن دے کر پیشانی چومتی بے حال مائیں بین کرتی ہیں
فلک خاموش ہے لیکن دعائیں بین کرتی ہیں

⊙......⊙......⊙

سات سمندر پار کشمیر سے متعلق حقائق کا اعتراف

کشمیر گزشتہ تین عشروں سے آتش فشاں بن کر لاوا اگل رہا ہے اور بھارتی فوج کا جبر و قہر اپنی تمام حدیں عبور کر چکا ہے مگر بھارتی جبر کے سامنے جبیں ہمت کشمیری ہرگز آمادہ شکست نہیں۔ 2016 سے کشمیر کے اسکالرز بھارتی جبر کے خلاف سینہ سپر بنے ہوئے ہیں جسے کشمیری نوجوانوں کی مزاحمت کا ایسا عنوان سامنے آرہا ہے کہ جو اس حقیقت کو الم نشرح کرتا ہے کہ کشمیر میں بھارتی بربریت شکست کھا رہی ہے جبکہ کشمیریوں کا موقف اوران کا نقطہ نظر فتح پا رہا ہے۔ کشمیر کے اسکالرز کا مسلح جدوجہد کا حصہ بن جانے کی خبریں کشمیر کا مقامی پریس میں شہہ سرخیوں کے ساتھ اس طرح شائع ہوتی رہی ہیں کہ کشمیر کے اسکالرز کی عظیم قربانیاں تحریک آزادی کشمیر کے لیے دوررس نتائج کی حامل ہیں اور بھارت اس نوشتہ حجر کو پڑھ لے۔ کشمیریوں کی آواز بن کر سری نگر کا مقامی پریس جودہائیاں دیتا رہا مگر بھارتی نقارخانے میں طوطی کی آواز کون سنتا۔ ریاستی دہشت گردی کے دوران کشمیریوں کے بہنے والے خون کے شور اور اس خون کے بہانے پر قابض بھارتی فوج کے جشن میں کون کشمیریوں کی بات کو سنتا۔ لیکن جو حقیقت نقش بر حجر ہو یعنی وہ سچ جو پتھر پر لکھا جا چکا ہو وہ کسی کے مٹائے سے قطعاً نہیں مٹتا۔ یہی وجہ ہے کہ آج سات سمندر پار دنیا کے سب سے بڑے اخبار واشنگٹن پوسٹ میں کشمیر سے متعلق حقائق کا اعتراف کیا گیا ہے۔

گزشتہ تین عشروں کے دوران ہم نے دیکھا کہ آزاد دنیا کا کوئی سفارتکار، سفارتی مشن یا اخبار نویس سری نگر میں قدم رکھے تو اس کے باوجود کہ وہ فوجی حصار میں ہوتا ہے اور اسے عام

کشمیری سے ملنے نہیں دیا جاتا لیکن اس کے باوجود وہ اصل صورتحال اخذ کرتا ہے کہ کشمیری کس کرب والم کے شکار ہیں۔ امریکہ کے معروف اخبار واشنگٹن پوسٹ نے 28 مارچ 2019 جمعہ کو مقبوضہ کشمیر کی اندرونی صورتحال کو کھل کر بیان کیا ہے۔ اخبار میں کشمیر سے متعلق جو رپورٹ شائع ہوئی اس میں کشمیر کے زمینی حقائق کا اعتراف کیا گیا ہے۔امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ میں شائع ہونے والی کشمیر سے متعلق تحقیقی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ بھارتی فورسز کی دہشت گردی اور مظالم کشمیر کے پڑھے لکھے نوجوانوں کو اسلحہ اٹھانے پر مجبور کر رہے ہیں۔

امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ نے لکھا کہ 31 برس کے پروفیسر ڈاکٹر محمد رفیع بٹ نے کشمیر یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی تھی جن کے سامنے شاندار مستقبل تھا لیکن انھوں نے بھارت کے خلاف مزاحمتی تحریک میں شمولیت اختیار کی اور بھارتی فورسز کے ساتھ ایک معرکے میں جان بحق ہوئے حالانکہ پروفیسر ڈاکٹر محمد رفیع تمام طلبہ کے پسندیدہ استاد تھے اور وہ ایسے دانشور تھے جنھوں نے ایک شعبے میں نمایاں تحقیق کی تھی۔امریکی اخبار لکھتا ہے کہ پروفیسر ڈاکٹر محمد رفیع کی درس و تدریس کے شعبے سے مزاحمتی تحریک میں شمولیت نئے رجحان کا حصہ بنی۔ پروفیسر محمد رفیع کے علاوہ انجینئر عیسی بھی مزاحمتی تحریک میں شامل تھے جو آخری سیمسٹر میں لاپتہ ہوئے اور چند ماہ بعد مبینہ مقابلے میں جان بحق ہو گئے۔ واشنگٹن پوسٹ لکھتا ہے کہ اعلیٰ ڈگری ہولڈرز کو جان بحق کیے جانے کے بعد کشمیر کے نوجوان اپنے والدین سے پوچھتے ہیں کہ اسلحہ کے مقابلے میں ڈگریوں کا کیا فائدہ۔

امریکی اخبار کی تحقیق کے مطابق 2008 کے بعد سے مزاحمتی تحریک میں شامل ہونے والے نوجوانوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اور کشمیر کی مسلح جدوجہد میں نئی توانائی آ گئی ہے۔ 2013 میں مزاحمتی تحریک میں شامل ہونے والے نوجوانوں کی تعداد صرف 16 فیصد تھی جب کہ اسکے مقابلے میں مزاحمتی تحریک میں نوجوانوں کی شرکت 2018 میں 52 فیصد رہی۔ اخبار کے مطابق 2018 میں 191 کشمیری نوجوانوں نے مزاحمتی تحریک میں شمولیت اختیار کی، اخبار کے مطابق محققین کے مطابق کشمیر میں داخلی استحکام اور گورننس کو یکسر انداز کیا جا رہا ہے

جس کے باعث کشمیریوں کو چھوٹی چھوٹی باتوں پر روزانہ تضحیک آمیز بھارتی رویہ اشتعال کی وجہ ہے۔امریکی اخبار کے مطابق بھارت نے پچھلے برس سے غیر ملکی صحافیوں پر کشمیر میں رپورٹنگ کی پابندی لگا دی ہے یہاں تک کہ واشنگٹن پوسٹ کو سری نگر تک محدود رہنے اور بھارت مخالف افراد سے نہ ملنے کی شرط پر اجازت دی گئی ۔محقق کے مطابق سوشل میڈیا کی سبب پڑھا لکھا طبقہ مزاحمتی تحریک میں زیادہ شامل ہورہا ہے تاہم سینئیر بھارتی اہلکار نے امریکی اخبار سے اعتراف کیا کہ نوجوانوں کا مزاحمتی تحریک میں شامل ہونا پریشان کن ہے۔اسے قبل گاہے بگاہے امریکی اخبارات کشمیر پر حقائق کو طشت از بام کرتے رہے ہیں۔

نوے کی دہائی میں جب آج کی طرح عالمی ذرائع ابلاغ کا کشمیر میں داخلہ بند تھا تو امریکی اخبارات ٹائم میگزین، نیوز ویک، واشنگٹن پوسٹ، واشنگٹن ٹائمز اور برطانوی اخبارات گارجین، دی ٹائمز اور بی بی سی نے ایسی ہی معرک الآرا رپورٹس میں وادی کی اندرونی تصویر دنیا کو دکھانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔آج تیس برس گزرجانے کے باوجود امریکی اخبار یہ حقیقت تسلیم کررہے ہیں کہ کشمیر ایشیا کے خطرناک ترین فلش پوائنٹس میں سے ایک ہے۔ جہاں کسی بھی وقت ایٹمی تصادم کا امکان بدستورموجود ہے ۔پاکستان اور ہندوستان دونوں مما لک کے پاس ایٹمی ہتھیار ہیں اور دونوں میں مذہب کی لکیر حائل ہے اور کشمیر دونوں کے درمیان پھنس کر رہ گیا ہے۔جبکہ نیویارک ٹائمز میں گزشتہ برس ایک مضمون شائع ہوا جس میں نیویارک ٹائمز میں ایک مضمون نگار نے یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ کشمیر میں بھارتی فوج کو ٹیکنالوجی کی شکل میں اسرائیل کی تکنیکی معاونت حاصل ہے۔بالالفاظ دیگر کشمیریوں کے خلاف بیک وقت بھارت اوراسرائیل برسر جنگ ہیں۔

4 اگست 2018 کومعروف امریکی اخبار نیو یارک ٹائمز نے اپنی ایک رپورٹ میں لکھا تھا کہ اب کوئی کشمیری بھارت کا حصہ نہیں بننا چاہتا۔امریکی اخبار کی رپورٹ میں بتایا گیا کہ بھارت کی اکثریتی آبادی ہندوؤں میں قوم پرستی کے جذبات میں اضافے کے نتیجہ میں کشمیری مسلمانوں میں بھارت کے خلاف نفرت بڑھی ہے۔ہندو آبادی میں قوم پرستی کے

جذبات میں اضافے کا نشانہ زیادہ تر مسلمان ہی بنتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ بھارت سے نفرت کرنے والے کشمیریوں کی تعداد پہلے سے کہیں زیادہ ہو چکی ہے اور وہ بھارتی تسلط سے آزادی کی جدو جہد میں مصروف کشمیریوں کی صفوں میں شامل ہو رہے ہیں۔ نیو یارک ٹائمز کی کشمیر سے متعلق رپورٹ میں کہا گیا کہ بھارتی حکمراں جماعت بی جے پی کے برسر اقتدار آنے کے بعد بھارتی ہندوؤں میں قوم پرستانہ جذبات میں اضافہ ہوا ہے اور حکمراں جماعت کے کئی اہم لیڈروں کا ریکارڈ مسلم اقلیت کے ساتھ سلوک کے حوالے سے قابل اعتراض ہے۔ بی جے پی لیڈروں کے طرز عمل نے انتہا پسند ہندوؤں کی حوصلہ افزائی کی ہے جس کی وجہ سے بھارت بھر میں مسلمانوں پر حملوں اور ان کے قتل کی وارداتوں میں اضافہ ہو گیا ہے۔خیال رہے کہ مقبوضہ کشمیر میں بھارتی مظالم کا سلسلہ جاری ہے جو ہر گزرتے دن کے ساتھ زور پکڑتا جا رہا ہے اور 2018 میں بھارتی فوج کی بربریت کے دوران چار سو سے زائد کشمیری نوجوان شہید جبکہ ہزاروں زخمی ہوئے۔

اسے قبل 11 اکتوبر 2016 کو واشنگٹن ٹائمز نے لکھا کہ سری نگر میں بھارتی فوج کی بربریت اور مظالم جاری ہیں، بھارتی افواج نے بچوں کو بھی نہیں چھوڑا۔واشنگٹن ٹائمز کے مطابق یہ بھارتی تاریخ کا سب سے بڑا کریک ڈاؤن تھا جس میں سیکڑوں لوگ جان بحق ہو گئے اور ہزاروں زخمی ہو چکے ہیں، بھارتی فوج منظم طریقے سے عوام کو سزا دے رہی ہے، کسی اور ملک میں ایسا ہوتا تو عالمی برادری کبھی بھی چپ نہ رہتی لیکن کشمیر میں ہونے والے ظلم وستم پر عالمی برادری خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے۔واضح رہے کہ 2016 میں بھارتی فوج کے ہاتھوں تحریک آزادی کے نوجوان کمانڈر برہان مظفر وانی کی شہادت کے بعد سے مقبوضہ کشمیر میں احتجاج کا سلسلہ چل پڑا تھا جس نے کشمیر کی تحریک آزادی کو ایک نئے فیز ''بے خوفی'' سے آشنا کر دیا۔

28 مارچ جمعہ کو نیویارک پوسٹ کی رپورٹ میں کشمیر کی موجودہ زمینی صورتحال کے حوالے سے اصل اور چشم کشا حقیقت بیان کی گئی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ مقبوضہ کشمیر

کے عوام بھارت کے ہر قسم کے ظلم وستم کے باوجود آزادی اور حق خودارادیت کی راہ ترک کرنے پر آمادہ نہیں۔ بھارت نے ایسی ہی رپورٹس اور حقائق کو منظر پر آنے سے روکنے کے لیے مقبوضہ کشمیر کو ایک قید خانہ بنا رکھا ہے۔ نہ تو بیرونی سفارتکاروں اور تنظیموں اور نہ ہی میڈیا کو مقبوضہ علاقے میں داخل ہونے کی اجازت ہے۔ جب بھی عالمی ذرائع ابلاغ کو مقبوضہ علاقے تک رسائی ملی تو اس نے محتاط انداز سے ہی سہی مگر بھارت کا چہرہ بے نقاب ہوتا ہے۔

29 سال بعد امریکی اخبار کی اسی انداز کی رپورٹ بتا رہی ہے کہ وقت کا دھارا پاکستان، بھارت اور کشمیریوں کے لیے ٹھہر کر رہ گیا ہے۔ گاہے گاہے سامنے تو آتی ہیں مگر بھارت کو حقائق سمجھانے کے لیے کوئی آزاد پیمانہ اور خوردبین نصب نہیں ہو پا رہی تھی۔ 28 مارچ جمعہ کو معروف امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ نے مقبوضہ کشمیر میں جاری بھارتی دہشت گردی اور اس کے کشمیری جوانوں پر ہونے والے اثرات کے متعلق ایک تحقیقی رپورٹ شائع کی ہے اسے یہ امید پیدا ہو رہی ہے کہ دنیا کو کشمیر کی اصل صورتحال بتانے کے لیے ایک موہوم سی ہی سہی لیکن صدا بلند ہونے جا رہی ہے۔

⊙.....⊙.....⊙

فرنچ صحافی کی کشمیر پر دستاویزی فلم

مقبوضہ کشمیر میں بھارتی مظالم پر مبنی فرنچ صحافی کی دستاویزی فلم نے بھارت کا مکروہ چہرہ بے نقاب کر دیا ہے ۔فرنچ صحافی نے اپنی جان جوکھم میں ڈال کر فلمائی گئی ''وار آن دا روف آف ورلڈ'' کے نام سے یہ دستاویزی فلم یکم اپریل 2019 سوموار کو آن ایئر ریلیز کر دی ۔ فرانسیسی صحافی پاول کامیٹی نے یہ دستاویزی فلم 18 ماہ میں مکمل کی ۔ دستاویزی فلم کی تمام تر ریکارڈنگ کشمیر میں کی گئی ۔فرنچ صحافی نے دستاویزی فلم میں بھارتی مظالم آشکار کر دیئے ۔اس دستاویزی فلم میں بھارتی پیرا ملٹری فورسز کے کشمیریوں پر مظالم فلمائے گئے ہیں،فلم میں کشمیریوں پر پیلٹ گن کا بے رحمانہ استعمال اور دیگر انسانیت سوز حربوں کو دکھایا گیا۔ ایک نوجوان کا کیس پیش کیا گیا جسے پیلٹ کے ذریعے عمر بھر کے لیے معذور کر دیا گیا۔ اس کے پھیپھڑوں گردوں اور جگر میں پیلٹ موجود ہیں جسے نکالنے سے ڈاکٹر قاصر ہیں ۔

اس دستاویزی فلم میں ہندوستانی افواج کو پیلٹ گنز کا بے دریغ استعمال اور کثیر تعداد میں کشمیری نوجوانوں جن میں بچیاں بھی ہیں زخمی ہوتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے ۔ دستاویزی فلم میں کشمیر کو ایک سرویلنس سوسائٹی کے طور پر دکھایا گیا ہے ۔ بھارتی ناجائز قبضے کے خلاف ہجومی احتجاج اور شہدائے کشمیر کے جنازوں میں لاکھوں کشمیریوں کی شرکت کی بھی فلم بندی گئی ہے ۔

یہ جنازے پاکستانی پرچم میں لپٹے ہوتے ہیں اور تمام کشمیری آزادی کے نعرے بلند کر رہے ہیں ۔دستاویزی فلم میں بھارتی فوج کی جیپ کے ساتھ باندھے جانے کے بعد شہرت حاصل کرنے والے نوجوان کا انٹرویو بھی دکھایا گیا ہے ۔ان نوجوانوں کو بھی دکھایا گیا ہے جو

حریت نوازی کو اپنی جان سے پیاری سمجھتے ہیں اور فریڈم فائیٹر بن کر کشمیر کو حقِ خود ارادیت دلانا چاہتے ہیں۔کشمیر کے اطراف واکناف میں بندوقیں تانے بھارتی افواج کی بڑی تعداد میں موجودگی بھی دکھائی گئی ہے ۔فلمنگ ٹیم نے انڈین سکرٹ سروسز یاانڈین انٹیلی جنس کو انکا پیچھا کرتے اورفلم ڈائریکٹر پال کومیٹی کوگرفتار کرتے بھی دکھایا گیاہے۔اس دستاویزی فلم کے آخر میں ایک فرانسیسی دانشور کا انٹرویو دکھایا گیا ہے جو مسئلہ کشمیر کو جلد ازجلدحل کرنے پرزوردے رہاہے۔

فرنچ صحافی پال کومیٹی کا کہنا ہے کہ دستاویزی فلم کا مقصد کشمیر کی موجودہ صورتحال کو اقوام عالم میں اجاگرکرنا ہے۔کشمیرکی صورتحال پرفلم سازی کے دوران فرانسیسی صحافی کو بھارتی فورسز نے حراست میں بھی لیا، پاول کامیٹی اپنی ٹیم سمیت 3 ہفتے تک بھارتی فورسز کی حراست میں رہے،گرفتاری کے بعدفرانسیسی صحافی کو5روزہ ریمانڈ پر پولیس کے حوالے کیا گیا، بین الاقوامی دباؤ کے بعد بھارت نے مجبورا فرانسیسی صحافی کو رہا کیا تھا۔تاہم فرانسیسی صحافی اور 8رکنی ٹیم کو بھارت میں بلیک لسٹ کر دیا گیا تھا۔بھارتی وزیر دفاع نے فرانسیسی صحافی کی دستاویزی فلم کی درخواست کومسترد کیا، بھارت نے دستاویزی فلم روکنے کی ہرممکن کوشش کی۔

فرانسیسی صحافی پال کومٹی کا کہنا ہے کہ بھارت نے کشمیریوں کا جینا مشکل کر دیا ہے، بھارت نہیں چاہتا مقبوضہ کشمیر کے حالات دنیا کے سامنے آئیں۔فرانسیسی فلم میکر کا کہنا تھا کہ انھوں نے متعد بارصحافی کی حیثیت سے کشمیر جانے کی اجازت مانگی تھی لیکن بھارت نے کشمیر جانے کی اجازت نہیں دی۔پال کومٹی کا کہنا تھا کہ انھوں نے بھارت سے فلم بنانے کے لیے ویزا جاری کرنے کی درخواست کی، بھارت کی جانب سے فلم کی اجازت سے بھی انکار کیا گیا، اس کے بعدمقبوضہ وادی کی صورتِ حال جاننے کے لیے عام آدمی کی حیثیت سے گیا۔ان کا کہنا تھا کہ بھارتی فورسز نے انھیں گرفتار کیا، ان سے کیمرے اور دیگر سامان چھین لیا گیا، انھوں نے اقوام عالم سے جنت نظیر وادی میں بھارتی مظالم کا نوٹس لینے کا مطالبہ کر دیا۔

پال کومٹی کا کہنا ہے کہ وادی کشمیر میں جگہ جگہ عوام کوزہرناک مصائب کا سامنا ہے۔خیال

رہے کہ فرانسیسی فلم میکر نے اس دستاویزی فلم میں کشمیر میں نہتے کشمیریوں پر بھارت کے وحشیانہ مظالم دنیا کے سامنے پیش کیے ہیں اور'' وار آن دا روف آف ورلڈ'' کے ذریعے کشمیر میں بھارت کی ریاستی دہشت گردی کا پول کھول کر رکھ دیا۔

سری نگر میں ''صحافت'' چیلنج بھرا اور پرخطر کام ہے۔مقامی صحافی فوج سے نہایت خوفزدہ ہیں۔خوفزدگی کا عالم یہ ہے کہ ان میں سے اکثر یہ نہیں چاہتے کہ ان کی کسی رپورٹ سے بھارتی فوج یا بھارتی انٹیلی جنس ادارے ان سے خفا ہوں۔ ہر بار یہ ثابت ہوا ہے کہ کشمیر میں صحافی حالات کے رحم و کرم پر ہیں۔ ان کے ساتھ کب کون سا سانحہ پیش آئے گا اس کی گارنٹی کوئی نہیں دے سکتا تاہم جرات ہوتو فوج کی بندوقوں کے سامنے ایک حقیقی صحافی کو سچائی لکھنے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔اس پس منظر میں بات کریں تو فرنچ صحافی اور ان کی ٹیم نے پوری جرات مندی دکھا کر یہ دستاویزی فلم بناڈالی ہے۔

تحریک آزادی کشمیر کو72 سال ہوئے کہ منزل کی طرف گامزن ہے اس دوران کشمیر میں صحافت ہمیشہ ایک چیلنج رہی ہے۔ان سات دہائیوں خصوصا 1990 کے بعد اب تک یہاں درجنوں صحافی حالات کی زد میں آ کر ہلاک ہوئے ہیں، کچھ عمر بھر کے لیے معذور ہوئے اور کچھ برسوں تک پابند سلاسل رہے۔کشمیری صحافی بھارتی فوج سے عدم تحفظ کے سائے تلے جی رہے ہیں ۔کشمیر میں صحافیوں کو درپیش چیلنج کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ہر بار صحافی اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر انکاؤنٹر کی جگہ اپنی پیشہ وارانہ ذمہ داریاں انجام دے رہے ہیں لیکن انھیں فوج کے غیض وغضب کا شکار ہونا پڑ رہا ہے اور انھیں پیلٹ گن کا نشانہ بنایا جاتا رہا۔2008 سے کشمیر میں درجنوں ایسے واقعات پیش آئے جب مقامی صحافیوں کو بھارتی فوج کے ہاتھوں زد وکوب اور تشدد کا سامنا کرنا پڑا ہے۔2016 میں ایک مقامی فوٹو گرافر ظہیب مقبول کی آنکھ میں اس وقت پیلٹ مارے گئے جب وہ سری نگر میں حالات کی عکس بندی کر رہا تھا۔ پیلٹ لگنے سے ظہیب کی ایک آنکھ کی روشنی چلی گئی۔ اسی طرح جاوید احمد آف ہندوارہ کی آنکھ میں پیلٹ مارے گئے ان کی بھی ظہیب ہی کی طرح ایک تکلیف دہ کہانی ہے

۔ ایک سینئر فوٹو گرافر وسیم اندرابی ہیں کہ جنھیں انکاؤنٹر''معرکہ آرائی'' کی کوریج کے دوران فوج کو اپنا کیمرہ دکھانے کے باوجود بھی سیدھے پیلٹ فائرنگ کیے گئے ۔وسیم کی گردن ، کان اور چہرے میں پیلٹ لگے جبکہ اس کے ساتھی کی آنکھ میں پیلٹ لگے۔ظہیب کہتا ہے کہ اس نے بھارتی فوج کو کیمرہ بھی دکھایا مگر اس کے باوجود اسکی آنکھ میں جان بوجھ کر پیلٹ مارے گئے۔ان سب کی زبان پر آج بھی یہ سوال ہے کہ آخر انھیں پیلٹ گن کا نشانہ کیوں بنایا گیا۔

بھارتی فوجوں کے ہاتھوں جسمانی ہراسانی کے ساتھ ساتھ کشمیری صحافیوں کو ڈیجیٹل ہراسانی کا بھی سامنا ہے ۔ چاہے وہ انٹرنیٹ پر بار بار لگنے والی پابندیاں ہوں یا آن لائن ٹرولنگ کا مسئلہ، انھیں اکثر بے لگام اور بے نام ٹروٹیر،فیس بک اور سوشل میڈیا پر جانبداری کا الزام لگا کر گالیاں اور دھمکیاں دیتے ہیں۔اس صورتحال میں کشمیری صحافیوں کے پاس ایسے واقعات کی مذمت کے سوا کوئی چارہ نہیں کیونکہ صحافیوں کو تشدد کا نشانہ بنانے والوں کے خلاف کبھی کارروائی نہیں ہوتی۔ آن لائن ٹرولنگ اور دھمکیوں کا یہ رجحان بڑھ رہا ہے۔شواہد کی موجودگی کے پیش نظر اس میں کوئی دورائے نہیں کہ بھارت کی خفیہ ایجنسیوں نے کشمیری صحافیوں کو ڈیجیٹل ہراسانی کا طوفان بدتمیزی کا مہیب سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔

کشمیر میں 1990 میں شروع ہوئی مسلح جدوجہد کی کوریج کا سیدھا اثر صحافت پر پڑا، اور بھارت نے صحافیوں پر قدغنوں کے شکنجے کس دیئے۔جس کا مقصد یہ تھا کہ بھارتی مظالم کو طشت از بام ہونے سے روکا جائے۔ اعدادوشمار کے مطابق 1990 سے آج تک کشمیر میں تقریبا 21 صحافی ہلاک ہوئے ہیں جبکہ انکاؤنٹر واقعات کی عکس بندی کرتے ہوئے آج تک درجنوں کشمیریوں صحافی بھارتی بربریت کے شکار ہو کر شدید زخمی ہوئے ہیں ان میں کئی عمر بھر کے لیے معذور بھی ہوئے۔

ایسے میں فرنچ صحافی پاول کامیٹی اور اسکی بے باک ٹیم نے دستاویزی فلم '' وار آن دا روف آف ورلڈ'' کو جس طرح کشمیر میں بھارتی مظالم کو دس لاکھ بھارتی فوجیوں کے منحوس ناک کے نیچے 18 ماہ تک فلما کر بھارت کے مکروہ چہرے کو دنیا کے سامنے بے نقاب کر دیا یہ

بہت بڑی بات ہے ۔امید کی جانی چاہیے کہ اس کاوش کے بعد عالمی سطح کے دیگر چینلیز سے وابستہ صحافی بھی اس کوشش میں لگ جائیں کہ وہ کشمیریوں پر ہورہے بھارتی قابض فوج کے مظالم کو فلماتے ہوئے بھارتی بربریت کوطشت از بام کردیں گے۔

اعداد وشمار کے مطابق اس وقت جموں وکشمیر میں 450 سے زائد اخبارات شائع ہوتے ہیں۔کشمیر میں 1993 میں ہفتہ وار گریٹر کشمیر کے روزنامے میں تبدیلی کوکشمیر میں انگریزی صحافت کا سنگ میل مانا جاتا ہے اور اس وقت گریٹر کشمیر،رائزنگ کشمیر،کشمیر مونیٹر،کشمیر ٹائمز اور کشمیر لائف جیسے درجنوں انگریزی اخبارات کی کامیابی اس بات کا عکاس ہے کہ کشمیر میں صحافت میں کس قدر پیشہ واریت آئی ہے۔مگراس کے باوجود صحافتی چیلنج روز بروز سخت ہو رہے ہیں۔کشمیر میں ایڈیٹرس گلڈ سمیت صحافیوں کی ترجمان درجنوں انجمنیں ہیں مگر ان میں کوئی اتحاد نہیں اور یہ محض ان واقعات کی مذمت کرتی رہتی ہیں۔ یہ انجمنیں مقامی صحافیوں کو درپیش مشکلات کے ازالے میں بے عار ثابت ہوئی ہیں۔آج تک کشمیر میں صحافیوں کے قتل یا ان کے خلاف تشدداور انٹرنیٹ پر لگنے والی بار بار کی پابندیوں کی کبھی مذمت نہیں کی۔ یہ تنظیم کشمیری صحافیوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے آواز بلند کرنے میں ناکام ہوئی ہے۔کشمیر میں آزادی صحافت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے بلکہ یہ روز بروز ابتر ہوتی جارہی ہے۔صحافت کسی بھی حال میں سچائی سے سمجھوتہ نہ کرنے کا مشن ہے جو یہ صحافی سخت چلینج کے باوجود بھی بخوبی انجام دے رہے ہیں۔ کشمیری صحافی مشکل ترین حالات سے نبرد آزما ہیں قابض فوج کی بندوق کے سائے تلے جان ہتھیلی پر رکھ کر حقیقی حالات کو رپورٹ کرنے کی قدروں کو زندہ رکھنا کوئی آسان کام نہیں۔

⊙......⊙......⊙

بھارتی فوج کی شہداء کی لاشوں کی بے حرمتی

گزشتہ سات دہائیوں سے جاری ارضِ کشمیر پر آلائے کلمہ الحق کی بالادستی اور اپنے سلب شدہ حق، حق خودارادیت کے حصول کے لیے برسر جدوجہد ملت اسلامیہ کشمیر کی بے پناہ جانی و مالی قربانیوں سے عبارت تحریک کو کچلنے کے لیے جس بڑے پیمانے پر یہاں فوجی بربریت جاری ہے۔ دنیا میں شائد ہی اس کی کوئی مثال مل سکتی ہے۔ بھارت یہاں کی نوجوان نسل کو طاقت کے بل پر پشت بہ دیوار کر رہی ہے اور فوجی جبر، ظلم و زیادتیوں کے باعث اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں کو اس کے سوا کوئی راستہ نہیں بچتا کہ وہ جنگلوں کا رخ کر کے عسکریت کا راستہ اختیار کریں۔

اگرچہ 1947 سے ہی مقبوضہ کشمیر میں بھارت کی جانب سے بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزیاں اور انسانی حقوق کی پامالیاں جاری ہیں۔ تاہم چینی فوج سے پٹنے والی بھارتی فوجی درندے نہتے کشمیری عوام پر ظلم کے پہاڑ توڑنے میں مصروف ہیں۔ ملت اسلامیہ کشمیر کے نوجوانوں لاشوں کی بے حرمتی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بھارت کی درندہ صفت فوج کی مردوں کے ساتھ رویہ اس طرح ہے تو یہ درندے پھر زندوں کے ساتھ کیسا ناروا سلوک کرتے ہونگے ۔ یکم ستمبر 2020 منگل کو سوشل میڈیا پر وائرل ہونے والی ایک تازہ ویڈیو سے ظاہر ہوتا ہے کہ شائد ہی اس کرہ ارض پر بھارتی فوج جیسی کمینہ فوج موجود ہو گی۔

اس ویڈیو میں صاف طور پر دیکھا جا سکتا ہے کہ بھارتی درندہ صفت فوجی اہلکار پانپورہ کشمیر کے ایک مکان کونشانہ بنا کر گولیوں سے اس کے پرخچے اڑاتے ہیں اور پھر گھر کے مکین جوان

گولیوں کی زد میں آ کر شہید ہو جاتا ہے کی لاش کو مکان کی دوسری منزل سے نیچے پھینکتے ہیں۔ بلاشبہ، شہداء کی لاشوں کی بے حرمتی کرنا ایک بزدلانہ اور غیر انسانی عمل ہے۔ قابل مذمت اور غیر انسانی عمل ہے، اس طرح کا بھیانک طرزِ عمل کا اظہار ایک کھلی جنگ کے وقت بھی نہیں کیا جاتا۔ ماضی میں بھی درندہ صفت بھارتی فوج کی جانب سے شہدائے کشمیر کی لاشوں کی بہت ہی وحشیانہ طریقے سے بے حرمتی کی گئی ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ کشمیر کی صورتحال پر عالمی رائے عامہ کی لگاتار معنی خیز خاموشی سے قابض بھارتی فوج کو اپنی درندگی جاری رکھنے اور درندگانہ کھیل کھیلنے پر شہہ ملتی ہے۔

سوشل میڈیا پر وائرل ہونے والی اس ویڈیو بھارتی فوج کے خلاف احتجاج کیا جا رہا ہے۔ اسے قبل بھی قابض درندہ صفت بھارتی فوج کی طرف سے ملت اسلامیہ کشمیر کے نوجونوں کی لاشوں کی بے حرمتی کرتے ہوئے انھیں زنجیروں سے باندھ کر فوجی گاڑیوں کے ساتھ گھسیٹا اوران کی قبروں کی بھی بے حرمتی کی گئی۔ سوشل میڈیا پر وائرل اس ویڈیو پر قابض بھارتی فوج کی جانب سے کشمیری مسلمانوں پر انسانیت سوز مظالم کے ساتھ ساتھ شہداء لاشوں کی بے حرمتی کا دلخراش واقعات پر اسلامیان کشمیر کی طرف سے ہر موقع پر بھارتی درندہ صفت فوج کی اس طرح کی بزدلانہ طرزِ عمل کے خلاف غم وغصے کا اظہار کیا گیا۔ لیکن دنیا پھر بھی ٹس سے مس نہ ہوئی اور ایسی شرمناک کارروائیوں سے بھارتی سفاک فوج کو روک نہ سکی۔ سرگرمیں مقامی انسانی حقوق کے کارکن خرم پرویز نے سماجی رابطے کی ویب سائٹ ٹوئٹر پر مذکورہ واقعے کی تصویر شیئر کرتے ہوئے اسے انتہائی ظالمانہ قرار دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ اس سے بھارتی فوج کی جانب سے انسانی حقوق کے احترام کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ہماری معلومات کے مطابق دنیا کا کوئی قانون کسی بھی فوج کو اس طرح لاشوں کی بے حرمتی کی اجازت نہیں دیتا۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ بھارتی درندہ صفت فوج کی جانب سے انسانی حقوق کی پامالی کا یہ پہلا واقعہ نہیں، اس سے قبل احتجاج کرنے والے نہتے کشمیری مسلمانوں پر پیلٹ

گن سے استعمال سے معصوم لوگوں کی بینائی ضائع ہونے کے سیکڑوں واقعات سامنے آ چکے ہیں۔اسی طرح ایک بھارتی میجر کی ویڈیو بھی سوشل میڈیا پر وائرل ہوئی تھی جس میں ایک کشمیری نوجوان کو بھارتی فوج کی جیپ کے سامنے والے حصے سے باندھ کر پیٹرولنگ کی جا رہی تھی۔ بعدازاں گوگوئی نامی میجر کو بھارتی چیف آف آرمی اسٹاف نے علیحدگی پسندوں کے خلاف آپریشنز میں مستقل کوششوں پر ایوارڈ سے بھی نوازا تھا۔جس نوجوان کو جیپ سے باندھ کر انسانی ڈھال بنائی گئی تھی۔

شہداء کی لاشوں کے ساتھ بے حرمتی کا یہ عمل مسلمہ انسانی اور جمہوری قدروں کے نہ صرف منافی ہے بلکہ اس عمل سے انسانیت کی تذلیل کا پہلو نمایاں طور جھلکتا ہے۔ بھارت نے اپنے بے پناہ فوجی جماؤ کے بل پر پورے جموں وکشمیر کو محصور کر رکھا ہے اور آئے روز نوجوانوں کی شہادتوں، گرفتاریوں، ہراسانیوں، کے دراز سلسلہ کشمیر میں بھارتی مظالم کے منہ بولتے حقائق ہیں جن کی جانب عالمی توجہ اب ناگزیر بن گئی ہے۔ ارض کشمیر پر آلائے کلمہ الحق کی بالادستی ،حق خودارادیت کے حصول کے لیے برسر جدوجہد اسلامیان کشمیر کی بے پناہ جانی و مالی قربانیوں سے عبارت کی تحریک کو کچلنے کے لیے جس بڑے پیمانے پر یہاں فوجی بربریت جاری ہے اور قابض فوج کو کالے قوانین کی صورت میں جو بے پناہ اختیارات دیئے گئے ہیں وہ اس کا بڑی بے دردی کے ساتھ استعمال کر کے نہتے عوام کے جذبہ مزاحمت کو کچلنے کے لیے روبہ عمل لا رہے ہیں۔

قابض بھارتی فوجیوں کی کمینگی،انکے ناپاک ہاتھوں سے اسلامیان کشمیر کی چادر اور چاردیواری کی بے حرمتی ،نوجوانوں کا قتل عام ،کشمیریوں کو اغوا کر کے لیجانا اور پھر تشدد شدہ لاشیں ویرانوں میں پھینک دی گئیں جبکہ ہزاروں نوجوانوں کی سالہا سال تک کوئی خبر ہی نہیں کہ زمین کھا گئی یا آسمان اچک گیا انھیں۔ان ہزاروں لاپتہ نوجوانوں کے بوڑھے والدین میں بہت سارے پولیس تھانوں،فوجی یونٹوں اورعدالتوں سے دھکے کھا کھا کر ملک عدم کو سدھار گئے اور خاندان کے خاندان یوں ہی اجڑ گئے۔کرب والم کی یہ کہانیاں اور یہ داستانیں

کم و بیش کشمیری ہر خاندان کے پاس موجود ہے۔ یہ اسی ظلم و جبر اور بربریت کا ردعمل ہے کہ کشمیری نوجوانوں نے قابض بھارتی فوج سے انتقام لینے کے لیے عسکری راستہ اختیار کیا ان کا جذبہ مقاومت بہت قیمتی اور قابل دید ہے اور انھوں نے بھارتی طاغوت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر علی الاعلان جہاد فی سبیل للہ کا راستہ اختیار کیا اور دنیا میں سربلند اور اللہ تعالی کے ہاں سرخرو ہوئے۔

پون نصدی بیت چکی ہے کہ برہمن سامراج کی قابض افواج ایک نہ ٹوٹنے والے تسلسل کے ساتھ اہل کشمیر پر زمین تنگ کیے ہوئے ہے۔ شکست خوردہ دس لاکھ بھارتی قابض افوج مظلوم کشمیریوں پر تیروتفنگ سے لیس ہوکر مسلط رہیں، پر دنیا مجرمانہ خاموشی اختیار کیے ہوئے ہے۔ جس سینے میں ایمان کی رمق موجود ہو حق و باطل کے معرکوں میں خودسپردگی ممکن نہیں ہوتی۔ بھارتی فوجی درندوں کے کشمیری مسلمانوں کے ساتھ انتہائی غیرانسانی سلوک نے نوجوانان کشمیر کی غیرت ایمانی کو للکارا۔

⊙......⊙......⊙

ڈاکٹر ذاکر نائیک کا بے مثال کردار و عمل

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے، حقیقت میں ہے قرآن!
(اقبالؒ)

عصر حاضر کے عظیم مبلغ اسلام اور معروف دینی اسکالر ڈاکٹر ذاکر نائیک نے مودی حکومت کی جانب سے بھارتی آئین میں کشمیر سے متعلق آرٹیکل 370 کے خاتمے پر حمایت کے بدلے تمام مقدمات ختم کرنے کی بھارتی پیشکش ٹھکرا کر مودی کی مکارانہ اور عیارانہ چالوں بھانڈا پھوڑ دیا۔2016 سے ملائیشیا میں مہاجرانہ زندگی گزارنے والے ڈاکٹر ذاکر نائیک نے 12 جنوری 2020 کو ملائیشیا کے دارالحکومت کوالالمپور سے سوشل میڈیا پر جاری کردہ اپنے ایک ویڈیو بیان (جو یوٹیوب پر دستیاب ہے) میں کہا کہ ستمبر 2019 کو انھیں بھارتیہ جنتا پارٹی حکومت کی جانب سے خفیہ پیش کش کی گئی کہ اگر وہ مقبوضہ کشمیر میں آرٹیکل 370 ختم کرنے کی حمایت کریں تو بھارتی حکومت ان پر قائم مقدمات ختم کرکے انھیں بھارت واپس آنے کی اجازت دے گی۔ان کا کہنا تھا کہ انھوں نے بھارتی حکومت کی اس پیشکش کو قبول کرنے سے صاف انکار کیا۔

ڈاکٹر ذاکر نائیک نے اپنے ویڈیو بیان میں کہا کہ بھارتی وزیر اعظم کے نمائندے کی جانب سے مجھے نریندر مودی کا پیغام پہنچایا گیا کہ اگر میں کشمیر کے حوالے سے بھارتیہ جنتا پارٹی کے آرٹیکل 370 اور 35A کے خاتمے کی حمایت کر دوں تو اس کے بدلے میں ان پر

لگائے گئے تمام الزامات واپس لے لیے جائیں گے اور ان پر بھارت میں واپسی پر حائل رکاوٹیں بھی ختم ہو جائیں گی۔ اس ویڈیو بیان میں ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ملاقات کے لیے آنے والے شخص نے یقین دہانی کرائی ہے کہ بھارتی حکومت اور ڈاکٹر ذاکر نائیک کے درمیان موجود تمام غلط فہمیوں کو دور کر دیا جائے گا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ بی جے پی حکومت کے نمائندے کا کہنا تھا کہ وہ بھارتی وزیراعظم اور وزیر داخلہ امیت شاہ کا پیغام لے کر آیا ہوں۔

2016 میں بنگلا دیش میں ایک ریسٹورنٹ پر حملے میں ملوث افراد نے گرفتاری کے بعد بھارت کے بقول ڈاکٹر ذاکر نائیک کی تقاریر سے متاثر ہونے کا بیان دیا تھا۔ اس بیان کو جواز بنا کر بھارت کی نیشنل کرائم ایجنسی (NIA) نے ڈاکٹر ذاکر نائیک کے ادارے اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن (آئی آر ایف) کو غیر قانونی قرار دے کر اس کے اثاثے منجمد کر دیے تھے۔

بھارت نے 5 اگست 2019 کو جب مقبوضہ کشمیر کی بھارتی آئین میں دی گئی حیثیت سے متعلق آئین کا آرٹیکل 370 اور 35 اے ختم کر کے مقبوضہ جموں و کشمیر کو دہلی کے زیرِ انتظام دو حصوں یعنی (UNION TERRITORIES) میں تقسیم کر دیا تھا جس کے تحت پہلا حصہ لداخ جب کہ دوسرا جموں و کشمیر پر مشتمل ہے تو اسے یہ اندیشہ تھا کہ دنیائے اسلام میں اس اقدام پر شور اٹھے گا اور خود اسلامیان کشمیر بھی اس اقدام کے خلاف بڑے پیمانے پر احتجاج کریں گے۔ مسلم دنیا کو چپ کرانے اور اپنے اقدام پر جواز ڈھونڈنے کے لیے مودی سرکار نے ڈاکٹر ذاکر نائیک کو فریب دینے کی کوشش کی لیکن ڈاکٹر ذاکر نائیک نے مودی اور امیت شاہ کا پیغام پہنچانے والے سے کہا کہ میں مودی سرکار کے اس اقدام کی حمایت نہیں کر سکتا اور نہ ہی کشمیریوں کو دھوکا دے سکتا ہوں۔ اس مجاہد صفت دینی اسکالر نے جس واضح اور دوٹوک الفاظ میں مودی کو جواب دیا اسے ڈاکٹر صاحب کی شان مذید بلند ہوئی اور انکی عزت وتکریم میں اضافہ ہوا۔

یہ دوسرا موقع ہے کہ جب ڈاکٹر ذاکر نائیک نے اپنے سینے میں کشمیری مسلمانوں کے درد کا اظہار کیا۔اس سے قبل جب غالبا2010میں ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب کشمیر کے دورے پر تشریف لائے تو سری نگر میں ایک جلسہ عام سے انھوں نے خطاب فرمایا۔ان کا یہ خطاب وقتاً فوقتاً ہندوستان سے کشمیر آئے ہوئے علماء کرام سے یکسر مختلف تھا۔جب بھی کوئی ہندوستانی عالم کشمیر آیا تو اس نے کوشش کی کہ کشمیری مسلمانوں کو سمجھائے کہ وہ بھارت کے خلاف تحریک چلانے سے باز آئیں۔لیکن ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر میں سورہ توبہ کی چوبیسویں آیت کریمہ:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ﴾[التوبة : ٢٤]

''اے نبی مسلمانوں سے کہہ دو کہ اگر تمھارے باپ، تمھارے بیٹے، تمھارے بھائی، تمہاری بیویاں ، اور تمہارا خاندان، اور وہ مال و دولت جو تم نے کمایا ہے، اور وہ کاروبار جس کے مندا ہونے کا تمھیں اندیشہ ہے، اور وہ رہائشی مکان جو تمھیں پسند ہیں ، تمھیں اللہ اور اس کے رسول سے، اور اس کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں، تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر فرمادے، اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

پھر اس کی تشریح کرتے ہوئے انھوں نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ فرض کریں آپ کہیں جا رہے ہو اور آپ کی بیگم بھی آپ کے ساتھ ہوگی تو راستے میں ایک ڈاکو نہ آپ کی بیگم کا پروس ''بیگ'' چھین لیا اور بھاگ گیا۔جب تم اس ڈاکو کا پیچھا کریں گے تو کیا یہ کہیں گے بھائی صاحب، بھائی صاحب ہمارے بیگ واپس کرو۔نہیں ہرگز نہیں بلکہ تم اس پر جھپٹ پڑو گے اور اسے مار مار کر اپنی بیگم کا بیگ واپس لو گے۔ڈاکٹر صاحب کا خطاب کسی کو سمجھ آیا نہ

آیا لیکن جو اہل ہوش وخرد اس خطاب کو سن رہے تھے یا آج بھی یوٹیوب پر سن رہے ہیں وہ ٹھیک طرح سمجھ گئے کہ ڈاکٹر صاحب نے کس طرح ملت اسلامیہ کشمیر کو اپنا بنیادی اور پیدائشی حق چھیننے اور اپنی جدوجہد کو جاری وساری رکھنے پر رہنمائی فرمائی۔

عظیم داعی ڈاکٹر ذاکر نائیک کی دعوت اسلام اور تبلیغ دین کے نتیجے میں بت کدہ ہند میں گزشتہ برسوں سے 2016 تک ہزاروں ہندومشرف بہ اسلام ہوئے۔ بھارت میں دعوت دین اور اسکے صلے میں ہندوؤں کا دائرہ اسلام میں داخل ہونا ہی مودی سرکار کے ہاں ڈاکٹر ذاکر نائیک کا جرم ٹھرا ہے۔ حالانکہ بھارت کے ہندو بغیر کسی جبر واکراہ کے ڈاکٹر صاحب کی تفہیم اسلام سے متاثر ہو اپنی خوشی سے از خود حلقہ بگوش اسلام ہو رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب ہزاروں سامعین کی موجودگی میں ان نومسلموں سے پوچھتے تھے میرے بھائی !! اسلام قبول کرنے کے حوالے سے کیا تم پر کوئی جبر تو نہیں ان میں سے ہر ایک کہتا تھا جی نہیں۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نومسلم سے فرماتے تھے" کیا آپ اس بات پر دل سے یقین رکھتا ہے کہ اللہ ایک ہے؟ وہ کہتا تھا جی ہاں، کیا آپ دل سے تسلیم کرتے ہیں کہ محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی اور اس کے رسول ہیں. وہ کہتا تھا جی، ہاں۔ کیا آپ اپنی مرضی سے اسلام قبول کرتے ہو وہ کہتا تھا جی ہاں، اس کے لیے آپ پر کوئی دباؤ تو نہیں ڈال رہا جی نہیں پھر فرماتے تھے تو آپ میرے ساتھ ساتھ ہزاروں کے اس مجمع میں یہ مبارک الفاظ دہراتے جائیں۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ اس کے ساتھ ہی کلمہ طیبہ پڑھنے والے نو مسلم کے آس پاس موجود لوگ اسے گلے لگاتے تو نومسلم اور یہ منظر دیکھنے والے بے شمار شرکاء مجلس کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو چھلکتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی تبلیغ دین سے اسلام قبول کرنے والے صرف نومسلم مرد ہی نہیں، بلکہ بے شمار خواتین بھی ہوتی تھیں جنھیں اسلام کے سایہ رحمت میں پناہ لینے کی تڑپ اور تلاش نے ڈاکٹر صاحب تک پہنچایا۔

عصر حاضر میں اسلام کے پیام رشد و ہدایت کی طرف بلانے والے ڈاکٹر ذاکر نائیک کی

دعوت سے متاثر ہوکر جتنے غیر مسلم اسلام قبول کر چکے ہیں، عصر موجود میں اس کی مثال ملنا محال ہے۔ کون جانتا تھا، بت کدہ بھارت اور ایسے بدترین مشرکوں کے دیس میں ایک ایسا فرزند پیدا ہوگا جو دیکھتے ہی دیکھتے ایک عالم کو اسلام کی روشن راہوں کی جانب یوں کھینچ لے گا کہ دوست دشمن سب حیران رہ جائیں۔ عہد حاضر کے اس ممتاز داعی دین اور مبلغ اسلام ڈاکٹر عبدالکریم ذاکر نائیک کو اپنے آبائی وطن ہندوستان سے نکالنے اور اپنے گھربار سے بے دخل کرانے کے لیے بھارت کے زعفرانی میڈیا نے جس طرح دن رات ایک کر کے شرمناک مہم چلائی اسے دیکھ کر بخوبی یہ اندازہ لگ جاتا تھا کہ دین اسلام کی مقبولیت اور غیر مسلموں کی اس دین کی جانب رغبت نے ہندوستان میں اعدائے اسلام کی نیندیں اڑادیں تھیں۔

ممتاز داعی دین اور مبلغ اسلام ڈاکٹر ذاکر نائک دعوت اسلام کو عام کرنے اسلام اور مسلمانوں کے تئیں تعصب کی بنیاد پر پیدا کیے گئے شکوک وشبہات کے ازالہ دلائل وشواہد کی روشنی میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف غلط فہمیوں کے خاتمہ کے لیے سرگرم عمل اور اسلام کے مقابلے میں باطل اور خودساختہ نظریات کے خلاف برسر پیکار تھے۔ ان کے اپنے آبائی وطن بھارت سے نکالنے کی یہی وجہ تھی۔ عصر حاضر میں کسی مبلغ دین یا دینی تحریک کے خلاف سرخ دائرہ کھینچنا مطلوب ہوتو نہایت آسانی کے ساتھ اس پر نام نہاد دہشت گردی کو ہوا دینے کا انتہائی مضحکہ الزام عائد کیا جاتا ہے۔ اغیار کو معلوم ہے کہ ایک بار یہ الزام عائد کر دیا گیا تو پھر صفائیاں پیش کرنے میں ہی اسکی عمر کھپ جاتی ہے۔

ڈاکٹر عبدالکریم ذاکر نائیک نے تبلیغِ اسلام کی خاطر اپنے طبی پیشہ کو خیرباد کہہ کر اپنی زندگی کو وقف کر دیا۔ بلاشبہ آپ عصر حاضر کے ایک بے بدل مقرر ہیں، جو تقابل ادیان اور مناظروں کے حوالے سے پہچانے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر ذاکر نائک کو اللہ تعالی نے بلا کا ذہن اور فہم دین عطا فرمایا ہے۔ آپ مسیحیت اور ہندومت سے علمی مناظرہ میں مشہور ہیں۔ ہندوؤں اور مسیحیت کی جانب سے اسلام کے خلاف کیے جانے والے شبہات واعتراضات اور اسلام کا دیگر مذاہبِ عالم سے تقابل آپ کے مطالعہ کا خاص موضوع ہے۔ انھوں نے

مسیحی راہبوں کے ساتھ عالمی سطح کے مناظرے کیے اور کامیاب ہوئے۔ ڈاکٹر ذاکر نائیک حاضر جوابی اور مناظرہ میں ٹھوس دلائل دینے پر پوری دسترس رکھتے ہیں، آپ کو عالمگیر شہرت مسیحی مناظر ولیم کیمپبل کے ساتھ مناظرہ سے حاصل ہوئی۔جس سے انھیں عالمی سطح پر شہرت حاصل ہوئی۔

عصری تعلیم کا حامل ایک بڑا طبقہ جو پیس ٹی وی پر ان کے خطابات سے استفادہ کرتا رہا۔ چونکہ وہ عصری زبان اور انگریزی اصطلاحات کا کثرت سے استعمال کرتے ہیں اس لیے عصری تعلیم کا طبقہ بہت جلد ان سے متاثر ہوتا ہے۔آپ کی دلیل اور برہان کے سامنے ان گنت لوگ سپرانداز ہوکر آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ڈاکٹر ذاکر نائیک جناب احمد دیدات کے شاگرد رہے ہیں۔عالمی شہرت یافتہ اسلامی اسکالر ڈاکٹر ذاکر نائک سے ہر وہ شخص پیار کرتا ہے جسے ذوق دین ہو۔عصری تعلیم کا حامل نوجوان طبقہ ان کا شیدائی ہے۔عوامی اجتماعات، مذاکرات اور ٹی وی پروگرام میں دلوں میں گھر کرنے اورسینوں میں اترنے والے موثر خطبات دیتے رہے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اسلام کے حوالے سے غیرمسلموں کے دلوں میں پائے جانے والے شکوک وشبہات کو قرآن اور دلائل سے رفع کرتے رہے۔ ہر تنقید اور اسلام سے متعلق پیدا کی جانے والی غلط فہمیوں کو بڑے احسن انداز میں دلائل اور منطق سے ردکرتے ہیں۔ ملائشیا میں مہاجرت کی زندگی اختیارکرنے والے ڈاکٹر ذاکر نائیک غیرمسلموں کے اعتراضات اور اسلام کو سمجھانے، واضح کرنے اور اسلام اورمسلمانوں سے متعلق غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے ہمہ وقت کوشاں ہیں۔

بے شمار ممالک کے ناظرین انھیں سنتے ہیں۔اللہ تعالی نے ڈاکٹر ذاکر نائیک کوخصوصی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ ان کا دماغ کمپیوٹر سے کہیں زیادہ کام کرتا ہے۔فکر اور خلوص کے ساتھ قرطاس وقلم کی آبرو بڑھانے میں کامیاب ہیں۔نوے کی دہائی کے بعد اسلام تیزی سے دنیامیں پھیلا۔ یورپ میں خاص طور پر اسلام کی مقبولیت بڑھتی جا رہی ہے۔ یہ انہی جیسے

عظیم داعیان دین کی محنت کا صلہ ہے کہ برطانیہ میں دھڑادھڑ مساجد تعمیر ہو رہی ہیں۔ اسی طرح امریکہ میں افریقی باشندے اور دیگر رنگ دار نسلیں اسلام کی طرف راغب ہو رہی ہیں اس اشاعت وفروغ دعوت دین میں آپ کا بھرپور حصہ شامل ہے۔ توحید فکری کے موثر داعی جو ادیان باطل کے قلعے لرزا رہا ہے نہایت کشادہ دلی، دلیل ومنطق، سائنس وٹیکنالوجی اور حقائق پسندی کے ساتھ، یہودیت، نصرانیت، برہمنیت مغرب کے مسائل اور دینِ اسلام میں ان کا حل، سود، والدین اور بزرگوں کا احترام، تذویج ''ایک سے زائد شادی کا فلسفہ''، حجاب کی اہمیت، زنا کاری اور اس غلیظ کاری کے غلیظ اثرات، شراب نوشی غرض موضوع پر کھل کر اس طرح بات کرتے ہیں کہ ان کی ہر بات دل میں اترتی جاتی ہے۔ قرآن پاک کے حوالے سے مثالوں سے وہ اسلام کو منوا لیتے ہیں۔ کیوں کہ قرآن پاک پوری دنیا کی انسانیت کے لیے نازل ہوا ہے نہ کہ صرف اہل عرب کے لیے اس لیے دنیا کے ہر نظام ، ہر طرزِ حیات، ہر تہذیب پر اسلام غالب رہے گا۔ آج امریکا اور یورپ میں تیزی سے پھیلنے والا مذہب اسلام ہے جو بہت سچائی کے ساتھ مقبول ہوتا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر ذاکر نائک ایک کھلی کتاب ہیں۔ آپ تقابل ادیان اور مناظروں کے حوالے سے پہچانے جاتے ہی بالفاظ دیگر ڈاکٹر صاحب کی اسپیشلسٹی تقابل ادیان ہے۔ جس کے Base پر وہ دیگر مذاہب کے اہل علم سے مناظرے کرتے ہیں۔ آپ صرف اور صرف دلیل اور برہان سے بات کرنے کے روادار ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے دنیا کے ذہین وفطین غیر مسلم عالموں سے ایسے مناظرے کیے ہیں کہ وہ سب انکی پیش کردہ دلیل اور برہان کے سامنے شکست تسلیم کر بیٹھتے ہیں۔ اس پس منظر میں ڈاکٹر ذاکر نائک کو گھیرنے اور انھیں حصار میں لینے کا سبب وہ الزامات نہیں جو ان پر عائد کیے گئے ہیں بلکہ اصل ان کی دعوت کی مقبولیت ہے۔ پہلے کلیسا و یورپ نے اسلام اور مسلمانوں کے تئیں ہمیشہ معاندانہ رویہ اختیار کیا ہے اور اسلامی تعلیمات اور مسلم شخصیات کو بدنام ومطعون کر کے لوگوں میں نفرت کے بیج بونا ان کے اہم اصولوں میں شامل رہا ہے اور اب بھارت کا زعفرانی میڈیا اور پیلی وردی میں ملبوث آر ایس ایس بریگیڈ

اس میں بہت آگے بڑھ چکا ہے۔

ماضی میں سید سلیمان ندوی،شہید حسن البنا۔شہید قطب، ابوالاعلی مودودی، احمد دیدات اور ڈاکٹراسرار احمدجدید ذہن کونہایت کامیابی کے ساتھ اسلام کی حقانیت سمجھاتے رہے ہیں اور اب ڈاکٹر ذاکر نائک نے اپنے دوست اسکالروں کے ساتھ یہ محاذ سنبھالا ہے اور چاردانگ عالم اسلام کے بارے میں غیرمسلموں کی تراشیدہ غلط فہمیاں دور کرتے ہیں۔ وہ اس حوالے سے منطق استدلال اور جدید سائنسی حقائق کوبھی استعمال کرتے ہیں۔ وہ اپنے تحقیقی تجزیوں اور متاثر کن جوابات کے لیے شہرت رکھتے ہیں۔ ان کے عوامی خطبات میں حاضرین کوبھرپور ٹائم دیاجاتا ہے کہ وہ ان سے اپنے اذہان میں پائے جانے والے سوالات کرتے ہیں جن کے ڈاکٹرصاحب تسلی بخش جوابات دیتے ہیں۔ اسلام نہ صرف ایک مذہب کا نام ہے بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات،اور تہذیب و تمدن بھی وضع کرتا ہے۔چنانچہ اسلامی تہذیب کی تاریخ بھی اتنی ہی پرانی ہے جتنا اسلام ۔اسلامی تہذیب کی داستان جہاں فکر انگیز وعبرت آموز ہے وہاں اخلاق آموز اور دلچسپ بھی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے لاتعداد کتب تصنیف کی ہیں یہ کتاب اسلامی عقائد،فتوحات،علم،وطن،سائنس اور ادب کے تاریخی جائزے پر مشتمل ہیں۔ممتاز داعی دین اورمبلغ اسلام ڈاکٹر ذاکر نائک نے نہ صرف دین فطرت کو انتہائی آسان انداز اور آسان زبان میں پوری انسانیت کے سامنے پیش کیا ہے بلکہ ہرخود ساختہ مذہب سے تعلق رکھنے والے انسانوں کودائرہ اسلام میں لانے کی کوشش کررہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انھوں نے اس روئے پائے جانے والے تقریبا تمام بڑے مذاہب اور ان کی ثقافتوں کا انتہائی گہرائی سے تقابلی مطالعہ کیا ہے اور پھر لوگوں کے سامنے اسلامی تعلیمات اوراس کی حقانیت کوانہی کی کتابوں کے حوالے سے پیش کیا ہے۔

ڈاکٹر ذاکر نائک نے مختلف ثقافتوں یا مختلف عقائد میں آجانے والی خامیوں یا برائیوں کو خود انہی کی کتابوں کے حوالوں سے رد کیا ہے۔اوران کے اس طرزعمل سے ایک طرف جہاں مختلف عقائد سے وابستہ لوگوں کو درست راستہ ملا ہے وہیں اسلام کو غیرمسلموں میں بڑی

مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ ذاکر نائک اسلام کے تعلق سے غیر مسلموں کے سوالات کا جس انداز سے جواب دیتے ہیں اس نے نہ صرف غیر مسلموں کو اسلام قریب کیا ہے بلکہ ان کے اندر پائی جانے والی بہت سی غلط فہمیوں کو بھی دور کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اسلام کی جس بڑے پیمانے پر خدمت انجام دے رہے ہیں اس کو دیکھتے ہوئے خود عرب ممالک میں بھی ان کی زبردست پزیرائی ہو رہی ہے۔انھوں نے فروغ اسلام کے لیے افریقی ممالک میں بھی متعدد پروگرام کیے ہیں ۔ان کو پوری دنیا میں انتہائی عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ بھارت کے ہندانتہاپسنداور بھارت کا زعفرانی میڈیا چونکہ میڈیا کے محاذ کی اہمیت کو خوب سمجھتا ہے اس لیے اسے ''پیس ٹی وی'' خار کی طرح کھٹک رہا تھا یہی وجہ ہے کہ اس نے دھمال ڈال کر مودی سرکار کو ممتاز داعی دین اور مبلغ اسلام ڈاکٹر ذاکر نائیک کے گرد سرخ دائرہ کھینچنے پر چالان پیش کر کے انھیں ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔

بھارتی انتہا پسندوں اور بھارتی میڈیا کی ڈاکٹر صاحب پر تنقیص اور تنقید کے طوفان بدتمیز کی بنیاد، دراصل اسلام دشمنی پر مبنی تھی۔ بھارت کے شرانگیز میڈیا چینلز کی الجھن کا باعث یہ تھا کہ گھر گھر پیس ٹی وی کی پہنچ تھی اور بھارت کے ہندو عوام کا ایک بڑا حصہ اسے سنتا تھا۔ پیس ٹی وی کے ذریعے سے آپ پاپائیت، ربیت اور برہمنیت کو جس طرح دلیل کی بنیاد پر ابطال کرتے رہے وہ ادیان باطل کو برداشت نہیں ۔ بھارت کے شرانگیز میڈیا چینلز اور مودی سرکار کے کارندوں کو الم غلم اور بے سر پیر باتیں کر کے عوام الناس کو اور کنفیوژ کرنے کے بجائے علمی بحث ومباحثے کے ذریعے سے ڈاکٹر صاحب کی دعوت کا مقابلہ کرنا چاہیے تھا مگر ان کے پاس علم تھا اور نہ دلیل ۔

جو لوگ دلیل، مباحثے اور مذاکرے کے میدان میں ڈاکٹر ذاکر نائیک کے ہاتھوں بار بار ہزیمتوں سے دوچار ہوتے رہے، اور دلیل اور برہان کے قائل ہو کر حق وصداقت کی بات ماننے پر تیار نہ ہوتے تھے،انھیں بھی اب ٹیڑھی انگلیوں سے گھی نکالنے کا ہتھکنڈہ استعمال کرنے کا موقع فراہم کیا گیا؟ ڈاکٹر ذاکر نائیک کی مقبولیت، ان کے کام اور ان کے مشن سے

جتنی تکلیف زعفرانی اوریرقانی قوتوں کو ہورہی تھی،اتنی ہی تکلیف بھارت کے زعفرانی میڈیا کو پہنچ رہی تھی۔ان سب کی پریشانی یہ ہے کہ دلیل اور منطق کے میدان میں ان کے پاس ڈاکٹر ذاکر نائیک کے کام کا کوئی جواب اور کوئی توڑ موجود نہیں ہے۔ کیونکہ دلیل ،منطق اورعلم وآگہی کی قوت سے نہایت موثر انداز میں کام لیتے ہوئے ڈاکٹر ذاکرنائیک دین کے مقدمات اس طرح سامنے رکھتے ہیں کہ عقل کے تمام ابہامات و اشکالات دور ہو جاتے ہیں، اور مخالف کے پاس انکار کرنے کے لیے سوائے بغض، عناد، ہٹ دھرمی اور استکبار کے کچھ باقی نہیں رہتا۔ لطف کی بات یہ کہ اسلام کے بہت سے مقدمات ڈاکٹر ذاکرنائیک غیرمسلموں کے اپنے مستند مصادر ومراجع سے بطور استشہاد ثابت کر کے دکھاتے ہیں، جن پر وہ اگر پھر بھی قائل ہونے پر تیار نہ ہوتے ہوں تو سوائے پیچ وتاب کھا کے رہ جانے کے اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔

دورِ جدید کے تقاضوں اور عصری رویوں کو اس قدر حسن وخوبی سے نبھاتے ہوئے چلتے ہیں کہ دیکھنے والا اس سے یہی پیغام پاتا ہے کہ ہر نئے دور کے لیے اسلام کی مانند حسین وجامع اور کامل وشامل فلسفہ زندگی کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ ڈاکٹر ذاکر نائک قرآن اور ماڈرن سائنس کے موضوع پر جب بولتے ہیں تو دلیل کے ساتھ کہتے ہیں کہ قرآن دنیا وآخرت کی وہ واحد کتاب ہے جس میں اللہ نے ماضی میں ہوئی تمام چیزوں کا تفصیلی ذکر فرمادیا ہے۔حال اور مستقبل میں ہونے والے تمام خطرات اور خوشخبری اور ایجادات کی نشاندہی فرمادی ہے۔ آج دنیا نئی تکنالوجی اور نئی نئی ایجادات کی طرف توجہ دے رہی ہے جس کے ذریعہ دنیا ایک گلوبل ویلیج کی شکل اختیار کرچکی ہے لیکن ان سب ایجادات کا ہونا کوئی حیرت کی بات نہیں ہونی چاہیے کیوں کہ اللہ تعالی نے قرآن پاک کے ذریعہ کائنات کے ہر ذرات کا ذکر فرمادیا ہے،ان کی خوبی وخامی ان کے فائدے بھی ذکر کردیئے ہیں۔

آج سائنس قدم قدم پر قرآن کا سہارا لینے پر مجبور ہے ۔آج دنیا کے بڑے بڑے سائنسداں قرآنی تعلیمات سے مستفید ہورہے ہیں۔قرآن کی باریکی اوراس کی مختلف آیات سے نئی ایجادات کی طرف کوشش کررہے ہیں۔ اسلام امن وبھائی چارہ کی تعلیم دیتا ہے لہذا

قرآنی تعلیمات کے ذریعہ معاشرہ میں تبدیلی پیدا کریں تمام لوگوں کو چاہیے کہ قرآنی تعلیمات کو عام کریں اور افہام وتفہیم کے ذریعہ معجزاتی کتاب کے اسباق کو آگے بڑھائیں۔ یہی بات زعفرانی کارپویٹ میڈیااور برقانی سرکار کی پریشانی کا باعث ہے، کہ آخر نئے دور اور جدید دنیا کے تقاضوں کے مطابق اسلام کی تشریح و ترجمانی کرنے والے کاراستہ کس طرح روکا جاسکتا ہے۔اسی غلیظ فلسفے کے تحت بھارت کا زعفرانی میڈیا اس اکھاڑے میں آ کھڑا ہوا۔ عصری شعور اور آج کے علم الکلام ''میڈیا'' نے جہاں نظروں کو چوندھیا دیا ہے۔ وہیں پیس ٹی وی کے ذریعے آج کے علم کلام ''میڈیا'' میں ڈاکٹر صاحب اسلام کی نمائندگی کررہے ہیں۔ ڈاکٹر ذاکرنائیک سمعی اور بصری محاذ پرجس شدومدکام کررہے ہیں اس کاالٹی میٹ نتیجہ زعفرانی بریگیڈ اورزعفرانی میڈیاپر مشتمل دشمنوں کے حصار میں آ کھڑا ہونا ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ جنھوں نے حوصلوں کو کبھی پست نہیں ہونے دیا اور ہمیشہ ان کو آنچ پر رکھا ہے تو مدمقابل نے شکست کھائی۔آفرین صد آفرین ہندوستان کے بہادر جگر دار اور شیر دل ڈاکٹر ذاکر کی عالی حوصلہ مندی پر ہندو بنیاد پرستوں کے غلبے اور تسلط کے باوجود وہ سر ہتھیلی پر رکھے سینہ تانے کھڑے ہیں گوکہ ہجرت کے بعد کولالمپور ان کا مرکز بنا لیکن دعوتی مشن اسی طرز پرجس طرح بھارت میں چلاتے رہے۔آج بھی اسی طرح مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کررہے ہیں جس طرح بھارت میں کرتے رہے۔ جادہ حق سے ان کے قدم ڈگمگائے نہیں۔ ان کا خمیر خوف سے ناآشنا ہے۔ملائشیا میں زیر قیام رہتے ہوئے بھی ڈاکٹر صاحب سے مودی اور سنگھ پریوار کی تمام بنیاد پرست ہندو جماعتوں کے لیڈر اور کارکن اس طرح کانپتے ہیں جس طرح گہرے کنویں میں ڈول کی رسیاں تھرتھراتی ہیں۔

⊙......⊙......⊙

تحریک آزادی کشمیراورسوشل میڈیا

مکڑی کے جالے میں دبکا ہوا بھارت گزشتہ تین عشروں کے دوران ملت اسلامیہ کشمیر کے استقامتی محاذ سے پے در پے شکست کھا تا رہا ہے اوراسلامیان کشمیر کے سامنے اب وہ اپنی ناتوانیوں اور شدید کمزوریوں کو'' میڈیاوار، نفسیاتی جنگ'' اور جھوٹے پروپیگنڈے کے ذریعے چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔گزشتہ کئی برسوں سے بھارت کی طرف سے خطے کے مسلمانوں بالخصوص اسلامیان کشمیر کے خلاف خوفناک میڈیاوارجاری ہے۔ کہاجاتا ہے کہ سارے مسلمان تو دہشت گردنہیں ہیں لیکن سارے دہشت گردضرور مسلمان ہیں۔

بھارت کا سنگھ پریوار کا زرخرید بھارتی میڈیامسلمانوں کے خلاف اس مکروہ مہم اورنفسیاتی جنگ میں شب وروزمصروف ہے۔آرایس ایس بھارتی میڈیاکے ذریعے اس موضوع پہ اتنے تکرار اور ترتیب کے ساتھ لگا تار پرچار کررہاہے کہ کشمیری مسلمانوں کے ساتھ ساتھ بھارتی بھی مسلمان مطعون ہوجائیں دوئم یہ بات بھارت کی اگلی نسل کی رگ وپے میں پوری طرح یہ بات سرائیت کرجائے کہ مسلمان ہندوؤں کاازلی اورابدی دشمن ہے۔چونکہ جموں وکشمیر میں پرنٹ اورالیکٹرانک میڈیاکلی طورپر بھارت کے کنٹرول میں ہے۔اس لیے بھارت کے''میڈیاوار'' اینٹ کاجواب پتھرسے نہیں مل پارہاتھالیکن جب سے کشمیرمیں فورجی انٹرنیٹ سروس شروع ہوئی تونوجوانان کشمیرنے تحریک آزادی کی ترویج کے لیے اسے استعمال کرناشروع کیا۔اس کی اہم مثال برہان مظفر وانی شہید ہے کہ جس نے سوشل میڈیا کا بھرپوراستعمال کرکے کشمیرکی تحریک آزادی کومہمیز دی۔نوجوانان کشمیرکاسوشل میڈیاکے ذریعے تحریک آزادی کشمیرکی ترویج

پر بھارت نے منہ بسورا بالآخر کشمیر میں انٹرنیٹ پر پابندی عائد کردی۔سوال یہ ہے آخر بھارت کا یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا۔

انفارمیشن ٹیکنالوجی نے انسان کو اتنا ترقی یافتہ بنا دیا ہے کہ انسان اپنا وقت ضائع کیے بغیر کہیں بھی بیٹھے بیٹھے پوری دنیا سے سوشل میڈیا کے ذریعے میل جول رکھ سکتا ہے۔سوشل میڈیا سے مراد انٹرنیٹ بلاگز، سماجی روابط کی ویب سائٹس، موبائل ایس ایم ایس اور دیگر ہیں جن کے ذریعے خبریں اور معلوماتی مواد کوفروغ دیا جاتا ہے۔آج کے دور میں سوشل میڈیا کی اہمیت سے انکارنہیں کیا جا سکتا۔ اس کی اہمیت میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ روایتی میڈیا سے تعلق رکھنے والے صحافی اور دیگر کاروباری افرادمعلومات کوعوام تک پہنچانے کے لیے بڑی تعداد میں سوشل میڈیا سائٹس جیسے فیس بک اورٹوئٹر، مائی اسپیس، گوگل پلس، ڈگ اور دیگر سے جڑے ہوئے ہیں۔محض چندبرسوں سے سوشل میڈیا الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا سے بھی زیادہ تیزی سے مقبول ہو چکا ہے۔اس کی سب سے بڑی وجہ عوام کا سوشل میڈیا سے منسلک ہونا ہے۔اس الگ میڈیا میں خبروں اورمعلومات کوتلاش کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ معلومات کا ذخیرہ آپ تک خودبخود بذریعہ ای میل اور انٹرنیٹ بلاگ پوسٹس پہنچ جاتا ہے، آپ کوصرف کسی بھی بلاگ یا سائٹ میں اندراج کی ضرورت ہے۔ایک خبرکو دنیا تک پہنچانے کے لیے کسی بھی سوشل سائٹ میں صرف ایک پوسٹ شیئر کرنے کی ضرورت ہے پھر یہ خودبخود ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے فردتک پہنچ جائے گی۔

سوشل میڈیا جہاں تجارتی، پیشہ وارانہ اور ذاتی برینڈ سازی کے لیے زبردست امکانات رکھتا ہے۔ وہیں انقلابی اورآزادی کی تحریکوں میں سوشل میڈیا کا استعمال نہ صرف ضروری ہے بلکہ یہ تحریکوں کوبام عروج تک پہنچانے اوراوج کمال تک لے جانے کا بہترین وسیلہ اورآسان اورمفت ذریعہ ہے ۔تحریکوں کے اراکین سوشل میڈیا کے ذریعہ نہ صرف ہمہ وقت اپنے عوام کے ساتھ جڑے رہ سکتے ہیں بلکہ پوری دنیا تک اپنی آواز اوراپنے پیغام کوپہنچاسکتے ہیں ۔یہ دنیاوالوں کے ساتھ وسیع پیمانے پر ربط وارتباط پیدا کرنے کا نسخہ کیمیا ہے۔آج جبکہ دنیا بھر کے

بڑے بڑے پرنٹ اورالیکٹرانک میڈیاہاؤسز دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی آواز بننے کے بجائے دنیاکے ظالم حکمرانوں کا آلہ جنگ بنے ہوئے ہیں تو ایسے عالم میں انٹرنیٹ،سوشل میڈیاکے ذریعہ سے پوری دنیا تک اپنی بپتااورظالم اور سفاک حکمرانوں کی طرف سے ڈھائے جانے والے مظالم کونہایت آسانی کے ساتھ پہنچایا جا سکتا ہے اور یہ ایک مواصلات نظام ہے جوہماری دست راست میں ہے ۔اس لیے کشمیر کے بشمول دنیا بھر کے مظلوم مسلمان اس مواصلاتی نظام کواستعمال کر کے اپنا نقطہ، اپناموقف، اپنی داستان غم والم اورستم جو وہ سہہ رہے ہیں دنیا تک پہنچاسکتے ہیں۔

مظلوم قوموں کواب اپنی بپتا سنانے کے لیے کسی میڈیااینکر پرسن،کسی اخبار کے ایڈیٹر کی منت نہیں کرنا پڑتی ہے ۔ ماضی میں ٹی وی ، اخبارات و رسالوں میں مظلوم وقموں کا پیغام نشر اورشائع ہوا کرتا تھا۔مگر اب اکثر میڈیاہاؤسزان سے منہ موڑ چکے ہیں۔کیونکہ آج کے نجی میڈیاچینل بھی پرائیویٹ کالجز اورسکولزکی طرح ہی محض کاروباری ادارے بن چکے ہیں اور ایسے عال میں اگراب بھی کوئی میڈیاچینل مظلومین کی ترجمانی کرنے کی کوشش کرتا ہےتو ایک محدود حدتک ہی کر پا تا ہے۔لیکن دلبرداشتہ ہونے کے قطعی ضرورت نہیں ایک دروازہ بند ہو جاتا ہے تواللہ تعالیٰ سودروازے کھول دیتا ہے۔سوشل نیٹ ورکنگ سائٹ پرتحریکوں کاابلاغی کام سستا ہے اورتحریکوں کا پیغام اور وہ جوبھی معلومات دیناچاہتی ہیں توایک کلک اورطرفت العین کی دیر ہے کہ سوشل میڈیا کے ذریعے وہ دنیاوالوں تک جلد پہنچ جاتی ہیں۔

اردوتو ہے ہی ہماری زبان اوراس میں بھی کوئی ابہام نہیں کہ سوشل میڈیا کے باعث اردو زبان کے فروغ میں اضافہ ہوا ہے۔مگرچونکہ کشمیرکی تحریک آزادی کے اراکین نے پوری دنیاسے مخاطب ہوناہوتا ہے تواس لیے وہ انگلش کواستعمال میں لائیں تاکہ پوری دنیا میں کروڑوں لوگ اس پیغام کوپڑھ سکیں۔ٹیکنالوجی کے انقلاب کے ساتھ ساتھ بلاگنگ کے خدوخال بھی بدل چکے ہیں۔شروع میں کسی بلاگ کا آغاز ہونا اور فعال رہنا ہی غنیمت جانا جاتا تھا۔لیکن اب جب کوئی فرد ایک تحریکی رکن کے اعتبار سے بلاگرز بن جاتا ہےتو پھراس اسے یہ

توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ اپنے بلاگ پر ایسی فکر انگیز اور معلوماتی خامہ فرسائی کریں کہ لوگ انکے بلاگ کو معتبر سمجھیں اورانکی تحریروں پر یقین کرلیں ۔یہاں اس امر کا خاص خیال رکھنا ہے کہ وہ جوکچھ دنیا تک پہنچانا چاہتے ہو وہ سچ ہو اور دلائل اور براہین کے ساتھ میل کھاتا ہو۔جب اس طرح پیغام رسانی کی جائے تواس پر مثبت پیش رفت سامنے آئے گی۔

آج سے تقریبا چار پانچ سال پہلے کمپیوٹر سافٹ ویئرز کو خریدنے کے لیے یا تو سی ڈیز، ڈی وی ڈیز خریدنی پڑتی تھیں یا پھر انٹرنیٹ پر ان کو ڈھونڈنا پڑتا تھا جو کہ وقت ضائع کرتا تھا۔ اب تقریبا زیادہ تر سافٹ ویئر بلاگرز ڈھونڈ کر کہیں نہ کہیں پوسٹ کر دیتے ہیں۔جس سے آسانی پیدا ہوگئی ہے۔ بلاگنگ کو فروغ دینے اور اس کی (credibility) بحال کرنے کے لیے ایک پائیدار بلاگ ہوسٹنگ سروس بہت ضروری ہے۔ بہرکیف! سوشل میڈیا کشمیر اور فلسطین کی تحاریک آزادی کے لیے نہایت مفید ہے۔یہاں اس بات کو معرض تحریر لانا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی نوجوان نسل بالعموم سوشل میڈیا کی کئی بے مقصد اور بے مطلب سائٹس پر چیٹنگ کرتے ہوئے اپنا وقت ضائع کرتی ہے لیکن اگر وہ سوشل میڈیا کا استعمال تحریک آزادی کشمیر کے لیے کرتے ہیں تو وہ اپنی تعلیم جاری رکھتے ہوئے اور گھر بیٹھے باآسانی تحریک آزادی کشمیر میں حصہ ڈال کراس میں شامل رہ سکتے ہیں۔

واضح رہے کہ سوشل میڈیا کے ٹولز کسی کے لیے بھی کھلے ہیں یعنی آپ ان کو باآسانی استعمال کر سکتے ہیں جبکہ روایتی ذرائع ابلاغ تک پہنچنے کے لیے کافی پیسے درکار ہوتے ہیں اوراس کے علاوہ میڈیا صنعت کے رابطوں کے لیے ایک اچھے نیٹ ورک کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ گوگل اور ورڈ پریس نے سوشل میڈیا کے فروغ میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ روایتی ذرائع ابلاغ میں ہنر، مہارت، تربیت اور خاص آلات درکار ہوتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں سوشل میڈیا نہایت آسان ہے۔ ایک عام کمپیوٹر اور انٹرنیٹ استعمال کرنے والا فرد سوشل میڈیا کا باآسانی استعمال کرسکتا ہے۔سوشل میڈیا چینل میں بے مثال صارفین کے

ساتھ بات چیت، تعلقات جوڑنے کے مواقع بھی فراہم کرتا ہے۔سوشل میڈیا کے مواد کو شائع کرنا عام میڈیا کی نسبت زیادہ لچک دار ہے۔تازہ خبر یا مضمون کوفوری کئی لوگوں میں عام کیا جا سکتا ہے جبکہ روایتی میڈیا میں خبروں اور مواد کو شائع کرنے میں بہت وقت لگ جاتا ہے۔ اس لیے سامنے آئیں اوراسلامیان کشمیر کے دکھ اوردردکودنیا تک پہنچانے میں ممد اور مددگار بن جائیں۔اس میں کوئی دورائے نہیں کہ سوشل میڈیا ایک ایسا پلیٹ فارم ہے کہ جس نے صحیح معنوں میں اسی نے دنیا کو گاؤں میں تبدیل کیا ہے، اس کی طاقت سے انکار کرنا ناممکن ہے۔سوشل میڈیاکے سکہ جمانے کے بعد اب دنیا بھر میں لوگوں نے ٹی وی سیٹ آن کرکے اس کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرکرخبریں سننے کی روایت ترک کردی ہے کیونکہ موبائل فون کی شکل میں اب پوری دنیاسمیٹ کرانکے جیب میں آچکی ہے ۔عصرحاضر میں سوشل میڈیا کی طاقت کے باعث ہی 18دسمبر 2010 کوعربستان میں انقلاب کی ایک لہراٹھی اور 2011کے کے اوائل میں آناًجاناً مشرق وسطی کے ملکوں تیونس، مصر، یمن اورلیبیا میں موروثی بادشاہتوں اورفوجی آمریتوں کے تسلط سے آزادی حاصل کرنے کے لیے احتجاجی تحریکیں شروع ہوئیں اوراسے عرب بہارکا نام دیا گیا۔عرب حکمرانوں کے گٹھ جوڑ کے باعث اگرچہ وہ اپنے اہداف کوپانے میں ناکام رہی لیکن ابتدامیں وہ کامیاب دکھائی دی کہ جب مصرکےحسنی مبارک کے چالیس سالہ دوراقتدارکوعرب بہارکے نتیجے میں خاتمہ ہوا،لیبیا کے معمرقذافی کاتیس سالہ دوراقتدارختم ہوا،جبکہ معمرقذافی قتل ہوا۔یہ ایک الگ موضوع ہے تاہم یہاں مقصود یہ بتلاناہے کہ عرب بہارشروع ہونے میں سوشل نیٹ ورکنگ کا ہی عمل دخل تھا، اس کے علاوہ مختلف انقلاب میں سوشل میڈیا کا کردارنظرآتا ہے۔لیکن جنوبی ایشیامیں طبقہ حریت وآزادی کے داعی اوراسلامی انقلاب کے لیےلڑنے والوں کوچھوڑکرافسوس کی بات یہ ہے کہ اس خطے میں مسلمانوں کی بعض مذہبی جماعتوں سے وابستگان مسلکی اختلافات کو ہوا دینے ،باہم دشمنیاں پالنے ،کدورتوں اوررنجشوں میں اضافہ کرنے ملت کےتصورکوپارہ پار اور

ایک دوسرے کا کچا کھانے کے لیے سوشل میڈیا کا استعمال کررہے ہیں۔

صاف دکھائی دے رہا ہے وہ دشمن کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں، کیا پتادرپردہ ان کے تعلقات بانام زمانہ ''را'' کے کس گھنیش سنگھ اورکس رمیش کمار کے ساتھ استوار ہیں۔کیا پتا کس حقیر مول پر بھارت نے انھیں خرید رکھا ہے ۔افسوس وہ اپنی ذمہ داریاں بھول چکے ہیں وہ اپنے مسلک،مشرب اوراپنی مسندہی کو ملت،امہ اوراسلام قراردے رہے ہیں۔ افسوس صد افسوس۔ ضرورت اس امرکی ہے کہ سوشل نیٹ ورکنگ کے لیے باقاعدہ منصوبہ بندی کی جائے،مسلمان علاقوں میں اللہ کے دیئے ہوئے نظام کے نفاذ کے لیے منظّم طور پر پیش قدمی ہو،اپنے پڑوس میں کشمیر کے مسلمان جس کرب والم میں مبتلا ہیں ،انھیں بھارت کے جنگل سے چھڑانے کے لیے نوجوانان ملت کو اس جانب توجہ دلائی جائے۔ بھارت جس طرح اسلامیان کشمیر پر کثیرالجہت مظالم ڈھارہاہے ،انکی جس طرح تحقیر و تذلیل کی جارہی ہے، ان تمام واقعات کو شواہد کے ساتھ پیش کیا جائے؛ تاکہ دنیا کے سامنے بھارت کا اصلی چہرہ بے نقاب ہو۔ یوٹیوب چینل بنائے جائیں جن پر کشمیر کے موضوع کو سرفہرست رکھا جائے اور بھارتی فسطائیت کو طشت از بام کیا جائے۔ہم نے بھی ''محاذ کشمیر'' کے نام سے ایک یوٹیوب چینل بنایا اور ہفتہ وار پروگرام میں کشمیر کی صورتحال پر بات ہورہی ہے ۔اگرچہ اس کتاب کے منصۂ شہود پر آنے تک وہ ابتدائی مراحل سے ہی گزررہاہے لیکن آغاز توکردیا گیاہے اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال رہی تو مستقبل قریب میں اسے وسیع پیمانے پر لے جانے کاارادہ ہے۔

⊙.....⊙.....⊙

میڈیا وار

عصر حاضر میں جنگ کئی محاذوں پر لڑی جاتی ہے، ذرائع ابلاغ کے محاذ پر جس طرح آج جنگ لڑی جاتی ہے جسے ''میڈیا وار'' کہا جاتا ہے۔ میڈیا وار کوئی نئی جنگ نہیں ہے بلکہ انسانی معاشرہ کی اس سے بہت پرانی شناسائی ہے۔ قبل از اسلام عرب کے دور جہالت میں جنگیں شعر و شاعری اور فصاحت و بلاغت کے زور پر لڑی جاتی تھیں اور اس میں سب سے اہم کردار شعرا کا ہوتا تھا۔ ہر قبیلہ اپنی طاقت وقوت اور شان وشوکت کے اظہار کے لیے شعرا کی خدمات سے استفادہ کرنا، بلکہ بیشتر قبائل اپنے شعرا خود پالتے تھے تا کہ اس میدان میں خود کفیل ہوں اور دوسروں کے محتاج نہ رہیں۔ مدح وتعریف اور مذمت وہجو کلام عربی ادب میں مستقل اصناف ہیں جنھیں دور قدیم کی میڈیا وار کا سب سے اہم عنصر قرار دیا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں قریش اور دیگر قبائل کے میڈیا کا جواب میڈیا سے دیا گیا اور اس جواب کے سامنے باطل کو حق کے مقابلے میں ہزیمت اٹھانا پڑی! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرائع ابلاغ کی اہمیت کو نظرانداز نہیں کیا، بلکہ میڈیا وار کا چیلنج قبول کرتے ہوئے موقع ومحل کے اعتبار سے بھرپور انداز میں دشمنان اسلام کی بساط لپیٹ دی۔ اسلام سے پہلے کعبۃ اللہ کی دیواریں میڈیا کا کام دیتی تھیں اور عرب کے بڑے بڑے شعراء کا کلام چیلنج کے طور پر انکے اوپر آویزاں رہتا تھا۔ سورہ کوثر کے نزول کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مقابلہ پر کعبۃ اللہ کی دیواروں پر اس مقدس سورہ کریمہ کو آویزاں کرنے کی اجازت طلب کی۔ بارگاہِ نبوت ؐ سے اجازت مل جانے پر تین آیات پر مشتمل

قرآن کریم کی انتہائی مختصر اور جامع سورہ کریمہ جو بجا طور پر فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہے کو خانہ کعبہ کی دیوار پر معلق بڑے بڑے عرب شعراء کے قصائد کے پہلو میں آویزاں کر دیا گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تمام شعراء نے اپنے قصائد خود اپنے ہاتھوں سے یہ کہہ کر اتار کر رکھ دیئے کہ ''**ماھذا قول البشر**'' یعنی کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں! یہ عرب کے شعراء کی ''جہلائے عرب کے میڈیا'' کی طرف سے اپنی شکست کے اعلان کے ساتھ قرآن کریم کی حقانیت کا برملا اعتراف تھا اور میڈیا وار میں یہ اسلام کی پہلی فتح تھی۔

اعلان نبوت کے ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کیخلاف قریش نے ہر محاذ پر مہم جوئی کی حتیٰ کہ اپنے شعراء کو یہ ٹاسک سونپ کر میدان میں اتارا کہ وہ ہجو اور، رجز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو روکیں۔غزو احزاب کے موقع پر جب قریش اور ان کے اتحادی قبائل مدینہ منورہ کے محاصرہ میں ناکام ہو کر خائب و خاسر واپس لوٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب قریش ہمارے خلاف تلوار اور ہتھیار کی جنگ نہیں لڑیں گے بلکہ زبان کی جنگ لڑیں گے۔ وہ عرب قبائل کو تمھارے خلاف بھڑکائیں گے، تمھارے خلاف نفرت پھیلائیں گے، اور انھیں تمھارے قریب آنے سے روکیں گے۔دراصل یہ قریش مکہ کا اہل ایمان کے خلاف '' میڈیا وار'' تھا کیوں کہ اس وقت کا میڈیا یہی تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے سامنے کیا جب قریش کے اس میڈیا وار کا تذکرہ فرامایا اور ان سے پوچھا کہ کیا وہ اس جنگ کے لیے تیار ہیں؟ روایات میں آتا ہے کہ اس پر تین شاعر صحابی 1۔حضرت حسان بن ثابت 2۔حضرت عبد اللہ بن رواحہ 3۔حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم سامنے آئے اور اعلان کیا کہ یہ جنگ ہم لڑیں گے۔تینوں برگزیدہ صحابہ نے اپنی شاعری سے میڈیا محاذ پر قریش کو ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت حسان بن ثابت مسجد نبویؐ میں منبر رسول پر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کرتے تھے اور کافروں کی طرف سے کی گئی ہجو کا جواب دیتے تھے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھ کر انھیں داد اور دعا دیا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمر القضا پر ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام کے ہمراہ تشریف لے گئے تو مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار حضرت عبداللہ بن رواحہ کے ہاتھ میں تھی۔ وہ بھی احرام کی حالت میں تھے اور عمرہ کے لیے آئے تھے لیکن ان کی زبان پر تلبیہ کی بجائے رجزیہ اشعار تھے اور وہ جنگی ترانوں کے لہجے میں رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے حالت احرام میں عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے تھے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے انھیں ایسا کرتے دیکھ کر اشارے سے بیت اللہ کی طرف توجہ دلائی اور رجزیہ اشعار پڑھنے سے روکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا یا فرما کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو منع کرنے سے روک دیا اور فرمایا کہ اسے پڑھنے دو، اس کے اشعار کافروں کے سینوں میں تمھارے تیروں سے زیادہ نشانے پر لگ رہے ہیں۔

ان تین صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو اللہ نے تقریر و تحریر کی صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا تھا اور پھر آواز بھی بارعب، گونج دار اور سپاٹ تھی۔ جب بات کرتے، تو اندازِ تکلم، بلندی آواز اور مدلل گفتگو مخاطب کو بات سننے پر مجبور کر دیتی۔ خطاب کرتے، تو تقریر کا جادو سر چڑھ کر بولتا اور الفاظ کی روانی، جملوں کی ترتیب وتشبیہات، آواز کا اتار چڑھاؤ اس بہتے پرزور دریا کی مانند ہوتا، جو اپنے سامنے آئی ہر چیز بہا لے جاتا ہے۔ پھر سننے والا خطابت کے طلسم میں محو ہو کر جملوں کے سمندر میں ڈوبتا چلا جاتا اور تقریر کے اختتام پر حضرت ثابت بن قیس کا معتقد ہو جاتا۔ اہلِ مدینہ کی ہر تقریر، ہر وعظ اور ہر خطاب حضرت ثابت سے شروع ہوتا اور ان ہی پر اختتام ہوتا۔ شروع میں اہلِ مدینہ نے انھیں ''خطیبِ انصار'' کا خطاب دیا تھا، لیکن جب انھوں نے اپنے آپ کو تبلیغِ دین اور خدمتِ نبوی کے لیے وقف کر دیا، تو پھر ''خطیب رسول اللہ'' کے لقب سے یاد کیے جانے لگے۔ جلیل القدر صحابی حضرت ثابت بن قیس نے بھی حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق قریش کے میڈیا وار کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور ان کے مسموم پروپیگنڈے کا نہایت بلیغ انداز میں دلائل و براہین کے

ساتھ توڑ کیا۔حضرت ثابت بن قیس مدینہ منورہ کے پڑھے لکھے صحابہ میں شامل تھے اور انھیں فنِ تقریر کے علاوہ تحریر میں بھی کمال حاصل تھا۔ خوش خط، پختہ، صاف اور روشن تحریر ان کی خاص پہچان تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں کاتبِ وحی کے منصب پر فائز فرمایا۔

میڈیا کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ ہر زمانے میں لوگ مختلف طریقوں سے معلومات اور خبروں کو ایک دوسرے تک پہنچانے کی کوشش کرتے رہے۔ کبھی پرندوں کو استعمال کر کے، کبھی ڈھول ڈھنڈورا پیٹ کر اور کبھی اشتہارات کو دیواروں پر چسپاں کر کے عوام الناس کو باخبر کرتے رہے۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ ذرائع ابلاغ میں اس قدر بڑی اور زبردست تبدیلیاں واقع ہوئیں کہ ہم اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ یہاں تک کہ پچھلی صدی کو ذرائع ابلاغ کے انقلاب کی صدی کہا گیا۔

اب کوئی لمحہ چاہے رات کا ہو یا دن کا انسان ذرائع ابلاغ چاہے وہ سمعی یعنی جس کا تعلق سننے سے ہو، چاہے مرئی یعنی جس کا تعلق دیکھنے سے ہو، چاہے مقروئی یعنی جس کا تعلق پڑھنے سے ہو سے برابر رابطے میں رہتا ہے۔ جو قوم یا ریاست ترقی کی راہ پر چلنے کی کوشش کرتی ہے، اس کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ ذرائع ابلاغ کو ساتھ لے کر چلے۔ وقت نے ثابت کر دیا ہے کہ میڈیا کے بغیر اس دور میں ترقی کا تصور اور اپنی بالادستی کا خیال ایک وہم کے سوا کچھ بھی نہیں ہے!

جدید ٹیکنالوجی نے جب سے ذرائع ابلاغ میں تنوع پیدا کیا ہے اور تقریر و شعر گوئی کے ساتھ اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کا کردار شامل ہوا ہے، میڈیا میں ا یک انقلاب برپا ہوگیا ہے۔ دشمن کی رسائی گھر کے اندر تک ہوگئی ہے۔ خواتین اور بچوں کے ذہنوں پر اثر انداز ہونا کوئی مشکل نہیں رہا۔ عصر حاضر میں میڈیا پر اسلام دشمن قوتوں کی اجارہ داری ہے اور مسلمان دیگر محاذوں کی طرح اس اہم محاذ کو سھنبالنے میں بھی ناکام رہے۔ مسلمان مما لک کی ناکامی کے باعث میڈیا پر یہود ونصاریٰ اور ہنود مکمل طور پر چھائے ہوئے ہیں۔ جو جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ، حق کو باطل اور باطل کو حق بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ صورتحال یہ ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

میڈیا پر برتری کے بل بوتے پر اسلام اور انسانی اقدار کے خلاف بھرپور یکطرفہ جنگ جاری ہے۔ایک طرف مظلوم مسلمانوں کو دہشت گرد کہہ کر مطعون کیا جارہا ہے اور انھیں موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے بھرپور مہم چلائی جارہی ہے جبکہ ان کے قاتل حکمرانوں ،ممالک اورافواج قاہرہ مسیحا کے طور پر پیش کیا جارہا ہے ۔افغانستان ،عراق ،کشمیراورفلسطین میں ہورہی تباہی اور بربادی اس پر گواہیاں پیش کررہی ہے ۔نیز ثقافتی یلغار سے شرافت اور انسانیت کو داغدار کر کے رکھ دیا گیا ہے۔فحاشی اور بے حیائی عروج پر ہے۔ انسانیت بیزار کلچر نے ہر طرف ڈھیرے ڈال رکھے ہیں۔امریکی گماشتے یعنی مسلمان ممالک پرمسلط حکمران اس طوفان بدتمیزکودیکھ کر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہوئے ہیں انھوں نے میدان کھلا چھوڑ رکھا ہے اور کچھ بھی نہیں کررہے۔اگرچہ قطر نے ''الجزیرہ'' کا چینل مسلمانان عالم بالخصوص فلسطینی اورکشمیری مسلمانوں پر ہورہے مظالم کوطشت از بام کر رہا ہے لیکن نقارخانے میں یہ طوطی کی آواز کے مترادف ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ میڈیا پر مثبت انداز میں حق کی آواز اٹھانے والوں کی کوئی نمائندگی نہیں ہے۔سوشل میڈیا کا محاذ بھی خالی ہے جس سے یہود،نصاریٰ اورہنوداس بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں مگر امت کے بہی خواہ خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔اسلام اور مسلمانوں کے لیے کچھ کرگزرنے کا جذبہ رکھنے والوں کو اس پہلو پر بھی سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔عصرموجود میں میڈیا کی تین قسمیں ہیں جنھیں ہم الیکٹرانک ،پرنٹ اورسوشل میڈیا کے نام سے جانتے ہیں۔ میڈیا معاشرہ کا آئینہ دار ہوتا ہے، اور معاشرہ کا رہبر بھی۔ دورحاضر میں میڈیا کو معاشرہ کی تشکیل میں کلیدی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ ہزار مخالفتوں کے باوجود بھی لاشعوری طور پر سماج میں وہی کردار وعمل اوروہی طور طریقے راہ پا جاتے ہیں، جو میڈیا کے ذریعہ پیش کیے جاتے ہیں۔ آج مغربی میڈیا کے ذریعے سے ایک قسم کی افراتفری کا عالم برپا

ہے اوراس افراوتفری میں عمداً وسہواً ہرکوئی میڈیا کا مقلد بن چکا ہے! یہ دیکھے بغیر کہ میڈیا رائی کو پہاڑ بناتا ہے۔ اس کے پیچھے ان کا مقصد اور انجام جو بھی ہو، تاہم سماج اس سے متاثر ضرور ہوتا ہے!

اس پس منظر میں یہ بات درست ہے کہ میڈیا اس دور کا ایک عجیب وغریب انقلاب ہے اور یہ انقلاب ہرایک کی زندگی میں داخل ہو چکا ہے اور انسانی زندگی اور معاشرہ کی تشکیل پر اس کے مثبت اور منفی دونوں اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس نازک موڑ پر میڈیا نیٹ ورک چلانے والے مالکان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ میڈیا کے تمام شعبوں اور شاخوں کو منصفانہ اورعادلانہ نظام حیات کے قیام، انسانوں کی غلامی کے خاتمے، انسانیت کی کردار سازی اوراس کی صلاح وفلاح، رہبری و راہنمائی کے لیے کوشاں رکھیں، معاشرے میں ہونے والے مختلف النوع مظالم، ناانصافیاں، لوٹ مار،ڈاکے،دھوکے،غضب وغصب اورفراڈ کوطشت از بام کریں۔ انسانی حقوق کے تحفظ، امن وسلامتی اور سماج کی ترقی اور ہراچھے اورنیک کاموں کے فروغ اوراسکے پھیلاؤ کے لیے بروئے کارلائیں تاکہ نوروظلمت کے تصادم میں طلسم ظلمت وضلالت پاش پاش ہوکر رہ جائے جس سے حق کی حقانیت کے مقابلہ میں باطل کواپنی پستی قامت اور رزالت کا نہ صرف احساس ہوسکے، بلکہ حق کے سامنے باطل سرنگوں ہوجائے اور دنیا میں حق کابول بالا ہوسکے فانوس شرم وحیا کاتحفظ ہوسکے، اورصداقت وامانت کا ماحول قائم ہوجائے!

میڈیا کے تین اہم فرائض ہیں۔تنقید ونگرانی، شفافیت وصداقت کے ساتھ خبر رسانی اور معاشرے میں افکار ونظریات کی جانچ اورپھراچھے افکارونظریات کا پھیلاؤاس لیے اخلاق و شائستگی کے حدود میں رہ کرآزادی قلم و کلام، میڈیا کا مسلمہ حق ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ اگرکوئی معاشرہ باشعور قلم وکلام سے محروم ہو جائے تو اس کے ساتھ ہی وہ متعدد امور صالح سے بھی محروم ہو جائے گا۔ بلا شبہ ایک آزاد میڈیا قوم وملت کی ترقی و بالیدگی کی علامت، بلکہ درحقیقت اکتساب علم کے ساتھ ساتھ ترقی کی بنیاد بھی ہے۔ یعنی جہاں ایک

طرف معاشرہ میں میڈیا وجود پاتا ہے وہیں میڈیا اس امر کا ذمہ دار ہے کہ وہ ایک صالح اور دیانت دار معاشرے کے نشو و نما میں معاون مددگار بنے۔ ایسا ہرگز نہ ہو کہ وہ زریں اصول، اعلیٰ قدریں اور بنیادی حقائق آزادی قلم و زبان اور خودمختار میڈیا کے نام پر پامال کرے۔ اچھی بات یہ ہے کہ آزادی کی بھی حفاظت ہو اور حقیقت کا صحیح ادارک بھی عمل میں آجائے۔ بالفاظ دیگر میڈیا آزاد بھی رہے اور ضرر رساں پہلوؤں سے پاک بھی رہے!

آج کل سیاسی اور ثقافتی امور میں سامراجی طاقتیں یہ حربہ اپناتی ہیں کہ مسلمانوں کو اغیار اور مغرب کے طرز فکر کے سامنے احساس کمتری میں مبتلا کریں۔ خواتین کے نام نہاد حقوق کا مسئلہ کھڑا کیا جا رہا ہے یا پھر حریت پسند تحریکوں کو خوفناک طریقوں صورت میں پیش کیا جا رہا ہے جس کا مقصد واحد اپنے فریق کو پسپائی پر مجبور کرنا ہوتا ہے۔ اس کے لیے اغیار اور مغربی حکومتیں بھاری ہنگامہ آرائی کرتی ہیں۔ اس کے لیے اول سے آخر تک میڈیا کو رول سونپا جا رہا ہے اور میڈیا حقائق کو اس طرح مسخ اور خلط ملط کر کے پیش کرتا ہے کہ عوام الناس کنفیوژ ہو جاتے ہیں۔ اس کنفیوژن کے پیدا کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عوام شرالامور کے ساتھ ساتھ خیر کے امور سے بھی نبرد آزما ہوں۔

حکومتوں کو چاہیے کہ حقوق نسواں اور دلیل کو تولنے والی نہیں بلکہ گننے والی رائج الوقت جمہوریت کے بارے میں اپنے غلط نقطہ نگاہ کی اصلاح کریں اور اسے عدل و انصاف کی کسوٹی پر پرکھیں۔ یہ ایک مبرہن حقیقت ہے کہ دنیا کے لگ بھگ تمام میڈیا گروپوں کا تعلق بڑے ٹرسٹوں اور سرمایہ داروں سے ہے۔ دنیا کے کسی بھی بڑے میڈیا نیٹ ورک کا نام بتائیے جو کسی سرمایہ دار کی ملکیت نہ ہو۔ مقامی سطحوں کے قلیل الاشاعت اور چھوٹے اخبارات کو چھوڑ کر کون سا میڈیا نیٹ ورک ہے جو متوسط اور غریب طبقے سے تعلق رکھتا ہو،

جس کے ذریعے انسان اس طبقے کی آزادی کا اندازہ کر سکے؟ اس لیے سرمایہ دار جب اخلاقی اور شائستگی کے حدود کو پھلانگ کر میڈیا کی نام نہاد آزادی کی آڑ میں سرگرم ہو جاتا ہے تو پھر جس کو چاہتا ہے آسمان پر پہنچا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اسفل السافلین میں دھنسا دیتا

ہے! رائے عامہ کو اپنی مرضی کے مطابق سمت اور رخ عطا کر دیتا ہے۔ حقیقت میں یہ تو کوئی آزادی نہیں ہوئی! میڈیا کا حقیقی سرمایہ عوام کا اعتماد ہوتا ہے جو اقدار اور لوگوں کے عقائد کے لحاظ، انکی عزت و شان کی حفاظت اور بیان میں صداقت کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر میڈیا عوام کا ذہن کھولنے کا فریضہ ادا کرے، قوم و ملت کے مفادات کو ملحوظ رکھے، قلم و زبان صداقت و سچائی اور عوام کے حقیقی مفاد کی خاطر استعمال کرے تو بلاشبہ یہ اس کی عزت اور اسکے وقار کے لیے موجب اضافہ بنے گا۔

میڈیا کا سب سے اہم پہلو قوم وملت کے اقدار و اہداف کی حمایت و وضاحت اور عوام کی آگاہی کی سطح کو بلند کرنے کے سلسلے میں ثقافتی کردار کا ادا کرنا ہے۔ موجودہ دور میں، خاص طور پر مارکسزم کی شکست کے بعد مغربی اور ہندو سامراج مسلمانوں پر اپنا سیاسی و الحادی تسلط قائم کرنے کے لیے ثقافتی حربوں کا استعمال کر رہا ہے۔ مغرب اور ہندو کی اس ثقافتی یلغار کا مختلف پہلوؤں سے مناسب جواب دینا اور اس کا سد باب کرنا مسلمانوں کے زیر اثر میڈیا جیسے ''پیس ٹی وی'' کئی نامی گرامی مجلّات اور بعض نظریاتی اخبارات ہیں کا اولین مشن ہونا چاہیے۔ میڈیا قوم وملت کے معاملات کے سلسلے میں ذمہ داری کے ساتھ کام کرے اور اسے شعوری یا غیر شعوری کسی بھی صورت میں دشمن اسلام کا آلہ کار یا زرخرید نہیں بننا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے طرز عمل سے دشمن کا کام آسان ہو جائے، اور وہ حسب منشا ہمارے معاشرے کی فکری و ثقافتی فضا کو مکدر کر دے اور ہمارے معاشرے کے اندر ہمارے ہی اخبارات اور ٹی وی چینلوں کے ذریعے اپنی گند اور اپنا زہر ہمارے معاشرے کے حلق سے نیچے اتارنے کی کوشش کرے! اگر اس کا یہ قبیح عمل ہمارے ہی زیر اثر میڈیا جیسا کہ بعض مسلمان ممالک کے گند پھیلانے والے چینل کے ذریعے عمداً اور واقفیت کے ساتھ انجام پائے تو یہ بہت بڑی خیانت اور غداری ہے اور اگر غفلت میں ہو جائے تو بہت بڑی غلطی ہے جس کا ازالہ بجز اسکے نہیں ہوسکتا کہ فوراً سے پیشتر اس غفلت سے باز آنا چاہیے اور یہی قوم وملت کے مفاد میں ہوگا۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ رائے عامہ ایک آزاد میدان ہے جہاں کوئی روک ٹوک

نہیں ہے جو دل میں آئے جس طرح بھی آئے میدان کو سر کیا جائے۔ واضح رہے کہ رائے عامہ ایسی کوئی تجربہ گاہ نہیں ہے کو جو جیسا اور جس طرح چاہیے اس پر تجربہ کرے۔ غلط تجزیوں، افواہوں اور تہمت و دروغ گوئی سے لوگوں کے جذبات، عقائد اور مقدسات کی توہین کی جاتی ہے اور پھر کہا جاتا ہے کہ یہ آزادی قلم و زبان ہے، تُف اس قسم کی آزادی پر!

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ میڈیا کا اثر براہِ راست انسان کے ذہن پر ہوتا ہے۔ اس کے ذریعہ بڑی آسانی سے کسی بھی فکر کو عام کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ خواہ عقائد وعبادات، اخلاق وعادات یا مظلوم اور کمزور طبقوں کی حریت وآزادی کا معاملہ ہو ہر معاملے میں میڈیا کا صحیح یا غلط استعمال اپنے مثبت یا منفی اثرات مرتب کرتا ہے ۔ یہ میڈیا مالکان پر منحصر ہے کہ معاشرے میں شر پھیلائیں یا خیر کی ترویج کریں۔ مظلوم کو ظلم وستم سے نجات دلائیں یا ظالم حکمران کے آہنی ہاتھوں کو مضبوط کریں؟ بلاشبہ شر پھیلانے والا میڈیا معاشرے کو اپنے دہکتے ہوئے انگاروں کی لپیٹ میں لیکر معاشرے سے خیر کے خاتمے کے لیے کمرکس کے برسر پیکار رہتا ہے! ایمان کش اور زہریلے پروگرام مرتب کر کے پیش کرنے والے میڈیا کے مقابلے میں ایمان افروز واقعات مرتب کر کے پیش کیے جاسکتے ہیں۔ خدا اور محسن انسانیتؐ کے احسانات کے ذکر وبیان سے میڈیا کی زہرنا کی کا توڑ کیا جاسکتا ہے۔ حیا سوزی کے مقابلہ میں عفت وعصمت کی حفاظت کے وہ نادر نمونے دنیا کے سامنے پیش کیے جاسکتے ہیں کہ دنیا دنگ رہ جائے اس طرح شر پھیلانے والے میڈیا طبقے کے مدمقابل ایک باحیا اور بااخلاق میڈیا نیٹ ورک کے قیام سے انسانی زندگی کو پرسکون بنانے کا کام ضرور کیا جاسکتا ہے۔

آج تیسری دنیا میں بسنے والے عوام ہر لحاظ سے تنگ، سرگرداں اور پریشان ہیں ان پریشانیوں کا حل یہ نہیں ہے کہ حقائق سے آنکھیں موند لی جائیں۔ آنکھیں موند لینے سے حقیقت چھپ نہیں جاتی۔ البتہ اس طرز عمل سے انسان کا ضمیر اور احساس ضرور ختم ہوجاتا ہے۔ اس

لیے ان حقائق سے نظریں ملانے کی کوشش ہونی چاہیے۔ ان کو دیکھنے سمجھنے اور ان سے مقابلہ کے لیے تیاری ہونی چاہیے۔ یہ مقابلہ آرائی میڈیا بمقابلہ میڈیا کی بنیاد پر ہونا چاہیے۔ حکمرانوں کی ظالمانہ روش، فرسودہ اور گھسے پٹے نظام کے بدلے منصفانہ اور عادلانہ آفاقی نظام حکومت کے قیام کی ضرورت ،محکوموں ،مظلوموں اور عاجز قوموں کے بنیادی اور حقیقی مسئلہ حریت اور اس کے ساتھ ساتھ تعلیم ،صحت اور روزگار کے مسائل کو میڈیا کی کما حقہ کوریج ملے تو انقلاب لایا جاسکتا ہے۔ اغیار کی فکری اور تہذیبی یلغار کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلمان اپنے زیر اثر ذرائع ابلاغ کو متحرک اور فعال بنا کر فکری وتہذیبی یلغار کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ایک طرف جہاں الیکٹرانک میڈیا کا شور وغوغا ،رعب وخوف اور اس کے چکا چوند نے ہماری غیرت کے بچے کھچے گھروندوں کو بھی ملیا میٹ کر دینے والے حیا باختہ اور اخلاق سوز پروگراموں کی بھر مار ہے، تو دوسری طرف پرنٹ میڈیا میں ایسے ننگے عریان اور ہیجان خیز اشتہارات شائع ہوتے ہیں کہ شرم آتی ہے! الیکٹرانک میڈیا میں عموماً کام کرنے والے کام کرتے وقت سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ انھیں اپنے پروگرام کی کامیابی اور اپنے مشن کی بہبودی کے لیے جو بھی کرنا پڑے، وہ کر گزرتے ہیں! چاہے اس کی زد ایمان پر پڑے یا خود ان کے ضمیر پر! خواہ اس سے معاشرہ برائی کی دلدل میں پھنس جائے یا نئی نسل برباد ہو جائے! انھیں اس سے کوئی مطلب نہیں۔ انھیں تو بس خود چمکنے، اپنے میڈیا کو چمکانے اور دنیا کمانے کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ کسی کے کام بگڑنے سے ان کو کیا مطلب! آج کل میڈیا پر جو پروگرام پیش کیے جاتے ہیں، وہ عموماً ان لوگوں کے تیار کردہ ہوتے ہیں جنھیں شرم وحیا اور اخلاقیات سے کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بجائے فائدہ کے اس سے نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ المیہ یہ ہے کہ بعض مسلمان ممالک میں فلموں اور بے ہودہ ڈراموں میں ننگا ناچ کرنے والی عورتیں دینی پروگرام پیش کرتی ہیں۔ یا اگر مردوں کا اس معاملے میں انتخاب کیا جاتا ہے تو چن چن کر حیا باختہ اوباش قسم کے نام نہاد مذہبی اسکالروں کو سکرین سپرد کی جاتی ہے جو یقیناً کافی ضرر رساں ہے۔ اس رجحان سے ایسا لگ رہا ہے کہ میڈیا نے تو شرم وحیا کو دنیا سے نیست ونابود کرنے کا عزم مصمم

کر رکھا ہے۔ جب انسان میں حیا ہی باقی نہ بچے، تو اس سے کس خیر کی امید کی جاسکتی ہے!

لوح وقلم کا تعلق تو صدیوں سے قائم ہے۔ انسان اور الفاظ کا رشتہ زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے یہ رشتہ کبھی ختم ہوسکتا ہے اور نہ ہی انسان کا لکھے ہوئے الفاظ کے ساتھ کبھی ناطہ توڑا جا سکتا ہے۔عوام کو خیر وشر سے باخبر کرنا، معاشرے میں ہورہے امور کے منفی اور مثبت پہلوؤں کواجاگر کرنا، ریاستی اور غیرملکی حالات وواقعات سے جانکاری فراہم کرنا، انسان کی صلاح وفلاح اوراسکا مفادکن امور سے وابستہ ہے اسے بتلانا، اس کے خلاف ہورہی سازشوں کوطشت ازبام کرنا، جن مسائل سے وہ دوچار ہے انکی نشاندہی کرنااوراس نوعیت کے دیگرامورشائع کرنے اوران کو عام کرنے کو ہم پرنٹ میڈیا کا نام دیتے ہیں۔یہ بات بڑی حیران کن ہے کہ الیکٹرانک میڈیا کا طوفان اُمڈ آیا، اوراس کا چونچال پن ہرسودکھائی دے رہاہے۔اس کے باوجود ماضی کی طرح آج بھی پرنٹ میڈیا پر آنکھیں بند کر کے بھروسہ کیا جاتا ہے، کیونکہ ایک واقعہ کے وقوع پذیر ہونے سے لے کر اس کی پوری تفصیل تک کا کام پرنٹ میڈیا میں بخوبی طور پر سرانجام دیا جاتا ہے۔اس لیے پرنٹ میڈیا سے وابستگان پر ہرلحاظ سے بالخصوص اخلاقی اعتبار سے بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ پرنٹ میڈیا الیکٹرانک میڈیا کا ایک کمزورحریف ہے، اور یہ اپنی مقبولیت کھو رہا ہے اور آنے والے وقتوں میں اس کا نام ونشان ختم ہو جائے گا،لیکن ہمیں یہ بات اپنے پلے باندھ لینی چاہیے کہ پرنٹ میڈیا ایک کمزور روایت نہیں ہے یہ برگد کی مانندوہ درخت ہے جس کی جڑیں زمین کے اندرنہایت گہرائی تک پیوستہ ہیں اور اسے اکھیڑنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ہمارے ہاں بہت سی چیزوں کا تصور اس لیے قائم ہے کہ وہ قدیم ہیں،لیکن یادرکھیں کہ قدیم چیزیں ہی عظیم ہوتی ہیں،اورعظیم چیزیں کبھی فنا نہیں ہوسکتیں! پرنٹ میڈیا ایک قدیم روایت ہے جسے کبھی بدلانہیں جاسکتااس لیے ہمیں پرنٹ میڈیا کے مثبت پہلوؤں کوکبھی بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے، اورجو لوگ اس روایت کا حصہ ہیں ہمیں ان کی عزت اوران کا ہمیشہ احترام کرنا چاہیے۔ پرنٹ میڈیا

ہمیشہ دلیل، حقائق، ثبوت کی بنا پر کام کرتا ہے۔ پرنٹ میڈیا سے وابستگان ادیب،اہل فکراور اہل دانش ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی بات کو اپنے خاص انداز میں لوگوں تک پہنچاتے ہیں، تا کہ لوگ خیروشر سے بھی باخبر ہو جائیں اور انھیں کوئی بات بری بھی نہ لگ جائے۔ ہمارے پاس جو بھی چیز تحریر کی صورت میں موجود ہوتی ہے اس کی قدر و قیمت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اس میں غلطیوں کے مواقع بہت کم ہوتے ہیں۔

کہتے ہیں کی سمندر کی گہرائی کا اندازہ اس وقت تک نہیں لگایا جا سکتا جب تک اس میں خود غوطہ زن نہ ہوا جائے۔ الفاظ بھی سمندر کی مانند ہیں جن کی اصل گہرائی کو پڑھنے اور سمجھنے والے ہی لگا سکتے ہیں۔ ہم ٹی وی دیکھتے ہیں،خبریں سنتے ہیں،لیکن لکھے ہوئے الفاظ کی عظمت ہی کچھ اور ہوتی ہے! دنیا میں الیکٹرانک میڈیا جتنی بھی ترقی کرے ارتقاء کا عمل ایسے ہی چلتا رہے گالیکن اس کیساتھ ساتھ پرنٹ میڈیا بھی ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ پہلے کاتبین کے ہاتھوں لکھاہو اخبار لیتھو پریس پر پرنٹ ہوکرشائع ہوا کرتا تھا۔اس کے بعد کاتبین کا ہی لکھاہوا یہ اخبار آفسٹ اورمرر پریس پر پرنٹ ہوکرشائع ہونے لگا،لیکن اب کمپیوٹر سے کمپوز ہوکر بغیر کسی طوالت کے یہ جدید قسم کے پریس پر پرنٹ ہوکر شائع ہوتا ہے۔ پہلے ریاستوں کے صدر مقامات سے یہ دستیاب ہوتا تھا آج یہ علی الصبح ہر گھر کے در پر یہ دستک دے رہا ہوتا ہے۔اس پر مستزاد یہ کہ موبائل فون کی آمد کے ساتھ ہی اخبار ہر ایک کی جیب میں پڑا ہوتا ہے۔ہم پر منحصر ہے کہ کب اور کس وقت اسے پڑھ لیں۔اخبار نے ترقی کے یہ منازل طے کر کے گویا بانگ دہل یہ اعلان کر دیا کہ پرنٹ میڈیا کو کبھی زوال نہیں آ سکتا۔ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا یعنی اخبار اور ٹی وی ایک دوسرے کے دشمن نہیں ، بلکہ ایک دوسرے کے دوست ہیں!

یہی وجہ ہے کہ دنیا کا تقریباً ہر الیکٹرانک میڈیا نیٹ ورک پرنٹ میڈیا پر بھی اپنی توجہ بدستور مرکوز کیے ہوئے ہے، اور اپنے ٹی وی چینل کے ساتھ ساتھ اسکا اخبار بھی شائع ہوتا ہے۔

ریاست جموں وکشمیر میں بھی اس پر کام ہو رہا ہے اور ریاست کے سب سے بڑے میڈیا نیٹ ورک ''جی کے کیمونی کیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ'' گریٹر کشمیر اور کشمیر عظمیٰ نے باضابطہ اس کا آغاز بھی کردیا ہے ۔ اس لیے بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا دونوں مل کر عوام کو اپنے اپنے طریقے سے خبریں پہنچا رہے ہیں اور انکے مسائل کو اجاگر کررہے ہیں ۔ یہ دونوں ایک ہی منزل کے راہی ہیں، اور ان کا کام اور مقصد بھی ایک ہے ۔ ہاں ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ ان کا طریقہ کار جداگانہ ہے ۔ لوگوں کو ایک خبر کا زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑتا،لیکن انتظار کے بعد ہم تک جو خبر پہنچتی ہے وہ اتنی ہی قابل یقین بھی ہوتی ہے۔حقیقت میں توالیکٹرانک میڈیا کی پیدائش پرنٹ میڈیا سے ہی ہوئی ہے، اوراب دونوں ایک دوسرے کے کام کو آگے بڑھا رہے ہیں ۔ بلاشبہ الیکٹرانک میڈیا کی ترقی پرنٹ میڈیا کی بدولت ہی ہے۔الیکٹرانک میڈیا میں جو کچھ بولا جاتا ہے بنیادی طور پر وہ بھی ایک تحریر ہی ہوتی ہے جسے کوئی بھی اینکر بولتا یا پڑھتا ہے۔الیکٹرانک میڈیا جیسے جیسے ترقی کی منازل طے کر رہا ہے لوگ فوری طور پر معلومات کے لیے اس سے رجوع کرتے ہیں، لیکن پرنٹ میڈیا اپنا ایک خاص مقام ،اپنی ایک خاص اہمیت وشناخت رکھتا ہے، اور لوگوں میں پہلے سے زیادہ بے حد مقبول ہے اور رہتی دنیا تک اس کی مقبولیت برقرار رہے گی۔اگر ہم لوگ چاہتے ہیں کہ یہ دنیا ہمیں یاد رکھے تو پھر کچھ ایسا لکھ جائیں کہ رہتی دنیا تک لوگ آپ کو پڑھیں ،آپ کی مثالیں دیں اور آپ کو یاد رکھیں، پرنٹ میڈیا اس میں آپ کا ممد ومددگار ثابت ہوتا ہے۔ اخبارات و جرائد اشرافیہ کا مشغلہ اور کوئی آرائشی اورنمائشی شئے نہیں ہے۔ بنابریں اس میں اضافہ، اس میں تنوع، ان کا معیاری ہونا کسی بھی ملک کے نظام کے بنیادی امور میں شامل ہے! کیونکہ معاشرے اور اچھی زندگی گزارنے کے خواہاں ہر سماج کے لیے اخبارات و جرائد لابدی، ضروری و لازمی شئے ہے۔الیکٹرانک میڈیا پر پیش کی جانے والے پروگراموں میں عموماً اختلاطِ مرد وزن کوفروغ دیا جا تا ہے۔غلیظ ادائیں، بوس وکنار، بغل گیر ہونا معمول کی بات ہوتی ہے جس سے کم سنی ہی سے بچوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھائی جاتی ہے کہ اس بوس و کنار یا معانقہ میں کوئی بری بات نہیں! اور یہ حرکتیں نئی نسل کے ذہن کو تباہ اور سماج کو برباد

کر کے رکھ دیتی ہیں ۔ بنی بنائی اسکیم اور منصوبہ بند طریقہ کے تحت یہ سب کچھ کیا جاتا ہے، تا کہ معاشرہ اباجیت کی آماجگاہ بن جائے۔ اس لیے حسبِ استطاعت مسلمانوں کے لیے اس کی اصلاح اور اس کا نعم البدل پیش کرنا ضروری ہے۔لیکن افسوس ایسا نہیں ہو رہا ہے، بلکہ مسلمانوں کے میڈیا چینل اغیار سے چند قدم آگے بڑھ کر بے حیائی اور بے شرمی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔مسلم ممالک میں جہاں مسلمانوں کی حکومت قائم ہے،وہاں واجب ہے کہ حکومتی سطح پر میڈیا کا صحیح استعمال کیا جائے، اور غلط دروازوں کو بند کیا جائے اور اسلام کی نشر واشاعت میں میڈیا کا پورا پورا استعمال کیا جائے۔اس سے ملک وملت اور قوم ومعاشرہ میں خیر کی راہیں کھلیں گی اور صالح ماحول پیدا ہوگا۔

ایک ایسے وقت میں جبکہ عالمی سطح پر سیاسی ،سفارتی ،علمی ،تجارتی،معاشرتی ،اور دوسری نوعیت کے تعلقات کے باہمی ربط وارتباط کے حوالے سے ذرائع ابلاغ کواولیت حاصل ہے میڈیا کو چاہے کہ ظالم کا ہتھیار بننے کے بجائے مظلوم ومحکوم قوموں کا ترجمان بنکر انکے ساتھ کھڑا ہوجائے اگر جاندار اور مضبوط میڈیا مظلوم قوموں کا ہمراہ رہے اور ان کی آہوں

اور سسکیوں کو چار دانگ عالم پہنچائے تو یقیناً کرہ ارض پر انسانیت کی دھجیاں بکھیر دینے والے سفاک ہاتھوں کو روکا جا سکتا ہے! کیا اس مفاداتی دنیا میں میڈیا یہ کارخیر انجام دے سکتا ہے!

⊙......⊙......⊙

بنگلور سے جموں تک شرمناک گستاخانہ مہم

13 اگست سے 15 اگست 2020 تک دو،دنوں کے دوران تواتر کے ساتھ بنگلور سے جموں تک سنگھ پریوار نے اپنے سیاہ چہروں پرغلاظت مل کر سید الانبیاء والمرسلین خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں توہین کی نا پاک اور شرمناک مہم جوئی کی جسارت کی۔ یہ دراصل بھارت میں ہندوتوا کے نظریئے کی اسلام دشمنی اور مسلمانوں کے خلاف اسکی طویل المیعاد منصوبہ بندی کا حصہ ہے۔ بھارت کا ہندوتوا یہ سمجھتا ہے کہ جب تک مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے عقیدت اور محبت کا اعلیٰ معیار برقرار رکھے ہوئے ہیں تو ان کے اندر سے اسلامی غیرت ودینی حمیت کھرچی نہیں جا سکتی ہے اور جب تک مسلم سماج میں اپنے مرکز سے وابستگی کا جذبہ برقرار ہے مسلم سماج کو مذہبی اعتبار سے زیر نگیں نہیں بنایا جا سکتا۔ کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے محبت ہی ہے کہ جس پر مسلمانوں کے ایمان کی زمین سے عرش تک بلندو بالا روشن عمارت کھڑا ہے اوراسی سے ایک مسلمان اسلام کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ جس دن یہ تعلق کمزور ہو گیا تو پھر مسلمانوں کو زیر کرنے میں ذرا بھر بھی دیر باقی نہیں رہے گی۔ پھر نہ صرف یہ کہ ان کے تہذیبی،نظریاتی،فکری اور ثقافتی ڈھانچے کو زمین بوس ہونے سے کوئی نہیں روک سکے گا بلکہ انھیں ''ہندوتوا کے نظریئے'' کے تحت ہندومعاشرے کا حصہ بنانا بھی آسان رہے گا۔اس مقصد کے لیے ہندوتوا کے ناپاک نظریئے اورغلیظ ذہنیت کے حامل ہندو ہندوستان کے مسلمانوں کے گرد سرخ لکیر کھینچ چکے ہیں اورگھر واپسی جیسے زہر گداز مطالبات دہرا کران کا کافیہ حیات مکمل طور پر تنگ کر چکے ہیں۔ سنگھ

پریوار کی جانب سے اسلامیان بھارت اور ملت اسلامیہ کشمیر کی روح کو مجروح کرنے اور انھیں پیچ وتاب دلانے کے لیے ہی بنگلور سے جموں تک یہ دل آزار مہم چلائی گئی۔ البتہ ان گھٹیا اور بدطینت ہندوغنڈوں کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو آسمان کی طرف تھوکے اس کا تھوک خود اس کے ہی چہرے پہ آ گرتا ہے۔ اس کا انجام بالآخران افراد واقوام کی بگاڑ پہ ہی منتج ہوگا جیسے کہ پچھلی اقوام کی شکلیں خنزیر اور بندروں جیسی بنا دی گئی تھیں۔ انسانی تاریخ کے اوراق ابھی تک بڑے روشن ہیں اور اب بھی ایسا ہی ہو رہا ہے اور یونہی رہے گا ، فطرت بڑی خاموشی سے اور حیرتناک طور پر اپنا کام کیے جا رہی ہے۔ جو پردہ غفلت میں رہنا چاہتے ہیں ان کو اس کی خبر ہی نہیں ہوتی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین فکر ونظر کی کشمکش صدیوں سے جاری ہے اور جاری رہے گی۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ پلید ہندو ایک غلیظ مہم چھیڑ کر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کر کے مسلمانوں سے انتقام لینے پر اتر آئیں۔ اسے قبل بھی کئی مرتبہ بھارت میں کئی ایسے دلدوز واقعات پیش آئے جس کے ذریعے عید گاہوں میں عین عید کی نماز کے دوران خنزیر چھوڑے گئے اور مساجد میں بھی ایسی ہی ناپاک جسارت کی گئی ،قرآن پاک کی بے حرمتی اور شعائر اسلام کی توہین کی گئی۔ مسلمانوں کی طرف سے جس پر پرزور صدائے احتجاج بلند ہوتا رہا۔ جس سے سنگھ پریوار کو یہ پتا چل گیا کہ بھارتی مسلمانوں کی نبض چل رہی ہے اور وہ کسی بھی طرح کی دل آزار مہم کو ہرگز قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ۔ مسلمانوں کی غیرت اسلامی اور دینی حمیت کو یہ دیکھ کر بھارت میں ہندوغنڈے اپنا سر پیٹ رہے ہیں۔

سنگھ پریوار اور ہندوتوا کی اسلام دشمنی عصر حاضر کی ان کی گندی سیاست کا ایک (Open Secret) ہے اور یہ انکی ظالمانہ اور سفاکانہ کردار وعمل کا مظہر ہے کہ بھارت کے طول وعرض میں بھارتی مسلمانوں جو کہ ہندوستان کے ہی ابنائے وطن ہیں پر اس قدر زمین تنگ کر دی گئی ہے کہ بے چارے سسک سسک کر جان دے رہے ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ بھارت سمیت

دنیائے کفر کے ہر گوشے سے مظلومیت کا قرعہ فال بھارتی مسلمانوں کے نام نکلا ہوا ہے اسی وجہ سے ان کی مظلومیت کی کہانی یکساں ہے ۔ان پر ڈھائے جانے والے مظالم کا انداز بھی ایک ہی طرح کا ہے ۔مظلومیت اور ستم رسیدگی کی وجہ سے اگر چہ بکھرے ہوئے ہیں لیکن ظالم اغیار ہر جگہ اکٹھے اور ایک ہو کر کھڑے نظر آ رہے ہیں اور ان کے ہاتھ میں ظلم ڈھانے والا کوڑا ایک ہی طرز کا ہے۔

ظلم وجبر ڈھانے کے باوجود جب ان ظالموں کا سینہ ٹھنڈا نہیں ہو رہا تو وہ توہین رسالت پر اتر آتے ہیں تا کہ مسلمانوں کے جسموں کے ساتھ ساتھ ان کی روح کو بھی مجروح کیا جائے اور یہ مرغ بسمل کی طرح پھڑکتے ہی چلے جائیں۔ ہندوستان کے کفرستان کا مہیب طوفان بھارتی مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لیے جا رہا ہے اور یہ طوفان بڑی تیزی کے ساتھ مقبوضہ جموں وکشمیر کا رخ کر رہا ہے جس پر جموں کے ضلع ریاسی کے ہندوغنڈوں کی طرف سے توہین رسالت کی دل آزار مہم گواہ ہے ۔ہمیں غور کرنا چاہیے کہ بھارت کی ہندوتہذیبی جارحیت اور تصادم کا ذہنی معیار جب اتنا بلند اور تصادم آرائی کرنے والوں کی ذہنی سطح جب اس قدر زہر بھری ہے تو پھر اس خطے کے مسلمانوں کو ایک اور طویل المیعاد محاذ آرائی کے لیے تیار رہنا ہو گا۔ پھر یہ ایک ایسی بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلے ہیں جو بھڑکتے ہی چلے جائیں گے۔

اگر چہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک مومن کی سرشت میں بزدلی نہیں اس کی خمیر حمیت اسلامی سے خالی نہیں اس کے ضمیر کی چنگاریاں دبی نہیں اور وہ شکست وریخت کو کسی بھی حال میں قبول نہیں کرتا ۔لیکن یہ بات ضرور ماننی پڑے گی کہ شیروں کی قیادت گیدڑوں کے ہاتھوں میں ہے یہی وجہ ہے کہ بنگلور سے جموں تک مسلمانوں کے خلاف ایک دل آزار مہم جاری ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر مسلمان اور مومن کا ایک ایسا لازوال تعلق ہے جو کسی حکومت یا دوسرے کی رائے کا پابند نہیں۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کہ کسی بھی بچے کا اپنے والدین کے ساتھ ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے کہیں زیادہ وہ جان ہی کس کام کی جو حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہ قربان ہونے کو ہمہ وقت تیار نہ رہے اور یہ بھی

صحیح کہ لہو جو آنکھ سے ٹپکے نہیں وہ پھر کیا ہے مسلمانوں کی قیادت کی جاہلانہ و مجرمانہ غفلت اور منافقانہ و ظالمانہ بے حسی اور بے عملی کے نتائج اپنی جگہ لیکن حوصلہ افزاء یہ بات ہے کہ ہمیں اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر کٹ مرنا ہر صاحب ایمان کی تمنا، خواہش اور آرزو ہے۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ حق و باطل، کفر و اسلام کی کشمکش روز اول سے جاری ہے۔ لیکن گزشتہ چند برسوں سے بھارت میں اس حوالے سے مزید شدت آ گئی ہے اور کافرانہ قوتوں کی طرف سے بھارتی مسلمانوں کو مسلسل نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ انھیں سیاسی اور اقتصادی طور پر کمزور کیا گیا ساتھ ساتھ مسلمانوں کے منبع و مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین کی جاتی رہی۔ بھارت کا سنگھ پریوار سمجھ بیٹھا ہے کہ ایسے مسلمان جو بھارت میں جس قدر وسیع ہوں جن کی آبادی 22 کروڑ سے بھی زیادہ کیوں نہ ہو لیکن وہ جری اور بے باک قیادت سے عاری ہوں بھیڑوں کا گلہ اور سروں کی قطار کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ جو ماضی سے ہندوؤں کے ہاتھوں پٹتے چلے آ رہے ہیں اور مستقبل میں بھی ان کے ساتھ یہی کچھ ہو گا بلکہ اسے بھی برے حالات سے انھیں دوچار ہونا ہو گا اور وہ بھارت میں ہمیشہ بے بسی اور بے کسی کی عملی تصویر بنے رہیں گے۔ سنگھ پریوار نے ایک ناپاک منصوبہ تیار کیا ہوا ہے جس کے تحت وہ تہذیبی یلغار کی انتہاؤں تک بھارت کے مسلمانوں کا پیچھا کرنا چاہتا ہے۔ اسی شرمناک منصوبے کا یہ حصہ ہے کہ وہ اپنے چہرے پر گندا چھالتے ہوئے ایسی زہر افشانی کر رہا ہے جو مسلمانوں کے لیے نا قابلِ برداشت ہے۔ اسے اس طرح بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ بھارتی مسلمانوں کو جان بوجھ کر مشتعل کیا جا رہا ہے تا کہ ان کے خلاف بنائے گئے ناپاک منصوبوں کی تکمیل آسانی کے ساتھ ممکن ہو سکے۔ سنگھ پریوار نے اپنے تمام شر و فساد کے ساتھ 1947 کی طرح ایک بار پھر جموں و کشمیر کا رخ کر لیا اور جموں میں توہین رسالت کی شرمناک مہم چھیڑی۔

پوری دنیا میں ہم نے دیکھا ہے کہ اسلامی عقیدے اور اس سے پھوٹنے والے صالح افکار کے نتیجے میں ہوش مند مسلمانوں کے تلملا اٹھنے پر انہیں بے صبر لوگ قرار دیا جا رہا ہے اور ستم

ظریفی یہ ہے اسے شہہ پا کر بھارت کے اہل اسلام کو کفرستان کے صنم کدوں کے سامنے گردن جھکانے پر مجبور کرنے والی سفاک ہندو تنظیمیں جو بھارت میں کئی ناموں سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کام کر رہی ہیں بھارتی مسلمانوں کو ذلت آمیز زندگی گزارنے پر مجبور کر رہی ہیں اور اسی میں وہ اپنے ناپاک مقاصد کی کامیابی دیکھ رہی ہیں۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ بھارت کی مسلمان تنظیموں نے کبھی بھی سنگھ پریوار کی ہرزہ سرائی پر اس طرح توجہ نہیں کی جس طرح اس پر توجہ اور غور وفکر ہونی چاہیے تھی۔ بھارت کی مسلم تنظیموں نے سنگھ پریوار کے عزائم اور ان کے اغراض ومقاصد کو نہیں سمجھا ان کی نیت کا فتور اور در پردہ مقاصد کو نہیں بھانپا ان کی کھوٹ اور عصبیت کو اس طرح نہیں پرکھا یہ خوفناک معاملہ جس کا متقاضی تھا۔ جس وجہ سے صورتحال نے ایسا رخ اختیار کیا کہ بھارت میں کوئی مسجد حتیٰ کہ قرآن ،رسول اور شعائراللہ سنگھ پریوار کے شر سے محفوظ نہیں۔

گزشتہ 30 برسوں سے بالخصوص اسلامیان مقبوضہ کشمیر جرم بے جرمی میں مارے جا رہے ہیں، شہید کیے جا رہے ہیں بھارت کی مسلم تنظیموں کی طرف سے کبھی اس پر احتجاج کیا اور نہ ہی اسکے خلاف دو بول بولے۔ پھر سرکار کی سرپرستی میں جب سنگھ پریوار کی طرف سے اسلامیان ہندوستان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی تو افسوس یہ ہے کہ بھارت کی مسلم تنظیموں نے اس طرف بھی پوری طرح التفات نہ کیا بلکہ بعض تنظیمیں اس طوفان بدتمیزی میں سنگھ پریوار کے ساتھ کھڑی رہیں۔ وہ سنگھ پریوار کے استحصالی اور اس کے جھگڑالو رویّے پر مسلمانوں کو ہی مورد الزام ٹھراتی رہیں۔ بھارت کی مختلف ٹی وی چینلوں پر انھوں نے مسلمانوں کے خلاف سخت ترین کارروائی کرنے کے لیے بھارت سرکار سے درخواست کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سنگھ پریوار کے خونخوار بھیڑیے نے سرکاری پشت پناہی اور حکومتی سرپرستی اور اسکی مکمل آشیرباد سے بھارتی مسلمانوں کا عرصہ حیات مزید تنگ کرنے کے لیے ماحول بنایا اور اس کے لیے راہ ہموار کی۔ اس کے خونی جبڑوں سے نہ اللہ اللہ کرنیوالا کوئی مسلمان بچا ہوا ہے اور نہ ہی وہ کنجر قسم کے وہ بھارتی فلم ساز جو خود کو اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ جوڑتے ہیں۔ دراصل اس نے ایک

جنگ چھیڑ رکھی ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہے۔ سرکاری سرپرستی میں یہ مائنڈ سیٹ مسلمانان بھارت کے خلاف دھنگے اور مسلم کش فسادات کا کھلے عام ارتکاب کر رہا ہے۔

اس یک طرفہ جنگ کو مذید آنچ دیتے ہوئے مودی کا زرخرید میڈیا بھارتی مسلمانوں کو دہشت گردی اور انتہا پسند کہہ کر ان کے خلاف انتہائی زہریلے اور مسموم پروپیگنڈے میں ہمہ تن مصروف ہے اور یہ مہیب سلسلہ لگا تار جاری ہے۔ بھارتی میڈیا کی طرف سے پورے بھارت کو یہ باور کرانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ اسلام دہشت گردی اور انتہا پسندی کی تعلیم دینے والا مذہب اور مسلمان دہشت گرد اور انتہا پسند ہیں اس لیے بھارت میں امن و امان کو یقینی بنانے کے لیے اسلامی تعلیمات میں تحریف کر کے اسکی جگہ ''صوفی ازم'' کو لا کھڑا کرنا اور دہشت گرد اور انتہا پسند مسلمانوں کا خاتمہ ضروری ہے۔ آج کے بھارتی حکام ''مودی اینڈ کمپنی'' اپنے عوام کو بیوقوف بناتے ہوئے مسلسل اس بات کا پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ مسلمان دہشت گرد ہیں اور ان سے نمٹ لینے کے اقدامات بھارت کے عوام ''ہندوؤں'' کے تحفظ کے لیے ضروری ہیں۔

لیکن کہانی کچھ اور ہے اور وہ یہ ہے کہ سنگھ پریوار سمجھ بیٹھا ہے کہ خطے کا مسلمان اپنی تمام کمزوریوں اور شکست و ریخت کے باوجود اخطے کے لیے خطرہ ہے کیونکہ اسکی دینی تعلیمات میں اسے سکھایا گیا ہے کہ تم نے ہار نہیں ماننی بالآخر تم ہی کامیاب ہوا گر اللہ پر تمہارا کامل ایمان ہے۔ اسے بنیاد بناتے ہوئے سنگھ پریوار طوفان کی طرح بھارتی مسلمانوں پر چڑھے چلے آ رہے ہیں۔ سنگھ پریوار کے فلسفے کے پیروکار مودی سرکار اسلام اور مسلم دشمنی کو باضابطہ طور پر اپنی ناپاک اور پلید سیاست کا حصہ بن چکا ہے اور وہ بھارتی انتخابات میں ہندوؤں کی غالب اکثریت سے ووٹ بٹورنے اور زیادہ سے زیادہ سیٹیں جیتنے کے لیے سنگھ پریوار کے ذریعے مسلمانوں کے دلوں پر آرے چلا کر مسلمانوں کے مرجع و منبع رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ہرزہ سرائی ضروری تصور کی جاتی ہے۔ افسوسناک اور کربناک صورتحال پیدا ہو رہی ہے کہ ہندو تنظیمیں اور ان سے وابستگان ایک سے بڑھ کر ایک مسلمانوں کے مرجع و

منبع کی شان اقدس کے خلاف زبان درازی کررہے ہیں 13اگست سے 15اگست 2020 میں بنگلور سے جموں تک کی شرمناک مہم اسی خباثت کا حصہ ہے۔

لیکن اس دوران ہم نے دیکھا کہ مملکت پاکستان کے بغیر بھارت میں ہورہی توہین رسالت پرکوئی مسلمان ملک نہیں بولا۔ پاکستان نے بھارت کوسفارتی سطح پر پیغام پہنچایا کہ وہ مسلمانوں کی دل آزاری سے باز آجائے یہ کوئی بھارت کا اندرونی معاملہ نہیں کہ ہم خاموش رہیں یہ مسلمانان عالم کی غیرت اسلامی کوللکارنے کی مذموم کوشش ہے۔مگر کیا کریں عرب بد معاش حکمران اپنی گردنیں طاغوت کے سامنے جھکائے ہوئے تسلیم ورضا کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ان کے اس رویئے نے اسلام اور مسلمانوں کو عالم کفر کے سامنے بےتوقیر کردیا کاش ان بدمعاشوں میں غیرت ہوتی تو کبھی بھی بھارت کے یہ خنازیر سید الاولین والآخرین خاتم النّبیین محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ہرزہ سرائی کی جسارت نہ کرتے۔

عالم عرب کے عیاش حکمرانوں کی کیفیت اور عالمی سطح پر مسلمانوں کا بکھراؤ سے اغیار ہرزہ سرائی پرحوصلہ پارہاہے دنیا بھر کے مسلمان مجتمع نہ ہوئے تو اغیار ہرزہ سرائی سے باز نہیں آئیں گے۔عالمی سطح پر جب تک نہ یہ اعلان ہو کہ خبردار! توہین رسالت ہرگز برداشت نہیں اورکوئی پلید کافر اپنی گندی زبان استعمال کرکے مسلمانوں کی دینی حمیت اور اسلامی غیرت کوللکارے یہ ہرگز قبول نہیں۔مسلمانوں کے شایان شان یہ نہیں کہ وہ کسی بھی طرح کی ہرزہ سرائی پرخاموش رہیں۔مسلمانوں کو اپنی تقدیر اور حالت بدلنے کا جونسخہ دین نے فراہم کیا ہے وہ اس پرعمل کریں نیشنل ازم، برادری ازم، وڈیرہ ازم جیسے بتوں کوتوڑ کر وہ با صلاحیت دیانت دار اور دنیاوی اور دینی علوم سے بہرہ مند صاحبان بصیرت کو اپنا اعتماد دیں ان سے قربت بڑھائیں انھیں امارت سونپیں امت مسلمہ کو ایک ایسی صالح قیادت عطا ہوتو وہی امت مسلمہ کوموجودہ زبوں حالی سے نجات دلائے گی۔

واضح رہے کہ 13اگست 2020 جمعرات کو بھارتی ریاست کرناٹک کے شہر بنگلورو میں

ایک ہندو رکن اسمبلی اکھنڈا سرینواسا مورتھی کے قریبی ساتھی اوراس کے رشتہ دار نے سیدالانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرتے ہوئے ایک توہین آمیز پوسٹ فیس بک پر شائع کی۔ سوشل میڈیا پر یہ دل آزار گستاخانہ پوسٹ وائرل ہونے کے بعد مقامی مسلمانوں نے ملزم کے خلاف مقدمہ درج کرانے کے لیے علاقے کے پولیس تھانے میں درخواست دی جس میں لکھا گیا کہ رکن اسمبلی نے توہین رسالت کا ارتکاب کرتے ہوئے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے،اسے فوری طور پر گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جائے۔ تاہم پولیس نے اس درخواست پر کوئی نوٹس نہیں لیا۔ ہندو پولیس کے اس مسلم دشمنانہ رویے پر مسلمانوں نے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ پولیس نے مسلمانوں اور اسلام کے خلاف نفرت انگیز جرم کو روکنے کے بجائے طاقت کا بدترین استعمال کرتے ہوئے مظاہرین پر براہ راست فائرنگ کر دی جس تین مسلم نوجوان شہید جبکہ سیکڑوں زخمی ہو گئے۔اس کے محض دو یوم بعد جموں کے ضلع ریاسی میں بھارت رکشا منچ نامی تنظیم کے جنرل سکریٹری خنزیر ستپال شرما ولد پریم ناتھ شرما ساکن میاں باغ ادھم پور اور اسکے دو ساتھی خنازیر دیپک اور روہت شرما کی طرف سے 15 اگست 2020 ہفتے کو بمقام امپھلا میڈیا سے بات کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں میں گستاخی کا ارتکاب کر کے اپنے خنزیر نما چہروں پر دنیا بھر کی غلاظت مل دی۔ بعد میں یہ شرمناک ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل ہوئی۔ جمعہ 21 اگست 2020 کو وادی کشمیر اور جموں کے مسلم اکثریتی علاقے ابل پڑے اور اسلامیان جموں وکشمیر نے اس طوفان بدتمیزی کے خلاف احتجاج کر کے ان خنازیر کو پھانسی پر لٹکانے کا پرزور مطالبہ کیا۔

⊙......⊙......⊙

یہ سناٹا اور مجرمانہ خاموشی آخر کب تک؟

دنیا میں مسلمانوں کی مظلومیت کی ایک دلدوز مثال کشمیر ہے کہ 5 اگست 2019 سے 90 لاکھ کشمیری مسلمان لگاتار کئی ماہ تک لگاتار ایک بار پھر بھارتی قابض فوج کے کڑے محاصرے میں رہے لیکن بھارت کی اس جارحیت کے باوجود مظلومین کشمیر بھارت کے سامنے سپر انداز نہیں ہوئے اور لگاتار جہد پیہائی کررہے ہیں۔مظلومیت کی دوسری المناک مثال فلسطین ہے جہاں نوجوانان فلسطین بیت المقدس اور مقدس سرزمین کی بازیابی اور اپنی آزادی کے لیے پوری حمیت کے ساتھ سینہ سپر بنے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ دنیا کے کئی گوشوں میں لاکھوں مسلمان بدترین مظالم کے شکار ہیں، جنھیں خصوصی کیمپوں میں جانوروں کی طرح بند کر کے تمام انسانی حقوق سے محروم رکھا گیا ہے۔غرض امہ کے جسم پر رستے ہوئے صرف ایک دو زخم نہیں بلکہ جسم سارا چھلنی ہے۔ درد بے چارہ پریشاں ہے کہاں سے نکلے۔ مظالم کا شکار مسلمانوں کی نظریں خدا کی نصرت کے بعد صرف اور صرف ملت اسلامیہ پر ہیں لیکن ملت پر مسلط حکمرانوں نے ملت کو اپنی ساحری سے سلائے رکھا ہے۔

کشمیر سے فلسطین تک مظلوم، نہتے اور بے بس کلمہ گو جدید ہتھیاروں سے لیس اسرائیلی اور بھارتی افواج کا غلیلوں اور پتھروں سے مقابلہ کرتے ہوئے سوئی ہوئی بے حس مسلم امہ کو جگانے کی بھی کوشش کررہے ہیں۔سوال یہ ہے کہ کیا وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہورہے ہیں کہ جب ریاستی اور مملکتی سطح پر امت مسلمہ کا کوئی نام ونشان موجود نہیں۔ ظالم پوری طرح یقین کر چکا ہے کہ کرہ ارض پر کوئی امت مسلمہ نہیں، کوئی عالم اسلام نہیں، امت مسلمہ ہوتی اور عالم اسلام ہوتا تو وہ کشمیری، فلسطینی مظلوم مسلمانوں کے لیے کم از کم ایک زوردار صدا بلند کرتا۔

ایک بہت بڑی عالمی سازش اورمسلمانوں کی جہالت اورانکی نادانی وناسمجھی کے باعث امت مسلمہ کا شیرازہ بکھرا پڑا ہے اور امت مسلمہ ٹکڑوں میں بٹی ہوئی ہے، سب کو اپنے مفادات عزیز ہیں، کوئی آگے بڑھ کر اپنے بھائی کی دلجوئی کرنے کو رضامند نہیں ہے، کوئی مشکل وقت میں ظالموں کے سامنے مظلوموں کی حمایت کو تیار نہیں ہے۔

پوری دنیا میں کہیں بھی دیکھ لیں ہر جگہ مسلمانوں کا خون بکھرا پڑا ہے، ہر جگہ ان کی گردنیں کٹ رہی ہیں، نسلیں ختم ہو رہی ہیں، اغیار کی جارحانہ حملوں میں لوگ معذور ہو رہے ہیں، اپاہج ہو رہے ہیں، مال کا نقصان ہو رہا ہے، معیشت تباہ ہو رہی ہے، انکی مسلم قومیت معدوم ہوتی جا رہی ہے، لیکن پھر مسلمان ممالک کے حکمرانوں میں سے کسی کو ہوش نہیں ہے۔ وہ کہ جنھیں اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہنے کا حکم ملا تھا وہ کہ جنھیں ایک جسم کی مانند قرار دیا گیا کہ مسلمان ایسے ہیں کہ جسم کے ایک حصے کو تکلیف ہو تو سارا جسم درد میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ وہ کہ جنھیں مظلوم کا ساتھ دینے کی تلقین کی گئی ، وہ کہ جنھیں بتایا گیا کہ ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے ان کی آنکھوں کے سامنے معصوم کلمہ گو شہید ہو رہے ہیں، جوانوں کو کلمہ حق پر قائم رہنے کی سزا دی جا رہی ہے، عزتیں پامال ہو رہی ہیں۔ شہیدوں کی تعداد ہے کہ ہر روز بڑھتی ہی جا رہی ہے لیکن اس کے باوجود کسی کے ضمیر نے ملامت کی نہ کسی کا ضمیر جاگا، لیکن وہ اپنے ہی برادران ملت کے خلاف اعدائے دین مدد کی اوران کی نسل کشی پر خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں، ہر طرف مظلوم مسلمانوں کی دلدوز چیخیں ہیں لیکن مجال ہے کہ مسلم حکمرانوں کی غیرت جاگ جائے، مجال ہے کہ ان کا مردہ ضمیر زندہ ہو جائے۔

سچی بات یہ ہے کہ یہ کوئی خودی اورخوداری نہیں بلکہ یہ بدتریں غلامی ہے کہ برادران ملت کو چھوڑ کر اغیار کو دوست بنایا جائے، چاہے اس دوستی کا ٹائٹل تجارت اور کاروباری منفعت ہی کیوں نہ ہو۔ یہ اعمالِ بد کی ہے پاداش ورنہ ! کہیں شیر بھی جوتے جاتے ہیں ہل میں سب حال مست مال مست میں ہیں۔ یاد رکھیں آج یہ وقت کشمیریوں اور فلسطینیوں پر ہے کل کسی اور پر بھی ایسا کٹھن وقت آ سکتا ہے۔ اگر آج ان مظلوموں کی مدد کے لیے مسلم دنیا نے اپنا کردار ادا

نہ کیا تو کل کلاں یہ آگ آپ کو اپنی لپیٹ میں لے گی۔ پھر آپ کی مدد کو بھی کوئی نہیں آئے گا۔ آج مظلوم ومحصور کشمیری مسلم دنیا کی طرف دیکھ رہے ہیں۔لیکن پاکستان، ترکی اور ملیشیا کو چھوڑ کر سفارتی محاذ پر بھی کوئی بات نہیں کر پا رہا۔

آخر وجہ کیا ہے کیوں سب کو سانپ سونگ گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں عامہ المسلمین کی سطح پر امت مسلمہ کا تصور ہی نہیں بلکہ ہیت بھی موجود ہے لیکن خواص یعنی حکومتی نرغوں اور جبری حصار میں وہ بے بال و پر کی کیفیت میں ہیں۔مسلمان ممالک میں عامہ الناس کا یہ موقف ہے کہ ان پر مسلط بزدل حکمرانوں کا انجام برا، اور آخرت انکی تباہ و برباد ہے۔ کیونکہ وہ اپنے اقتدار کو تحفظ دینے کے لیے مظلوم مسلمانوں کے خون کا سودا کر رہے ہیں اور اپنے کاروبار اور تجارت کو مظلوم مسلمانوں کے لہو پر ترجیح دے رہے ہیں، بلکہ اور کئی مسلم ممالک کے حکمران ایسے بھی سفاک ہیں کہ جنھوں نے اعدائے دین کے ساتھ مل کر اپنے ہی اہل وطن اور برادران ملت کا قتل عام کر دیا۔

مگر یاد رکھیں تاریخ میں جہاں کفار کا ظلم وستم کی خونین داستانوں کے ابواب لکھے جائیں گے وہیں مسلمان ممالک کے فاسق وفاجر حکمرانوں کی مظلوم مسلمانوں کے تئیں لاتعلقی اور بے مروتی ایک سیاہ باب کے طور پر رقم ہوگی۔ یہ اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ مسلمان ممالک حکومتی اور مملکتی سطح پر کوئی کسی کا ہمرکاب نہیں۔مسلم دنیا کے بااثر، دولت منداور مال دار ممالک کے معاشی تعلقات امریکہ اور انڈیا کے کھونٹے سے بندھے ہوئے ہیں اور یہاں دین اسلام، مسلمان بھائی بندی کے تصورات کو اب ثانوی حیثیت حاصل ہے۔ریاستی اور حکومتوں کی سطح پر مسلم امہ کے تصور کا بھانڈا،اس وقت پھوٹا کہ جب ستمبر 2019 کے اواخر میں اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کمیشن میں پاکستان کو کشمیر کے حوالے سے ایک قرارداد لانے کے لیے محض 18 ممالک کی حمایت درکار تھی لیکن اسے عرب وعجم کے 57 ممالک میں سے مطلوبہ تعداد میسر نہیں آسکی۔ یہ اس بات کی طرف بلیغ اشارہ ہے کہ مسلم ممالک ایک دوسرے سے ہاتھ ملانا تو دور کی بات ایک دوسرے کی صورت دیکھنے کے بھی روادار نہیں۔عرب امریکہ اور عرب انڈیا تعلقات نے برادران ملت کے تصور کا خاتمہ کر دیا اوران تعلقات کی کرشمہ سازی ہے کہ اخوت اسلامی پر تجارتی مفادات اور مالی منفعت نے فوقیت اور ترجیح پائی ہے۔

ریاست جموں و کشمیر کا جغرافیہ اوراس کا محل وقوع

ریاست جموں و کشمیر کا کل رقبہ 84471 مربع میل ہے۔صوبہ کشمیر 8539 مربع میل صوبہ جموں کا رقبہ 12378 مربع میل ہے۔صوبہ لداخ و گلگت 63554 مربع میل ہے۔ رقبے کے لحاظ سے ریاست جموں و کشمیر دنیا میں موجود 110 مما لک سے بڑی ریاست ہے۔

ریاست جموں و کشمیر کا بیشتر علاقہ ہمالیہ کے پہاڑی سلسلے پر پھیلا ہوا ہے۔ جموں و کشمیر کی سرحدیں جنوب میں بھارت، مغرب میں پاکستان اور شمال اور مشرق میں چین سے ملتی ہیں۔ بھارت نے 1947 میں جارحیت کا ارتکاب کرتے ہوئے ریاست کے تین صوبوں وادی کشمیر، جموں اور لداخ پر جبری قبضہ کیا ان تینوں صوبوں پر مشتمل علاقے کو مقبوضہ جموں و کشمیر کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ سری نگر مقبوضہ جموں و کشمیر کا گرمائی اور جموں سرمائی دار الحکومت ہے جبکہ لداخ دہلی کے زیر انتظام ہے۔ وادی کشمیر 10 اضلاع پر مشتمل ہے ۔ضلع سری نگر،ضلع بڈگام، ضلع بانڈی پورہ،ضلع بارہ مولہ ،ضلع کپواڑہ ،ضلع گاندربل،ضلع اسلام آباد، ضلع کولگام،ضلع پلوامہ،ضلع شوپیاں اور جموں ڈویژن بھی دس اضلاع ہیں۔ضلع جموں،ضلع کٹھوعہ،ضلع رام بن، ضلع ریاسی،ضلع سانبہ،ضلع ادھم پور،ضلع ڈوڈہ ،ضلع کشتواڑ ،ضلع پونچھ اورضلع راجوری جبکہ لداخ ڈویژن کے دو اضلاع کے نام ضلع کارگل اورضلع لیہہ ہے۔

آزاد کشمیر، ریاست جموں و کشمیر کا وہ حصہ ہے جس کا باقاعدہ نام ریاست آزاد جموں و کشمیر ہے ۔ ریاست جموں و کشمیر کا یہ خطہ دو علاقوں پر مشتمل ہے جنھیں آزاد جموں و کشمیر اور گلگت بلتستان کہا جاتا ہے یہاں کے عوام نے ان دونوں علاقوں کو ہندو ڈوگرہ شاہی سے لڑائی

لڑکر جہاد بالسیف سے آزاد کرایا۔ مظفر آباد آزاد جموں وکشمیر کا دارلحکومت ہے جبکہ گلگت بلتستان اسلام آباد کے زیرانتظام ہے۔ آزاد جموں وکشمیر کا علاقہ 13,300 مربع کلومیٹر 5,135 مربع میل پر محیط ہے۔ آزاد کشمیر کا دار الحکومت مظفر آباد ہے اور ریاست آزاد جموں وکشمیر کی آبادی تقریباً 40 لاکھ نفوس پر مشتمل ہے اور یہاں پہاڑی ، ہندکو، گوجری، پنجابی اور پشتو اور کشمیری زبان بولی جاتی ہیں۔ آزاد کشمیر میں 10 اضلاع، 32 تحصیلیں اور 182 یونین کونسلیں ہیں۔ آزاد کشمیر کے میرپور ڈویژن میں ضلع باغ، ضلع بھمبر، ضلع پونچھ، ضلع سدھنوتی، ضلع کوٹلی، ضلع مظفر آباد، ضلع میر پور، ضلع نیلم، ضلع حویلی اور ضلع ہٹیاں شامل ہیں۔

گلگت بلتستان (Gilgit Baltistan) ریاست جموں وکشمیر کا علاقہ ہے۔اس کا کل رقبہ 72.971 مربع کلومیٹر ہے۔بلتی اور شینا یہاں کی مشہور زبانیں ہیں۔گلگت وبلتستان تین ڈویژنز بلتستان ، دیامیر اور گلگت پر مشتمل ہے۔بلتستان ڈویژن ،سکردو،شگر،کھرمنگ ، روندو اور گانچھے کے اضلاع پر مشتمل ہے۔گلگت ڈویژن گلگت،غذر، ہنزا اور نگر کے اضلاع پر مشتمل ہے۔ جبکہ ہ دیا میر ڈویژن داریل،تانگیر،استور کے اضلاع پر مشتمل ہے۔ ۔ گلگت بلتستان کے شمال مغرب میں افغانستان کی واخان کی پٹی ہے جو گلگت بلتستان کو تاجکستان سے الگ کرتی ہے جبکہ شمال مشرق میں چین کے مسلم اکثریتی صوبے سنکیانگ کا ایغور کا علاقہ ہے۔ جنوب مشرق میں لداخ ہے۔ جنوب میں پاکستانی مقبوضہ کشمیر جبکہ مغرب میں پاکستانی صوبہ خیبر پختونخوا واقع ہیں۔ اس خطے میں سات ہزار میٹر سے بلند 50 چوٹیاں واقع ہیں۔ دنیا کے تین بلند ترین اور دشوار گزار پہاڑی سلسلے قراقرم، ہمالیہ اور ہندوکش یہاں آ کر ملتے ہیں۔ دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی کے ٹو بھی اسی خطے میں واقع ہے۔ جب کہ دنیا کے تین سب سے بڑے گلیشئیر بھی اسی خطے میں واقع ہیں۔

مقبوضہ وادی کشمیر اپنے حسن وجمال اوررعنائیوں کے باعث دنیا بھر میں مشہور ہے جبکہ۔مقبوضہ جموں وکشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور دوسرے نمبر پر ہندو ہیں جبکہ بدھ اور سکھ بھی مقبوضہ جموں وکشمیر کی ایک چھوٹی اقلیت ہے۔آزاد کشمیراور گلگت بلتستان میں سوفیصد

مسلمان رہتے ہیں یہاں کوئی غیر مسلم اقلیت موجود نہیں ہے۔

مقبوضہ وادی کشمیر میں 98 فیصد کے ساتھ مسلمانوں کی اکثریت ہے جبکہ جموں ڈویژن میں مسلمانوں کی شرح آبادی 40 فیصد اور لداخ میں 44 فیصد اہل تشیع رہتے ہیں۔ مقبوضہ وادی کشمیر میں ہندواور سکھوں کی آبادی 2 فیصد ہے جبکہ جموں ڈویژن میں 60 فیصد ہندو رہتے ہیں اور لداخ میں بودھ 50 فیصد کے ساتھ اکثریت میں ہیں۔

1947 میں ریاست جموں وکشمیر کو تقسیم ہند کے دوقومی نظریہ کے اصول کے تحت اکثریت آبادی کی بنیاد پر پاکستان کے ساتھ جڑ جانا تھا۔لیکن ہندوڈوگرہ مہاراجہ کشمیر کی بھارت کے ساتھ ساز باز نے ریاست جموں وکشمیر پر بھارت کے ناجائز قبضے کے لیے راہ ہموار کردی۔ اس ساز بازاوراس کے نتیجے میں بھارتی جبری قبضے کے خلاف اسلامیان کشمیر سیاسی طور پر تحریک آزادی شروع کردی۔جس نے 1990 میں مسلح جدوجہد کا روپ دھارا جس میں اب تک لاکھوں جانوں کی قربانی دی گئی جبکہ مالی قربانیوں کا بھی کوئی حدوحساب نہیں۔

پون صدی سے اسلامیان کشمیر اور مملکت پاکستان کا موقف ہے کہ مسلم اکثریتی ریاست ہونے کے باعث تقسیم ہند کے قانون اور دوقومی نظریے کے اصول کی رو سے ساری کی ساری ریاست جموں وکشمیر پاکستان کا حصہ ہے جبکہ بھارت اسے اپنا اٹوٹ انگ قرار دیتا ہے۔اقوام متحدہ اور باقی بڑی اہم عالمی تنظیموں نے کشمیریوں کے حق آزادی کو تسلیم کیا ہے لیکن بھارت اسے فرار اختیار کیے ہوئے ہے۔

مقبوضہ جموں وکشمیر پر بھارتی ہٹ دھرمی کی وجہ سے بھارت پاکستان کشیدگی بڑھ رہی ہے اوراب اس میں لداخ کے حوالے سے چین بھارت تنازع کھڑا ہو چکا ہے۔ اگر کشمیر مسئلے کو حل نہ کیا گیا تو یہ تیسری بڑی عالمی جنگ کا پیش خیمہ بن کر کروڑوں لوگوں کی موت کا باعث بن سکتا ہے۔جس کے اثرات صدیوں ختم نہیں ہوں گے۔

⊙......⊙......⊙

دنیائے اسلام پرفزیکل واراورفکری یلغار بدستور جاری

اکتوبر 2020 کے وسط میں دریدہ ذہن فرانسیسی صدر عمانویل میکرون نے سیدالانبیاء والمرسلین محمدعربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں توہین آمیز اور گستاخانہ خاکوں کی اشاعت جاری رکھنے کی اجازت دینے کے مذموم اعلان نے کرہ ارض پرموجودمسلمانوں کی دینی غیرت اوراسلامی حمیت کوللکارا۔اس اسلام دشمن نے اسلام کو دہشت گردی کا مجمع قرار دیا،مسلمانوں کو بدامنی کا باعث بتلایا اور پورے فرانس بلکہ دنیا میں ان پرشکنجہ کسنے کی بات کہی۔اس کتاب میں یہ مضمون شامل کرنے کے وقت تک کئی دنوں سے ملعون فرانسیسی صدر کے متعفن ،مذموم اورشرمناک خیالات کے خلاف چاردانگ عالم مسلمانوں کی طرف سے شدید الفاظ میں مذمت جاری ہے اورعلمبرداران توحید شدیدغم و غصے کا اظہار کر رہے ہیں۔

ملعون فرانسیسی صدر نے اپنی کمینہ گی کے اظہارسے ایک بار پھرمغرب اوراسلام میں پائے جانے والی خلیج کوبے کراں بناڈالا ۔جس سے یہ امرمزید مترشح ہوگیاکہ آزادی اظہار کے نام پرمنہ زورمغرب استعماری استحصال کے اپنے ناپاک ایجنڈے پرمسلسل کام کررہاہے اوروہ اللہ کے بھیجے ہوئے آخری نبی ورسول محمدعربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی ۔مسلمانوں کے دینی اقدار،شعائراسلام کی توہین وتضحیک اورقرآن پاک کی بےحرمتی ،مسلمانوں کی دل آزاری کی ناپاک جسارت کے جرم کے ارتکاب سے بازنہیں آرہا۔حجاب سمیت اسلامی لباس پہننے سے جبرا روکا جاتا ہے۔مساجد میں نمازیوں پر حملے کیے جاتے

ہیں۔مغربی ملکوں کے اخبارات و جرائد میں اسلام مخالف مواد کی تشہیر ایک عرصہ سے جاری ہے پہلے گستاخانہ خاکے شائع کیے جاتے تھے،اور اب انہیں اشتہارات کی صورت میں سرکاری عمارات پر بھی چسپاں کیا جا رہا ہے۔جس سے مغربی ممالک کے چہرے سے نقاب اتر رہا ہے اور وہ پوری طرح بے نقاب ہو رہا ہے ۔ بلاشبہ مغرب نام نہاد جمہوریت اور نام نہاد اظہارِ رائے کی آزادی کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کر کے مسلمانان عالم کے سینوں پر مونگ دل رہا ہے اور جان بوجھ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کا ارتکاب کیا جا رہا ہے ۔یورپ کے اس جرم عظیم کا ایک خاص پس منظر میں دیکھا جانا چاہیے جس سے حضرت اقبال نے طشت از بام کیا۔

وہ فاقہ کش کی موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دیکر فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو
اہل حرم سے ان کی روایت چھین لو
آہو کو مرغزار ختن سے نکال دو
افغانیوں کی غیرت دیں کا ہے یہ علاج
ملا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو!

16 اکتوبر 2020 جمعہ کو فرانس میں اپنے شاگردوں کو آہانت آمیز خاکے دکھانے والے سیمول پیٹی نامی ملعون ٹیچر کا سر قلم کیے جانے کے واقعے کے بعد فرانسیسی صدر میکرون جائے موقع پر پہنچا اور کہا کہ ٹیچر کو اس لیے قتل کر دیا گیا کیونکہ وہ آزادی رائے کے متعلق پڑھا تا تھا؛ جب کہ فرانس کے تمام اراکین پارلیمنٹ نے ملعون گستاخ ٹیچر کو کھڑے ہو کر خراج عقیدت پیش کیا اور وزیر تعلیم نے ٹویٹ کر کے اس گستاخ کے قتل کو فرانس پر حملہ قرار دیا۔فرانسیسی صدر میکرون نے اعلان کیا کہ وہ اسلام پسندی سے نمٹنے کے لیے مزید سخت قوانین لائے گا۔ایک

پاگل اور ذہنی مریض کی طرح بھڑ بھڑاتے میکرون کا کہنا تھا کہ تقریبا 60لاکھ افراد فرانس میں ایک مخالف معاشرہ بنانے کے بارے میں سوچ رہے ہیں مگر انھیں ایسا نہیں کرنے دیا جائے گا۔اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہوئے ملعون میکرون نے اپنی اس تکلیف کا بھی اظہار کیا کہ فرانس میں مسلمان اپنے عقائد کے مطابق زندگی گزارتے ہیں جس سے فرانس کے کلچر کے اندر ایک ایسا کلچر پنپ رہا ہے جو اپنے مذہبی عقائد کو زیادہ بہتر سمجھتا ہے۔میکرون نے یہ بھی کہا کہ اسلام کو دنیا بھر میں کرائسز کا سامنا ہے۔جبکہ 25اکتوبراتوار کوفرانسیسی صدر نے ایک ٹویٹ میں دوقدم آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ ہم کبھی بھی ہارنہیں مانیں گے۔

فرانس کے صدر کے گستاخانہ بیانات پرمسلم دنیا میں ابھرتے ہوئے عظیم لیڈرترکی کے صدرجناب اردوان نے ملعون میکرون کوذہنی مریض قرار دے کراپنے دماغ کاعلاج کرانے اورفوری طور پراپنی غلیظ اورگندی زبان بندکرنے کوکہااورصدراردوان نے فرانس سے اپنا سفیر مشاورت کے لیے واپس بلالیا۔جبکہ پاکستان کے وزیرِاعظم عمران خان نے اپنے ٹویٹ میں کہا کہ فرانسیسی صدرنے یورپ اور پوری دنیا میں رہنے والے سے مسلمانوں کے جذبات مجروح کیے ہیں اور ان پرحملہ کیا ہے۔ترکی کے صدرجناب اردوان نے ترکی میں فرانسیسی مصنوعات وایجادات کا مقاطعہ کرنے کااعلان کرتے ہوئے مسلم دنیا کوخوابیدگی سے جگا دیا۔ جناب اردوان نے آواز بلندکردی توعربستان بھی جاگ اٹھااورانھوں نے بھی فرانسیسی اشیاء کا بائیکاٹ کردیا اوراس مضمون کوشامل کتاب کرنے کے وقت لگ بھگ تمام اہم مسلمان ممالک میں شاپنگ مالز اورسٹورز سے فرانسیسی مصنوعات ہٹائی جارہی ہیں ۔مسلمانان عالم کاپڑھالکھاطبقہ سوشل میڈیاپرمتحرک ہوگیااورانھوں نے تمام فرانسیسی مصنوعات کی فہرستیں جاری کردی جوملٹی نیشنل کمپنیوں کے ذریعے پوری مسلم دنیامیں فروخت ہورہی،سوشل میڈیا کے ذریعے وہ چاردانگ عالم مسلمانوں کومتوجہ کررہے ہیں کہ وہ اپنے نبی محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں فرانسیسی صدر کے گستاخانہ طرزعمل پر اپنے ایمانی غیرت ودینی حمیت کا بھرپوراظہارکرتے ہوئے ان اشیاء کی خریدوفروخت بندکردیں تاکہ فرانس کوسمجھایاجاسکے کہ وہ

کس عظیم گناہ کا مرتکب ہو چکا ہے۔اس کا بڑا اثر ہوا،اور فرانس کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنے کا ٹرینڈ ٹاپ پر آ گیا۔

25اکتوبر2020اتوار تک اردن، قطر اور کویت میں کچھ سپر مارکیٹس سے فرانسیسی مصنوعات کو ہٹا دیا گیا۔کویت میں ایک بڑی تجارتی یونین کی جانب سے فرانسیسی مصنوعات کے بائیکاٹ کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔غیر سرکاری یونین آف کنزیومر کوآپریٹو سوسائٹیز کا کہنا ہے کہ انھوں نے مارکٹس کو فرانسیسی مصنوعات کے بائیکاٹ کے احکامات اپنے نبی کی مسلسل توہین کے بعد دیئے ہیں۔عرب دنیا کی سب سے بڑی معیشت سعودی عرب میں فرانسیسی سپر مارکیٹ چین کیریفور کے بائیکاٹ سے متعلق ہیش ٹیگ دوسرے نمبر پر ٹرینڈ کرتا رہا۔واضح رہے کہ قطر اس وقت فرانس کا سب سے بڑا تجارتی پارٹنر ہے۔''انفو لیب'' ایک ٹریڈنگ ویب سائٹ کے مطابق، دونوں ملکوں کے درمیان گذشتہ برس تک تجارتی حجم تقریبا 5ارب ڈالرز سے زیادہ ریکارڈ کیا گیا تھا۔متحدہ عرب امارات میں فرانس سے درآمدات کا حجم اس برس تقریباً 33 کروڑ ڈالر ہے۔جبکہ ترکی فرانس سے 50 کروڑ ڈالرز کی مصنوعات کی درآمدات کرتا ہے۔فرانس کے دیگر عرب ممالک میں تجارتی پارٹنروں میں مصر ہے۔الجزائر، تیونس اور مراکش تو فرانسیسی نوآبادیات رہی ہیں اس لیے وہاں کی اشرافیہ کو فرانس سے وہی تعلق ہے جو پاکستان کی اشرافیہ کا برطانیہ سے ہے۔اقوام متحدہ کے ادارے'' کام ٹریڈ'' کے مطابق، پاکستان نے گذشتہ برس فرانس سے 44 کروڑ ڈالرز کو مصنوعات درآمد کی تھیں۔

دریں اثنا لیبیا، غزہ اور شمالی شام میں فرانس مخالف مظاہروں کا انعقاد بھی ہورہا ہے کرہ ارض پر موجود کئی مسلم خطوں سے مسلمانوں کی طرف سے تاحدنگاہ احتجاجی مظاہرے شروع ہوئے ،مظاہرین نے جو کتبے اور بینر اٹھا رکھے ہیں ان پر ناموس رسالت پر سر کٹانے اور جان قربان کرنے کے جذبے اورعزم بالجزم کواجاگر کیا گیا۔الغرض مسلمان خطوں میں علمبرداران توحید فرانس اور صلیبی پالیسیوں کوطشت ازبام کررہے ہیں اور مغرب کے اصل چہرے کو بے نقاب کررہے ہیں۔فرانس کے اسلام دشمن رویے نے ایک بارپھر مسلمانان عالم کو متحد ہونے

کی دعوت دیتا ہے۔

لیکن یہ ایک کربناک صورتحال ہے کہ مسلم ممالک کی تنظیم اوآئی سی جو مسلم ممالک کو اکٹھا رکھنے اور مشترکہ پالیسیاں ترتیب دینے اور ایک آواز بننے کے لیے ایک امید کے طور پر معرض وجود میں آئی تھی لیکن وہ اس حوالے سے حرارت آفریں زندگی سے نچنت ہے، بے فکر اور بے پراہ ہے، اس کے ساکت وصامت پڑے رہنے اور اس کی بے حسی پر مسلم امہ مسلسل رو رہی ہے۔ اس کے غیر فعال کردار کے باعث امہ پر غضب ناک تندی سے یلغار کردی جاتی ہے، اس کا سینہ چھلنی کردیا جاتا ہے، اسے پیچ وتاب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ مگر خوابیدہ فورم کی گہری نیند سے ان کی آنکھ پھر بھی نہیں کھلتی۔

البتہ ملت کے ہر فرد کا دل حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت گراں مایہ سے مالا مال ہے۔ اعمال کے کم درجے کا حامل ایک ادنیٰ سا امتی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک پر اپنا تن، من، دھن قربان کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار ہے۔ صلیبیوں کو علمبرداران توحید کا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کے تمام حساس زاویوں اور فہم وادراک کے غنچوں کا بھرپور علم ہے۔ انہیں معلوم ہے کہ خیرالقرون کے دور میں صحابہ کی طرح امی وابی فداک کہنے والے آج کے ملت کے گھبرو جوان روحی فداک اور جان نچھاور کرنے پر ایمان افروز جذبات کے اظہار کسی پس وپیش کی پرواہ نہیں کرتے۔ رواں برس ستمبر اور اکتوبر میں دو مرتبہ فرانس میں شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخی کا ارتکاب ہو چکا ہے۔

سوال یہ ہے کہ یورپ میں اظہار رائے کی آزادی کی تعریف کیا ہے۔ نام نہاد اظہار رائے کی آزادی کے علمبردار یورپ میں ''ہولوکاسٹ'' کو محض ایک مفروضہ قرار دینا اور یہودیوں کے خلاف کوئی بات لکھنا یا ان کی مخالفت کرنا انتہائی سنگین جرم ہے۔ یوروپی یونین نے تو اپنے رکن ملکوں کے لیے باضابطہ ایک ہدایت نامہ ہی جاری کیا ہے کہ ہولوکاسٹ کو غلط قرار دینے والے ادیبوں یا مصنفین کو سخت سے سخت سزا دی جائے۔ جس میں ایک سے تین سال قید بامشقت کی سزا بھی شامل ہے۔ 2003 میں اس حکم نامے میں ایک اضافی پروٹوکول

شامل کیا گیا جس میں ہولوکاسٹ کے خلاف انٹرنیٹ پر بھی کچھ لکھنا قابل گردن زدنی جرم قرار پایا ہے۔ جن ملکوں میں ہولوکاسٹ کے خلاف کچھ بھی لکھنا انتہائی سنگین جرم سمجھا جاتا ہے ان میں آسٹریا ہنگری رومانیہ اور جرمنی شامل ہیں۔ حالانکہ المیہ یہ ہے کہ یہی مما لک یہودیوں کے خلاف کارروائیوں میں آگے آگے رہے تھے۔

1998 سے لے کر 2015 سترہ برسوں میں تقریبا اٹھارہ ادیبوں اور مصنّفین کو اظہار رائے کی آزادی کے علم برداروں کے عتاب کا شکار ہونا پڑا ہے۔مگر فرانس کے صدر کے تعفن زدہ بیان کے بعد پتا چلتا ہے کہ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کر کے مسلمانان عالم کے سینوں پو مونگ دلنا اظہار آزادی ہے۔

تف تم پر!

چہرے کے سپید،اور دل کے کالے یورپ کے ہاں آزادی اظہار رائے کا جو تصور پایا جاتا ہے وہ منافقت اور تضاد سے بھرپور ہے۔ ایک تو ان کے ہاں عملا اظہار رائے کی آزادی کی کوئی لمٹس نہیں، چنانچہ چغل خوری، عیب جوئی، تمسخر، مذاق وغیرہ وہاں معمول ہے۔ دوسرا آزادی اظہار رائے کے نام پر جو چیزیں وہ خود پسند نہیں کرتے مسلمانوں سے ان کا مطالبہ کرتے ہیں۔ مثلا ہولوکاسٹ پر بات کرنا، دونوں جنگ عظیم میں ہلاک ہونے والے لوگوں پر بات کرنا، امریکہ کے قومی پرچم ،قومی پرندے کی قید ، عدلیہ اور دیگر بعض دفاعی اداروں پر بات کرنا جرم سمجھا جاتا ہے۔

کینیڈا کے قانون میں عیسائیت کی توہین وتنقیص جرم ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں کو پیغمبر اسلام کی توہین پر عدم برداشت کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ مغرب کی دوغلی پالیسی کا اندازہ ان مثالوں سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ ایک مرتبہ آسٹریلیا میں ایک مراکشی عالم نے تنگ وچست لباس پر بات کی تو پورا آسٹریلیا ان کے خلاف ہوگیا۔ 27جنوری 2003میں ٹیلی گراف اخبار نے اسرائیلی وزیر اعظم کا خاکہ شائع کیا جس میں فلسطینی بچوں کی کھوپڑیاں کھاتا دکھائے دیا۔ اس پر اسرائیل اور ان کے ہمنواوں نے ہنگامہ کھڑا کردیا جس پر اخبار نے معذرت کی۔

اٹلی کے وزیراعظم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ حکومت کی بات کی تو پورا یورپ ان کے خلاف ہوگیا۔مگر اسلام کے ساتھ کھلواڑ کی کھلی اجازت ہے ۔افسوس یہ ہے کہ سیکولر اور لبرل دانشور مغرب کی آواز کے ساتھ اپنی ڈفلی بجا کر اسلام نوازوں کے پیچھے لٹھ لیکر پڑے ہیں۔ ان سے سوال کریں کہ اظہاررائے کی آزادی کے نام پر مسلمانوں کی دل آزاری پر وہ کیوں خاموش ہیں ۔مشہور کہاوت ہے کہ انسان کی آزادی دوسرے کی ناک تک ہے۔ جہاں سے دوسرے شخص کی ناک شروع ہو وہاں سے انسان کی آزادی ختم ہوجاتی ہے۔جس کا سادہ سا مطلب یہ ہے کہ انسان وہاں تک آزاد ہے جہاں سے دوسروں کو تکلیف یادل آزاری نہ ہو۔ دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جہاں انسانوں کو مطلق آزادی حاصل ہو۔ ریاستی معاملات میں انسان کا ریاستی قوانین کا پابند ہونا اس کی واضح مثال ہے۔

واضح رہے کہ یکم ستمبر 2020 منگل کو رسوائے زمانہ فرانسیسی ہفت روزہ میگزین چارلی ہیبڈو ن نے وہ توہین آمیز خاکے پھر سے شائع کیے ہیں جو اس نے 2015 میں چھاپے تھے۔ رسوائے زمانہ میگزین کی اس ناپاک حرکت پر 26 ستمبر 2020 ہفتے کو پیرس میں اس کے پرانے دفاتر کے باہر چھری کے وار سے دو افراد کو زخمی کردیا جب وہ دفتر سے باہر آچکے تھے۔ واضح رہے کہ 2015 کے پہلے ہفتے میں اپنے اوپر گندا چھالتے ہوئے اس اسلام دشمن میگزین نے آہانت آمیز خاکے شائع کیے جس کے بعد 7 جنوری 2015 کو دو بھائیوں سعد اور شریف کواچی نے چارلی ایبڈو کے دفتر میں گھس کر فائرنگ کر دی تھی جس میں اس اخبار کے ملعون ایڈیٹر سٹیفن شربونیئر، گستاخانہ خاکے بنانے والا ملعون کارٹونسٹ سمیت چار کارٹونسٹ، دو کالم نگار، ایک کاپی ایڈیٹر اور ایک اور شخص جو اس وقت وہاں موجود تھا، جہنم واصل ہو گئے تھے۔ اس ایڈیٹر کا محافظ اور ایک پولیس والا بھی فائرنگ کے دوران مارے گئے تھے۔

جبکہ 16 اکتوبر 2020 کے میں سیموئل پیٹی نامی ملعون فرانسیسی ٹیچر نے اپنے طالب علموں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کا ارتکاب کرتے ہوئے توہین آمیز خاکے دکھائے جس پر اسے 16 اکتوبر 2020 جمعہ کو سر قلم کرتے ہوئے قتل کردیا گیا۔ یہ دراصل

فرانس کے بدترین عمل کا شدید ردعمل تھا جو پوری دنیا پر واضح ہوگیا۔ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ فرانس اپنے سیاہ کرتوت پر مسلمانانِ عالم سے معافی مانگ لیتے ہوئے آہانت آمیز طرزِ عمل سے باز آنے کا اعلان کرتا لیکن اس کے علی الرغم فرانس کے شیطان صفت صدر میکرون سینہ زوری پر اتر آئے۔

اسلام دشمنی کے تعفن زدہ ذہنیت کے حامل میکرون نے فرانس میں رہنے والے مسلمان شہریوں کی مذہبی آزادیوں پر مزید پابندیاں لگانے کا ارادہ ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ وہ فرانس کی سیکولر ویلیوز کو اسلامی شدت پسندی سے بچانے کے لیے اقدامات اٹھانے جا رہا ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان، خصوصا خواتین جب باہر نکلیں تو وہ اپنے لباس سے مسلمان نہ لگیں یعنی ان پر گھر سے باہر سر ڈھانپ کر نکلنے پر پابندی ہوگی، اسکولوں میں بھی مسلمان بچیاں اسلامی لباس نہیں پہن سکیں گی۔حجاب کی تو فرانس میں پہلے ہی پابندی ہے، اب وہاں رہنے والی مسلمان خواتین اور بچیوں کے لیے سر ڈھاپنا بھی جرم بن جائے گا۔میکرون نے یہ بھی اعلان کیا کہ مساجد پر بھی کڑی نظر رکھی جائے گی۔

اسے قبل 2019 میں اسلام دشمنی کے دوخوفناک سانحات پیش آئے جن میں سے ایک 15 مارچ 2019 کو نیوزی لینڈ کے شہر کرائسٹ چرچ میں مسجدالنور پر دہشتگرد حملے میں 49 نمازی شہید جبکہ 20 سے زائد زخمی ہوئے۔ 28 سالہ آسٹریلین برینٹن ٹارنٹ ملعون حملہ آور نے سر پر لگائے گئے کیمرے کی مدد سے النور مسجد میں نمازیوں پر حملے کو فیس بک پر لائیو دیکھایا۔آج بھی اس فوٹیج میں دیکھا جا سکتا ہے کہ وہ کس طرح النور مسجد کے اندر مسلمان خواتین وحضرات اور بچوں پر اندھادھند فائرنگ کر رہا ہے۔ملعون حملہ آور نے اپنی گن پر ایسے لوگوں کے نام تحریر کیے ہوئے تھے جو مسلمان تارکین وطن کو شہید کرنے کے جرم کی پاداش میں سزا پا چکے ہیں۔ملعون حملہ آور دہشت گرد کی کار میں وہ نغمہ چل رہا تھا جسے بوسنیا جنگ میں سرب قوم پرست ترانے کے طور پر بجاتے تھے۔اس نغمے میں سرب لیڈر رادوان کرادوچ کی شان میں قصیدے گائے جاتے ہیں۔رادون کرادوچ اب جنگی جرائم کی پاداش

میں سزا پا چکے ہیں۔

لیکن نیوزی لینڈ کی وزیر اعظم جاسنڈا آرڈرن نے مسجد پر حملے کو دہشتگردی قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ نیوزی لینڈ کی تاریخ کا سیاہ ترین دن ہے۔ خاتون وزیر اعظم کا کہنا تھا کہ یہ واضح طور پر ایک دہشت گرد حملہ ہے اور کرائسٹ چرچ کی مساجد میں جو بھی ہوا ہے وہ ایک نا قابلِ قبول عمل ہے اور ایسے واقعات کی نیوزی لینڈ میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ان کا کہنا تھا کہ جو لوگ اس حملے میں متاثر ہوئے ہیں وہ ہمارے اپنے ہیں اور نیوزی لینڈ ان کا اپنا ملک ہے۔ نیوزی لینڈ کی وزیر اعظم جاسنڈا آرڈرن تمام شہداء کے ورثاء سے فرداً فرداً ملی اوران سے تعزیت کی اورانہیں حوصلہ دیا۔اس کتاب کے منصۂ شہود پر آنے کے وقت تک ملعون برینٹن ٹارنٹ پولیس کی حراست میں ہے اوراسے سزانہیں ہوئی البتہ اسے سزا دینے کے لیے کورٹ میں طلب کیا گیااورغالب امکان ہے کہ اس ملعون کو نیوزی لینڈ کے قانون کے مطابق سزامل کر رہے گی۔کیونکہ نیوزی لینڈ کے وزیر اعظم اس حوالے سے کوشش میں لگی ہوئی نظر آرہی ہے۔

دوسرا سانحہ جمعرات 21 نومبر 2019 کو ناروے کے شہر کرسٹین سینڈ میں قرآن مجید کی توہین کا پیش آیا ہے۔ اسلام مخالف تنظیم (Stop Islmisation in norway) (SIAN) کے کارکنوں نے ریلی نکالی جس میں قرآن مجید کی شدید بے حرمتی کی گئی اور اس ساری شرمناک کارروائی کے دوران ناروے کی پولیس خاموش تماشائی بنی رہی اور تنظیم کے ملعون لیڈر 78 سالہ لارس تھورسن کو روکنے کی کوئی کوشش نہ کی۔قرآن مجید کی توہین کو وہاں موجود مسلمان نوجوان برداشت نہ کرسکے اور سبق سکھانے کے لیے ناپاک جسارت کرنے والے ملعون پر حملہ کردیا۔ ایک نوجوان عمرالیاس تمام رکاوٹیں اور پولیس حصار توڑتا ہوا آگے بڑھا اور معلون لارس تھورسن پر بھرپوراورزوردارلات ماری اوراسے زمین پر گرادیا۔مسلمانوں کے ہیرو عمرالیاس کی مومنانہ جرات کودیکھ کر مزید مسلم نوجوانوں کو ہمت ملی اور وہ بھی ملعون تھورسن پر حملہ آور ہوئے جس پر پولیس اہلکاروں کی رگ شیطانیت پھڑک اٹھی اورانھوں نے عمرالیاس اوردیگرکئی مسلمان نوجوانوں کو گرفتار کرلیا جبکہ معلون لارس تھورسن کو بھی حفاظتی تحویل میں لے

لیا گیا۔واضح رہے کہ ناروے کے شہر کرسٹین سینڈ میں مسلمانوں کی بڑی آبادی ہے لیکن ناروے کی انتظامیہ نے نہ صرف اس اشتعال انگیزاورشرمناک ریلی کی اجازت دی بلکہ قرآن کی توہین سے بھی نہ روکا۔

ناروے سمیت دنیا بھر کے مسلمانوں نے توہین قرآن کی شدید مذمت کرتے ہوئے ملعون لارس تھورسن پر نفرت انگیز جرائم کا مقدمہ درج کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ترکی کی حکومت نے واقعے کی سخت مذمت کرتے ہوئے ناروے کی حکومت پر اس طرح کے واقعات کی روک تھام کرنے کے لیے زور دیا۔ترک وزارت خارجہ نے کہا کہ واقعے میں ملوث ملعون تھورسن کوقرار واقعی سزا دی جائے۔جبکہ اسلام آباد میں وزرات خارجہ نے ناروے کے سفیر کو طلب کرکے اسے پاکستان کی طرف سے یہ کہتے ہوئے احتجاجی نوٹ تھمایا کہ معلون لارس تھورسن کوفوری طور پرکٹہرے میں کھڑا کرکے اسے قرارواقعی سزا دی جائے۔ واضح رہے کہ ناروے میں ہی 2011 میں ایک اسلام مخالف شخص آندریس بریوک نے فائرنگ کرکے 77افراد کوقتل کردیا تھا۔

مغرب نے اظہارآزادی کے نام پر اسلام اورمسلمانوں کے خلافطوفان بدتمیزی کھڑا کر دیا ہے اورمغربی معاشرے نے ترقی کے نام پر اپنی سوسائٹی کو انسانی اقدار سے آزاد کر دیا ہے۔ مغرب مسلم دنیا کے جذبات سے کھیلتا ہے ۔یہ مغرب کی اسلام دشمنی اور طویل المیعادمنصوبہ بندی کا حصہ ہے کیونکہ مغرب یہ سمجھتا ہے کہ جب تک مسلمان قرآن مجیداوراپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سےعقیدت اورمحبت کا اعلیٰ معیار برقرار رکھے ہوئے ہیں تو ان کے اندر سے غیرت وحمیت کھرچی نہیں جاسکتی ہےاور جب تک مسلم سماج میں اپنے مراکز اللہ کی کتاب قرآن اورآخری نبی صلعم سے وابستگی کا جذبہ برقرار ہے مسلم سماج میں مغرب کی پیوندکاری کی تمام مذموم کوششیں ناکام اورنامرادہوتی رہیں گی اورانہیں مغرب کی مادر پدرآزادسوسائٹی کے زیرنگیں نہیں بنایا جا سکتا۔کیونکہ یہ قرآن کی تعلیمات اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ محبت ہی ہے کہ جس نے مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کے ساتھ جوڑا

ہوا ہے ۔جس دن یہ تعلق کمزور ہو گیا مسلمانوں اور غیر مسلموں میں کوئی تفریق کوئی فرق باقی نہیں رہے گا۔ پھر نہ صرف یہ کہ ان کے تہذیبی،نظریاتی،فکری اور ثقافتی ڈھانچے کو زمین بوس ہونے سے کوئی نہیں روک سکے گا بلکہ انہیں ''کروسیڈی'' معاشرے کا حصہ بنانا بھی آسان رہے گا۔

العیاذ باللہ توہین قرآن اور نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کے سانحات پیش آجانا اور یہ طوفان بدتمیزی برداشت اوراظہاررائے کی آزادی کے نام پر جاری رکھے ہوئے ہے کہ اہل مغرب کی نظر میں برداشت اور بے غیرتی میں کوئی فرق نہیں ۔ جبکہ مسلم معاشرے کی اپنی درخشندہ روایات، اقدار اورسنہری تاریخی اصول ہیں جنکی بنیادقرآن اور اسوہ رسول پر ہے ۔مسلم معاشرے میں برداشت اور بے غیرتی میں ایک واضح فرق اور واضح لکیر موجود ہے ۔مغرب بے لباس ہونے کو فطرت سے قریب تر سمجھتا ہے تو اسلامی معاشرہ میں ستر پوشی کو فطرت کے قرب کا ذریعہ جانا جاتا ہے مغرب نائٹ کلبوں میں ننگا ناچ کر کے بے حیائی کو زندگی سمجھتا ہے تو اسلامی معاشرہ حیا کا ایک واضح تصور رکھتا ہے ۔جس میں سوسائٹی کو توازن پر گامزن رکھنے کی بنیادی اہمیت حاصل ہے ۔

یہ ایک بین حقیقت ہے کہ جب مغرب مسلم سماج کو اپنی تہذیب کا اسیر نہیں بنا سکا تو وہ قرآن پاک کی بے حرمتی، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اورشعائر اسلام کی توہین کر کے مسلمانوں کے دل مجروح کر کے انتقام لینا چاہتا ہے۔لیکن مغرب کی ہر نا پاک و نامراد کوشش کے جواب میں اسے مسلمانوں کی پر زور صدائے احتجاج کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلم معاشرے کی نبض چل رہی ہے اور مسلم معاشرہ برداشت کی وہ تشریح قبول کرنے پر ہرگز تیار نہیں جو مغرب میں رائج ہے ۔مسلم معاشرہ غیرت اور عقیدت کو انسانی سماجی میں توازن برقرار رکھنے کی ایک اہم بنیاد تصور کرتا ہے ۔ اور اس بنیاد سے محرومی کا مطلب یہ ہے کہ مسلم سماج بھی دنیا کے دوسرے معاشروں جیسا ہے۔ اس لیے مسلم معاشرہ کسی بھی صورت میں نہ تو قرآن میں تحریف برداشت کرتا ہے اور نہ ہی خاتم النّبیین ﷺ

کو عام انسان سمجھتا ہے۔ یہ دیکھ کر مغرب اپنا سر پیٹ رہا ہے۔ امریکہ اور یورپ کی اسلام دشمنی عصر حاضر کی ان کی گندی سیاست کا ایک (Open Secret) ہے۔

'' فزیکل وار سے فکری یلغار تک'' دنیائے اسلام کو ہر طرح کے مسائل کا سامنا ہے۔ اغیار اور استعمار کی سازشوں سے مسلم ممالک کے مابین اعتماد کا فقدان ہے۔ بلکہ ان کا مملکتی کردار مشکوک بن چکا ہے جس وجہ سے امت مسلمہ کی ہوا اکھڑ چکی ہے اس میں وہ رعب اور دبدبہ نہ رہا جو کبھی اس میں ہوا کرتا تھا جس کے نتیجے میں ان کی جغرافیائی سالمیت کو سامراجی قوتوں نے پاؤں تلے روند دیا۔ وسائل امت مسلمہ کے ہیں لیکن ان پر مغرب کی اجارہ داری ہے اور اس وجہ سے امت مسلمہ ''In Build'' وسائل کے حامل ہونے کے باوجود بھی پیچھے دھکیل دی گئی اور مغربی معاشرے ''Out Build'' وسائل کا حامل نہ ہونے کے باوجود آگے جا رہے ہیں۔ '' نیو ورلڈ آرڈر'' کی بساط پر مہرے آگے بڑھائے جا رہے ہیں اور طاقت کی بنیاد مسلم ممالک کا ناطقہ بند کر دیا گیا ہے۔

مسلم دنیا پر مغربی جارحیت مسلمانوں کو یہ دعوت فکر دیتا ہے کہ دین سے وابستگی ہماری بنیاد ہے اور بنیاد کمزور ہو جائے تو شجر سایہ دار بھی خزاں رسیدہ بوسیدہ ٹہنی کی طرح کمزور اور پامال ہو جاتا ہے مسلمان ہونے کے باوصف اگر کوئی مسلمان فکری الجھنوں کا شکار ہو تو یہ بڑا المیہ ہوگا۔ فکری انتشار کی وجہ سے ایمان کا وہ معیار حاصل نہیں ہو سکتا جس کا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے تقاضا کرتا ہے۔ عالم کفر مہیب طوفان کی طرح سب کچھ اپنی لپیٹ میں لیے جا رہا ہے۔ مسلم دنیا پر جو خوفناک جنگ اور چوکھی لڑائی مسلط کر دی گئی ہے اس کے مناظر عراق، افغانستان اور کشمیر سے فلسطین تک دیکھے جا سکتے ہیں۔ جہاں کہیں نظر دوڑائیں تو صاف نظر آتا ہے کہ خون مسلم ارزاں ہو چکا ہے۔

''بوئے خوں آتی ہے اس قوم کے افسانے سے''

مومن کی سرشت میں اگر چہ بزدلی نہیں اس کی خمیر حمیت اسلامی سے خالی نہیں اس کے ضمیر کی چنگاریاں دبی نہیں رہتیں وہ شکست و ریخت کو کسی بھی حال میں قبول نہیں کرتا۔ پھر کیا

وجہ ہے کہ دنیا کے ہر گوشے میں مسلمان ہی مظلوم ،مغلوب اور مصلوب ہے ۔پھن پھیلائے ہوئے اس سوال کا جواب تلاش کرنا نہایت آسان ہے۔ المیہ یہ ہے کہ 57 مسلمان ممالک پر مشتمل دنیائے اسلام کی اکثریت آفاقی نظام سے آج تک ہم آہنگ نہ ہوسکی۔ ایک چوتھائی عالمی آبادی پر مشتمل مسلم دنیا میں سے 49 فیصد کا اعلانیہ سرکاری مذہب اسلام ہے، 51 فیصد ممالک نے اپنے آئین میں سرکاری مذہب کی نشاندہی نہیں کی یا وہ خود کو سیکولر کہلاتے ہیں جبکہ 19 فیصد نے سیاسی نظام میں اسلام کو نظریاتی بنیاد قرار دے رکھا ہے۔ 8 ممالک میں کوئی سیاسی جماعت نہیں 4 میں اپوزیشن کا وجود نہیں ہے جبکہ 5 ممالک میں سیاسی نظام میں اسلامی جماعتوں کے داخلے پر پابندی ہے۔

⊙......⊙......⊙

یوں تو بھارت کے قیام کے ساتھ ہی کشمیری مسلمانوں پر ظلم کی داستان رقم ہونا شروع ہوگئی تھی ،مگر 1920 کی دہائی میں جنم لینے والی ''شدھی اور سنگھٹن'' کی تحریکوں سے جنم لینے والی ہندوتوا کی زہریلی نفرت انگیز شاخوں راشٹریہ سیوک سنگھ ، بجرنگ دل اور وشواہندو پریشد نے جس نظریئے کو جنم دیا اس کی سیاسی شکل جب بھارتیہ جنتا پارٹی کی صورت میں اقتدار کے ایوانوں تک جا پہنچی تو کشمیری مسلمانوں پر ظلم ،جبر، استبداداور بربریت کے ایک نئے باب کا اضافہ ہوا۔

عبدالرافع رسول صاحب کی کتاب ''کشمیر پلوامہ حملے سے دفعہ 370 کے خاتمے تک'' اس باب کی لمحہ بہ لمحہ کہانی ہے جو قلم کو آنسوؤں میں بھگو کر لکھی گئی ہے۔انہوں نے ایک ایسی دستاویز مرتب کردی ہے جس کا تذکرہ آنے والے دنوں میں حریت کی نئی شمعیں دلوں میں روشن کرے گا۔عبدالرافع رسول خوبصورت اوردرد مند نثر لکھنے والوں میں سے ہیں۔ان کی تحریر آپ کو درد کی کسک بھی دیتی ہے اور مقابلے کا حوصلہ بھی۔میں ایک طویل عرصے سے ان کا مستقل قاری ہوں اور میں نے یہ دونوں کیفیات اس وقت محسوس کی ہیں جب میں ان کے قلم کی کاٹ ،جملوں کی ترتیب اوردردمند لفظوں والے کالم پڑھ رہا ہوتا ہوں۔کشمیر ایک ایسا موضوع ہے جس پر دنیا کے نہ کسی ترقی پسند کیمونسٹ نے قلم اٹھایا اور نہ ہی کسی سیکولر لبرل جمہوریت پسند نے ۔کشمیر صرف مسلمان کی تڑپ اور لگن سے زندہ ہے اورعبدالرافع رسول جیسے قلمکاروں کی تحریریں اسے زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

اوریا مقبول جان